سبع ستارے

مجموعۂ ذاکری: خیر النساء نازک اعظمی

سبعہ سیارے

سبعہ سیارے

(مجموعہ ذاکری)

حصہ دوم

مصنفہ

خیرالنسا نازک اعظمی

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں

نام کتاب ———

مصنفہ ——— خیر النساء نازک اعظمی

کتابت وطباعت: ——— انچولی کارڈ سینٹر (6369086)

•

مشیر کار: سید ایاز امام رضوی۔ سید کلب حسن رضوی۔ سید طاہر امام رضوی

مہتمم اشاعت: ——— طاہر امام رضوی

•

تعداد: ——— ۱۰۰۰

قیمت: ——— ۷۵ روپے

رابطہ

خیر النساء نازک اعظمی

فون :- 4992120

کتاب ملنے کا پتہ

انتساب

اُن

مقدّس ہستیوں

مُحمّدؐ وآلِ مُحمّدؐ

کے نام

جن پر اللہ رب العزت

درود بھیجتا ہے

۷۸۶
یا علیؑ مدد

اظہارِ تشکّر

فلکِ خطابت کے بدرِ کامل حافظ قرآن علامہ طالب جوھری صاحب سلمۂ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ موصوف نے میری ایک التجا نہایت قلیل اور اہم وقت میں قبول فرماکر مجھے ممنون و مشکور فرمایا۔ ان کی بروقت نگاہِ کرم نے مجھے حیاتِ نو عطا فرمادی۔ ایسے وقت میں جبکہ اہم مصروفیات کا زمانہ تھا۔ آپ کی خاص توجہ نے میری بہت مدد کی۔ میں کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ ہاں دعاگو ہوں۔

ربِّ اکبر ان کو طول عمر صحت و سلامتی عطا فرمائے، علم و روزی کثیر ہو۔ محافظِ حقیقی ہر بلا و آفت اور شرِّ اعدا سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

دُعاگو

خیرالنساء نازک

خیر النساء

محترمہ نازک صاحبہ بحمد اللہ شاعرہ بھی ہیں اور ذاکرہ بھی۔ دونوں حیثیتوں سے حلقۂ خواتین میں بہت مشہور اور مقبول ہیں محافل اور مجالس میں انھیں خصوصیت سے مدعو کیا جاتا ہے۔ جو ان کی مقبولیت کی بڑی دلیل ہے۔

ان کی فطری اور بیساختہ شاعری کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے جو باذوق افراد نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ اب ان کی ذاکری کے مسودات شائع ہو رہے ہیں جس میں انھوں نے خود اپنا ایک طرز بیان اپنایا ہے جس میں تصنع اور بناوٹ کہیں نہیں ہے۔ بے ساختہ خطابت کی یہ ایک اعلیٰ مثال ہے۔ ذاکری سے ذوق رکھنے والی خواتین کے لئے اس میں بہت کچھ ملے گا بشرطیکہ سرسری نظر سے اس کا مطالعہ نہ کیا جائے۔

امید ہے کہ ذکر فضائل و مصائب میں ان کے لئے یہ کتاب ایک اچھی رہنما ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ محترمہ کو اسکا اجر دنیا و آخرت دونوں میں عطا فرمائے آمین

ناچیز۔ سید حسن امداد
۲ر اپریل ۱۹۹۸ء

علامہ سید ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی

شمع ذکر

آج یہ امر قابل قدر ہے کہ محترمہ خیر النساء نازک اعظمی مجموعہ ذاکری کتاب کی

صورت میں پیش کر رہی ہیں۔

یہ ایسا کام ہے کہ یقیناً دربار سیدہ عالمین حضرت فاطمۃ الزہراؑ میں

مقبولیت کے بلند ترین درجوں پر فائز ہو گا۔ عموماً خواتین اپنی مجالس میں قرآنی آیات

کی تلاوت نہیں کرتیں لیکن نازک صاحبہ نے اپنے اس مجموعہ مجالس میں قرآنی آیات

کے حوالے دے کر شمع روشن کی ہے۔ جس کی روشنی سے ہر قلب ذاکر ذاکرہ جگمگائے

گا۔ آیات کا انتخاب موضوع کی مناسبت سے بہت خوبصورت ہے۔ مثلاً جناب

ام البنین کی مجلس کے لئے آیت "المال والبنون" کا انتخاب، داخلہ کوفہ و دربار کوفہ

والی مجلس میں "آیہ اعمیٰ" کا انتخاب' اس طرح دیگر مجالس میں بھی بہت عمدہ اور برمحل

انتخاب آیات موجود ہیں۔ پروردگار موصوفہ کو اس سعی پر اجر عطا فرمائے۔ آمین

تحفۂ شکر

میں علامہ سید ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی کے اظہار و خیالات اور قدر دانی پر حد درجہ

شکر گذار ہوں۔ اللہ رب العزت ان کے علم و فن پر جلا بخشے۔ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں

رکھے۔ آمین۔

خاک در آل عبا

خیر النساء اعظمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رفیق رضوی

ایم اے، ایل ایل۔ بی

برادر عزیز زائر بارگاہِ معصومین الحاج سید آصف رضا نقوی صاحب مالک انچولی کارڈ سینٹر کا حکم ہے کہ ناچیز بھی چند سطور محترمہ خیرالنساء نازک اعظمی صاحبہ کی مجالس کی کتاب پر رقم کرے، پس بسروچشم تعمیل حکم کر رہا ہوں۔

یہ تعلی نہیں حق ہے کہ کسی بھی کتاب پر بہترین توصیفی کلمات لکھ دینا، خدا کا شکر ہے میرے لئے زیادہ مشکل نہیں۔ لیکن قاری اس کے برعکس بھی اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہے یا سوچ سکتا ہے۔ پس میں کسی کتاب کو متنازعہ بنانے کے بجائے ایسی باتیں کیوں نہ لکھوں جو ہر قاری کو کتاب کے مطالعہ کی دعوت دے، آج تک جتنی تعریفیں لکھیں اسی پس منظر میں لکھیں۔

خیرالنساء صاحبہ سے واقف ہونے کے بعد یہ میں ہی ہوں جس نے انہیں خلوص دل سے مشورہ دیا کہ وہ جلد از جلد اپنی منظوم اور نثری کاوشوں کو کتابی شکل میں لائیں تاکہ ان کے اعمال حسنہ میں اضافہ پر اضافہ ہو۔ چنانچہ ان کی پہلی منظوم کتاب "کلام نازک" منصۂ شہود پر آئی اور یہ کتاب خواتین کی اتنی ہم مزاج ہے کہ آن میں غیر معمولی طور پر مقبول ہوئی۔ چٹ پٹ بی بی کی کہانی کے سلسلہ میں تو اکثر گھروں میں یہ کتاب خواتین کے بستوں میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔

قول سرورِ کونینؐ ہے کہ "اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے" امیرالمومنینؑ کا قول ہے کہ "حسن میں تو صرف علم و ادب ہی حسن ہے۔"

محترمہ نے اپنا ادبی حسن تو دنیا سے منوا ہی لیا اب مجالس کی شکل میں اپنا علمی حسن دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ اس میں بھی وہ چہاردہ معصومینؑ کے فضل و کرم سے ضرور بالضرور کامیاب ہوں گی۔ اور یہ کتاب قبولِ عام کی سند حاصل کرے گی۔

رفیق رضوی

۱۳ / مئی ۱۹۹۸ء

تاثرات

سورہ شوریٰ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے رسالت کا کچھ اجر نہیں چاہیئے سوائے میرے اہلبیتؑ سے محبت

محترمہ خیرالنساء اس محبت کے پیمانہ پوری اُترتی ہیں۔ جو تقریریں مجلسوں میں کرتی تھیں وہ تحریر میں لے آئی ہیں۔ جو جذبہ محبت و عقیدت مرتب کرتے وقت اور پروف ریڈنگ کے وقت دیکھا یہ جذبہ کہیں نہیں دیکھا پروف ریڈنگ کر رہی ہیں اور جہاں مصائب امام حسینؑ شروع ہوئے رونا شروع کر دیا۔

مالک دو جہاں جیسا کہ تیرے نبی پاکؐ نے فرمایا مجھے رسالت کا کچھ اجر نہیں چاہیئے سوائے میرے اہلبیت سے محبت۔ یہ مجموعہ ذاکری بنام شبعۃ ستارے اسی جذبہ کا گلدستہ ہے۔

میری دعا ہے کہ بارگاہ چہاردہ معصومینؑ میں یہ سعی قبول ہو اور حصہ اوّل بھی جلد منظر عام پر آئے۔

حاجی آصف رضا

یا علیؑ مدد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

۱۔ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ	حضور سرور کائنات	۲۷
۲۔ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا	ملیکۃ العرب جناب خدیجۃ الکبریٰؑ	۴۶
۳۔ وَکَانَ سَعۡیُکُمۡ مَّشۡکُوۡرًا	سیّدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراؑ	۶۶
۴۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ	جناب زینب علیا	۸۵
۵۔ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ	جناب فضہ کنیز فاطمۃ الزہراؑ	۱۰۳
۶۔ اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ	جناب ام البنین مادر غازی عباسؑ	۱۲۳
۷۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّ	جناب رباب مادر علی اصغر بشیر	۱۴۵
۸۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا	جناب شہربانو مادر حضرت سید سجادؑ شہادت عبداللہ ابن حسنؑ	۱۶۱
۹۔ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ مِنَ الۡمَآءِ	شہادت سید الشہدا حضرت حسینؑ ابن علیؑ	۱۸۲
۱۰۔ نَفۡسِ مطمئنہ	* * * * * * * * * * *	۱۹۹
۱۱۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ۱۱ محرم	تاراجی خیام اور شام غریباں	۲۰۳
۱۲۔ آیۂ اِبۡتِلَا وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ ۱۲ محرم	مقتل حسینؑ میں بیبیوں کی سواری	۲۲۳
۱۳۔ آیۂ اَعۡمٰی	داخلۂ کوفہ و دربار کوفہ	۲۳۸
۱۴۔ یَسۡعٰی نُوۡرُہُمۡ	داخلۂ شام و دربار شام	۲۵۰
۱۵۔ ظلم کی تعریف	وفات جناب سکینہ بنت الحسینؑ	۲۶۵
۱۶۔ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا	شہادت امام زین العابدینؑ	۲۸۵
۱۷۔ سورۂ فلق حسد پر	شہادت امام حسن عسکریؑ اور واپسی مدینہ منورہ	۳۰۰
۱۸۔ بَلۡ ہُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ	* * * * * * * * * * *	۳۰۴

عرضِ حال

میں بنتِ جناب حوا سب سے پہلے درگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ وہ غَفُورُ الرَّحِیْم میری تمام غلطیوں، تمام لغزشوں، تمام کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ کیونکہ میں اسکی ضعیف و ناتواں مخلوق ہوں۔

اس کے بعد تمام ناظرین سے التجا کرتی ہوں کہ اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو مجھے معاف کردیں اور صحیح کرکے پڑھیں میں شکر گذار ہونگی۔ جہاں تک اس سلسلے میں ہوسکا میں نے بہت سعی و کوشش کی ہے۔ چار یا پانچ دن آصف رضا سلمہٗ کے گھر میں بیٹھی اور تمام آیاتِ قرآنی کو قرآن شریف کھول کر اپنے سامنے کتابت کروائی ہے۔ تمام اعراب یعنی زیر۔ زبر پیش و غیرہ پر پوری توجہ دی ہے اس کے گواہ موجود ہیں۔ اس امر میں آصف رضا سلمہٗ نے مجھ سے پورا پورا تعاون کیا اور اسطرح اگر ان کی حقیقی والدہ ہوتیں تو اس سے زیادہ نہ کر سکتے تھے میں شکر گذار اور دعا گو ہوں۔ میں نے بہت بڑے کام کی جرأت کرلی رب دوجہاں میری کدو کاوش کو قبول فرمائے۔ اور وہ ستّار و غفّار میری خطاؤں و خامیوں کو معاف فرمائے۔ آمین

اسلام میں دو باتوں پر بہت زور دیا گیا ہے۔ وہ ہیں توبہ اور شکر۔ لہذا توبہ کے

کے بعد میں منعمِ حقیقی کا شکر ادا کرتی ہوں۔ جس کی عطا اور نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے بندہ عاجز ہے۔ وہ ربِ کریم میرے قلیل شکر کو کثیر میں قبول فرمائے۔ آمین۔

اس کے بعد تمام لوگوں کا شکر ادا کرتی ہوں جنہوں نے دامے درمے۔ قدمِ سخنِ میری معاونت و مددگاری فرمائی۔ اور ان میں میرے بچے بھی شامل ہیں۔ سید طاہر امام رضوی سلمہٗ۔ سید ایاز امام رضوی سلمہٗ اور سید کلب حسن رضوی سلمہٗ۔ خالقِ کائنات ان سب کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ آمین۔ میں اپنے بچوں کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔

محترم و مکرم محسنِ دیرینہ جناب رفیق رضوی مدظلہٗ کی بھی ممنونِ احسان اور شکر گذار ہوں۔ آصف رضا سلمہٗ کے تعاون، محبت اور خلوص کا بہت دعاؤں کے ساتھ شکریہ ان حضرات کی توجہ سے یہ عظیم امر سہل و آسان ہو گیا۔

میری عرض یہ ہے کہ اس مجموعۂ ذاکری کے سرنامہ اور درمیان میں جہاں جہاں آیتِ قرآنی ہیں سب میں نے خود منتخب کی ہیں۔ جن کتابوں کے نام میں نے حادیث کے ماخذ میں لکھے ہیں۔ وہ تمام کتب میرے پاس موجود ہیں۔ اگر کوئی کہیں سے سوال کرے تو بشرطِ زندگی خدائے بزرگ و برتر کے کرم سے جواب دے سکتی ہوں۔

خاکِ درِ آلِ عبا

خیر النساء نازک

آداب ذاکری

دعائے خطبہ پڑھنے سے پہلے۔ نہایت ادب واحترام کے ساتھ ممبر یا کرسی کی طرف بہ نیت ذاکری اٹھ کر آئے۔ کرسی پر ہاتھ رکھ کر بسم اللہ ساتھ استعاذہ کے پڑھے۔ عورتوں اور لڑکیوں کے لئے کرسی ہونا چاہیئے۔ بیٹھنے کے بعد نیت یا درود شریف خود بھی پڑھے اور سامع سے پڑھنے کو کہے اس کے بعد سورہ فاتحہ سب کو پڑھنے کو کہے خود بھی سورہ فاتحہ ایک بار سورہ قل ہو اللہ تین بار پڑھے۔ درود اول و آخر پڑھے۔ ایک بہت ضروری ہدایت و تاکید ہے کہ چونکہ فاتحہ کے معنی ہیں باب کھولنا۔ لہٰذا اگر دروازہ صحیح کھلے گا تو عمارت میں داخلہ آسان ہوگا۔ علاوہ اسکے اس سورہ مبارکہ کے بہت اسنا دو کوائف ہیں۔ اگر اس کے ذریعے سیدھا راستہ نظر آتا ہے تو وہاں بھٹکنے کے بھی قوی امکانات ہیں۔ ضروری ہے کہ تمام لڑکے اور لڑکیوں کو جو بھی ذکر ذاکری اہلبیت کا مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ سورہ الحمد کی صحیح تلاوت کریں الفاظ کی صحیح ادائیگی ہو مخرج سے ادا کرنے کی مشق کریں اس لئے کہ اس کی برکت و رحمت سے صرف ہم اپنے ہی لئے نہیں بلکہ مومنین و مومنات مسلمین و مسلمات زندہ اور مردہ تک کو فائدہ پہونچانا ثواب دارین حاصل کرنا چاہتے ہیں پہلے اعوذ باللہ پورا پڑھیں پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ضروری پڑھیں۔ اس لئے کہ یہ سورہ مبارکہ سات

آیات پر اس وقت مشتمل ہوتی ہے۔ جب بسم اللہ کے ساتھ پڑھی جائے
قرآن شریف میں دوبار یہ لکھی جاتی تھی جواب کچھ لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔
مگر یہ سورہ دوبار نازل ہوا ہے اس لئے اس کو سبع مثانی بھی کہتے ہیں سبعہ
معنی سات مثانی کے معنی دو کے ہیں۔ ہر مجلس میں اول و آخر دوبار پڑھتے
ہیں۔ اب سات اور سات چودہ یہ آیہ مبارکہ ہمارے چودہ معصوم کے اعداد
پر ہے۔ سورۃ الحمد کی قرأت میں حروف کو صحیح مخارج سے ادا کرے مشتبہ
الصوت یہ تیرہ حروف ہیں۔ ء۔ ع۔ ح۔ ت۔ ط۔ ذ۔ ض۔ ظ۔ ث۔ س
ص۔ ان کے علیحدہ مخرج ہیں۔ لہذا تحفتہ العوام میں دیکھ کر یا کسی عالم سے
ضرور سیکھے۔ اس کے بعد چار حرف تام ہیں۔ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
دوسرے مالک یوم الدین۔ تیسرے نستعین۔ چوتھے ولا الضالین۔ اس کے
بعد سخت تاکید ہے وہ یہ سات لفظ ہیں دُلل۔ ہرب۔ کیو۔ کنع۔ کنس
تع۔ بع۔ یعنی الحمد للہ سے الگ کرکے پڑھے تاکہ دُلل کی آواز نہ پیدا ہو۔
للہ رب کو یوں نہ ملائے کہ ہرب ہو جائے۔ مالک۔ یو کو یوں نہ پڑھے کہ کیو
بن جائے ایاک نعبد کو اس طرح الگ کرکے پڑھے کہ کنع نہ ہو سکے۔ ایاک
نستعین کنع نہ بنجائے۔ انعمت علیہم میں تع یعنی ت اور عین نہ ملنے پائیں

مغضوب علیھم میں ب اور عین نہ ملنے پائے کے یع کی آواز پیدا ہو۔ ان سات کلمات کو مہمل کہا گیا ہے۔ اور ان سے بچنے کی تاکید ہے اگر ان تمام باتوں پر عمل کے ساتھ تلاوت ہوگی تو کم سے کم تین منٹ ضروری ہیں تلاوت کے لئے آجکل لوگوں میں احترام کم رہ گیا سامع چاہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی تمام مصروفیات کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مجلسوں میں شرکت کریں۔ بریانی اور حلیم کے مزے ساتھ تنقید کے لیں۔ ذاکرات چاہتی ہیں کہ ہم آٹھ دس یا اس سے بھی زیادہ مجلیس پڑھیں جو چاہیں پڑھیں کیونکہ سننے والے کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ صرف ہمارا نام بڑی ذاکرات میں آجائے قطعی صحیح نہیں۔ اگر شوق ذاکری ہے تو زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں۔ چونکہ یہ ذکر ان پاک متبرک ہستیوں کا ہے جن کے لئے کائنات کی تخلیق ہوئی ہے مثل نماز یہ ہماری عبادت ہے۔ اس لئے تمام ذکرِ ذاکری کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے لباس ظاہری و باطنی کو پاک رکھے میری یہ عرض ان نوعمر لڑکے اور لڑکیوں کے لئے ہے جنہیں جذبۂ شوق بے چین کرتا ہے مگر صحیح رہبر و رہنما نہیں ملتا۔ ضروری ہے نماز و وظائف کی پابندی کریں۔ جھوٹ چغلی وغیرہ جو کچھ شرعًا ممنوع ہے اس سے پرہیز کریں۔ اپنے نام و نمود کے لئے اس عہدہ عظیم کو نہ اختیار کریں۔ بلکہ یہ یقین رکھیں کہ اس وقت جس کا ذکر

کر رہے ہیں وہ سامنے فرش پاک پر تشریف فرما ہیں جذبۂ مودت میں ڈوب
کر خوشنودیٔ خدا و رسولؐ و آلِ رسول کے لئے پڑھیں۔ پڑھنے کی اُجرت
نہ لیں۔ اس لئے کہ یہاں اجرت قلیل ہے۔ آخرت کی اجرت بے حساب ہے
تھوڑی سی بضاعت کے لئے بے حساب سرمایہ نہ گنواں دے تقویٰ اختیار کریں
عورتوں اور لڑکیوں کے لئے ضروری ہے کہ
پردہ نشین مخدراتِ عصمت کا ذکر کرنا ہے تو خود بھی حجاب کی پابند ہوں
امورِ شرعیہ پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔ لوگوں سے بھی کہتے رہیں کوئی مانے یا
نہ مانے کہنا۔ بتانا۔ یاد دلانا فرض ہے۔ نوعمر لڑکوں کو جو ذاکری کے عہدۂ جلیلہ
کے خواہشمند ہیں ان کے لئے داڑھی رکھنا ضروری ہے کہ یہ احکاماتِ الٰہیہ میں
سے ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر ایک کمسن بچہ بھی ذکرِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کرنے کے
لئے کرسی یا ممبر پر جاتا ہے اور نیچے فرش پر بڑا مجتہد عالم بیٹھا ہو تو اس وقت اس
بچے کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے۔ بس سمجھ لیجئے جیسے چیونٹی جب جناب سلیمانؑ پیغمبر
کے کفِ دست پر تھی تو اس نے کہا یا نبی اللہ اس وقت میرا مرتبہ بلند ہے کہ
میں آپ کے ہاتھ پر بلند ہوں۔ آپ بلندی میں کیوں کمی کریں۔ داڑھی سے حسن
خداداد پر جلا ہو جاتی ہے اور اگر ایک بال بھی سفید نظر آتا ہے تو اور بھی درجہ

بلند ہو جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

جاتا ہے کہاں مجھ سے منہ پھیر کے شباب
جنت میں مرے پاس پھر آنا ہوگا

وہ شباب ہمیشگی کا ہوگا اس کی قدرداں حوریں ہوں گی۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کا وعدہ سورۂ واقعہ آیت نمبر ۲۰ وَحُوْرٌ عِیْنٌ ۝ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ ہے۔ بشرطیکہ نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ہو۔ اب میں ایک بار پھر عرض کرتی ہوں کہ تمام شرعی امور میں دکھاوا نہ ہو ریاکاری نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر صرف ظاہری جھوٹی شہرت کے لئے ایسا ہوگا تو قبول بارگاہ رب العزت نہیں ہوگا۔ کبر و غرور بھی ناجائز ہے۔ کبریائی صرف اللہ جلّ جلالہٗ کے لئے ہے۔ ابلیس لعین نے غرور کیا۔ راندۂ درگاہ ہوگیا۔ خاکساری خالقِ کائنات کو پسند ہے اور ہم تو بوترابی ہیں۔ اگر ہمارا شیوہ خاکساری نہیں تو بوترابی نہیں۔ ہاں رشک و حسد بھی بری شئے ہے۔ جب مجلس پڑھنے جاؤ معوذتین ۳ بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلو اور خود کبھی حسد نہ کرو۔ حاسد کا مقام دوزخ اسفل میں ہے جو سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ یا اللہ میری اس تحریر کو قبول فرما آمین اور اس تحریر

میں اثر دے۔ آزادی دوزخ کی سند عطا کر بہمائیگی آلِ رسولؐ نصیب ہو آمین ثم آمین۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ ۝ دوسری ضروری گذارش یہ ہے کہ ذاکر یا ذاکرہ کے لئے عربی زبان کی مہارت ہونا چاہیئے۔ اس لئے عربی زبان اہل جنت کی ہے۔ حضور فخر کائنات کی مادری زبان ہے اللہ اور رسول برحق کی پسندیدہ زبان ہے۔ خود بھی عربی زبان بولنے، لکھنے کی مشق کریں اور مجلس پڑھتے وقت لوگوں کو بھی اس کار خیر میں تیار کریں۔

احادیث میں آئمہ علیہم السلام کے اسم پاک پر جہاں جہاں ؑ یہ شکل بنی ہو وہاں علیہم السلام پڑھیں۔ حضورؐ سرکار دو عالم کے اسم پاک پر یہ شکل ؐ ہو تو صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پڑھیں پڑھیں۔ جناب فاطمہؑ کے اسم مبارک پر یہی شکل ہوگی ؐ مگر صلوٰۃ اللہ علیہا پڑھیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی نبی کا نام اور آئمہ اطہار کا نام بغیر علیہ السلام نہ لینا چاہیئے۔ آخر میں دعا مانگنا چاہیئے اور یہ آیت بھی پڑھنا چاہیئے۔

آیت: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

اسباب تخلیق

Necessity is the mother of invention

ایک انگریزی زبان کا محاورہ ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ مجھے یہ احادیث لکھنے کا خیال کیسے ہوا۔ لکھنا میں یوں ضروری سمجھتی ہوں کہ اچھا ہے اور کوئی ذاکرات بھی یونہی خیال کر کے قلم اُٹھائیں اور قوم کے ان غریب لڑکے اور لڑکیوں کی رہنمائی کریں جنہیں شوق ذاکری تو ہے مگر صحیح رہبر و رہنما نہیں ملتا۔ کچھ ٹیوشن سینٹر معزز محترمات نے قائم کئے مگر ان کی فیس بہت زیادہ۔ دوسرے یہ کہ کتابوں سے اسباق تو بتا دیئے جاتے ہیں مگر ان سے مجالس کسی خاص موضوع پر تیار کرنا مشکل ہے جبکہ آج کل سائنسی دور ہے۔ ہر متوسط گھرانے کے لڑکے لڑکیاں سائنس کی پڑھائی سے مجبور ہیں۔ پھر یہی عمر ہوتی ہے جب کسی خاص علم و فن کی طرف بچوں کا رجحان ہوتا ہے۔ اگر صحیح راستہ مل گیا تو وہ کسی میدانِ عمل میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اگر بھٹک گئے تو تمام عمر بے مقصد گذر جاتی ہے۔ اُمراء دولت کی سرمستی میں گم ہو جاتے ہیں۔ غرباء مایوسی کے مرض میں مبتلا ہو جایا کرتے ہیں۔ لہٰذا دونوں

ہی کے امراض نقصان دہ ہیں۔ کوئی بھی تعلیم ہو اگر صحیح اور آسان طریقۂ تعلیم اختیار کیا جائے تو کیا وجہ ہے کہ ناکام رہے۔

اب اصل واقعہ کی طرف آتی ہوں کہ میری نواسی فرسٹ ایئر سائنس بیالوجی کی طالبہ کو شوق ذاکری بچیوں کی مجلسوں میں شریک ہو کر ہو گیا چونکہ گھر میں کنبے میں کئی ذاکرات ہیں لہٰذا طریقۂ کار سے آگاہ تھی۔ لوگوں نے پسند کیا اور عورتوں کی مجلس پڑھنے کو بھی کہہ دیا۔ چہلم امام کے دوسرے دن مجلس تھی۔ یہ میرے یہاں آئیں۔ چہلم کا دن تمام ہوا اس نے مجھ سے کہا ایک اچھی سی مجلس مجھے لکھ دیجئے مجھے کل پڑھنا ہے۔ پہلے تو میں نے انکار کیا کیونکہ میں بہت تھکی ہوئی تھی پھر کیسے میں نے کیا لکھا یہ ہوش نہیں مگر لکھ کر اس کو دیدیا۔ اس نے پڑھا لوگوں نے پسند کیا۔ بعد میں مجھ سے آکر تعریف کی میں نے پرچہ منگا کر سنا بہرحال یہ ایک معجزہ تھا کہ واقعتاً اچھا مضمون تھا۔ پھر دوسرے سال بھی ایک مجلس لکھ کر دی وہ بھی بہت پسند کی گئی۔ اب ان کا تقاضا ہوا کہ کچھ اور لکھ کر دیں۔ اب میرے دماغ میں سوال پیدا ہوا کہ اس جیسی بہت سی لڑکیاں ہیں جو پڑھنا چاہتی ہیں۔ مگر اسکول کالج کی پڑھائی گھر کی ذمہ داری۔ ماں کے کاموں میں مدد۔ ایسی صورت میں وہ بہت سی کتابوں کے مطالعہ کا وقت نہیں رکھتیں ہاں اگر جذبہ

شوق سلامت رہے گا تو آگے چل کر ضرور کچھ نہ کچھ اچھا نتیجہ برآمد ہو گا۔ لہذا یہ سوچتے سوچتے بھی وقت اجازت نہیں دے رہا تھا۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ چوبیں پچیس مجلسیں لکھ کر تیار کی ہیں ۱۸ مجالس کا مجموعہ انشاء اللہ حصہ دوئم کے نام سے خداوند عالم جلد نظر مولا کر دے ان تمام احادیث کا ماخذ دمعتہ الساکبہ جلد نمبر اوّل۔ بحار الانوار۔ جلاء العیون۔ لواعج الاحزان ریاض المصائب۔ چودہ ستارے۔ مجمع الفضائل۔ ذکر العباس۔ کتاب عبد الصالح کتاب ملیکۃ العرب اور کچھ اور مختلف احادیث سے بھی لیا ہے۔ قرآنِ پاک مولانا فرمان علی کے حاشیے اور ترجمے صحیفۂ کاملہ سے بھی مدد لی ہے۔

ان احادیث میں ایک خاص چیز جو آپ کو محظوظ و مغموم کریگی وہ ان مخدرات کا عصمت کا تذکرہ ہے جس پر آج تک اس طرح ذکر نہیں ہوا۔ بہر حال میں کمزور و ناتواں کم مایہ کم علم کیا لکھ سکتی ہوں۔ تشنہ رہ گئی۔ ہوا یہ کہ ارادہ کرنے کے یا وجود یں یا چار بیبیوں کی مجلسیں لکھنے کے بعد میں نے سوچا دستور کے مطابق شہدا کربلا کی مجالس لکھوں ایسے میں ایک شب نہایت صاف واضح خواب میں نے دیکھا کہ کچھ بیبیاں اس شکل میں جو سر ورق تسارے ہیں بیٹھی ہیں۔ سب کے دوپٹے یا چادریں سفید ہیں۔ جمپر ہلکے پیلے رنگ کے ہیں

سبع ستارے

مجھ سے کئی بار ان مخدرات عصمت و طہارت نے فرمایا مجلس ہمارے نام پر لکھو۔ خواب سے بیدار ہوئی کچھ سمجھ میں نہ آیا کئی دن گزر گئے۔ خواب بھولتا بھی نہیں پہلے مولانا ممتاز الافاضل سید حسن امداد صاحب قبلہ کے پاس گئی۔ خواب عرض کیا۔ انہوں نے فوراً پہلا جملہ کہا ام المومنین ملیکۃ العرب جناب خدیجۃ الکبریٰ کی حدیث ضرور لکھو پھر مولانا رضی جعفر کے گھر گئی۔ مولانا نہیں ملے مگر ان کی بیگم نے یہی لفظ کہا کہ میں مولانا سے پوچھ لوں گی۔ مگر آپ جناب سیدہ خدیجہ کے بارے میں ضرور بلکہ پوری مجلس لکھیں۔ اس کے بعد محترم و محترم پروفیسر کرار قبلہ سے خواب عرض کیا۔ انہوں نے بھی وہی جملہ دہرایا جو گذشتہ محترم مولانا اور موصوفہ بیگم رضی جعفر کہہ چکی تھیں۔ حالانکہ سب سے الگ الگ گفتگو ہوئی تھی۔ ایک سے دوسرے کی رائے کسی کو خبر نہیں۔ اب فون پر محترم رفیق رضوی سے باتوں باتوں میں ذکر کیا۔ پہلا جواب میری باتوں کا انہوں نے بھی یہی دیا کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کی حدیث ضرور لکھوں۔ بہر حال میں نے خود بھی تقریباً دو مہینے کے غور و خوض کے بعد سات بیبیوں کے نام الگ الگ مجلسیں لکھیں اور اس مجموعہ ذاکری کا نام بھی سبعہ ستارہ رکھا ہے

کیونکہ جس شکل میں میں نے ان بیبیوں کو بیٹھے اور ان کے لباس کو دیکھا تھا اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ آسمان پر اسی شکل میں سات ستارے روزانہ نصف شب کے بعد نکلتے ہیں۔ ان کو سبعہ ستارے بنات النعش۔ اڑن کھٹولنا کہتے ہیں۔ حقیقت تو یہی ہے کہ وہ تمام بیبیاں لائق سلام و ستائش ہیں جن کے شوہر یا فرزند شہید راہ خدا ہوئے۔ زمانہ دشمن آہ ایسے میں ان بیبیوں نے کیسے بقائے نسل سادات کی ہوگی۔ واقعات کربلا کے بعد بھی کتنے طوفان بلاخیز اُٹھے۔ واقعہ حرا میں اولاد مہاجر و انصار کی تباہی خاندان بنی ہاشم کی مدینہ منورہ میں مصیبتیں۔ بنی امیہ کے بعد بنی عباس کی ایذا رسانیاں۔ بنی ہاشم۔ اولاد رسولؐ کی مصیبتیں اگر بیان کی جائیں تو دفتر کے دفتر رقم ہو جائیں۔ اولاد امام حسنؑ کو چن چن کر شہید کیا گیا۔ عبداللہ المحض کے بڑے فرزند محمد کو شہید کر کے ان کا سر جدا کیا۔ پہلے حاکم وقت کے پاس بھیجا گیا پھر مختلف شہروں میں پھرایا لاش کو مدینہ منورہ ان کی ہمشیرہ زینب اور بیٹی فاطمہ کے پاس اس حال میں بھیجا گیا کہ ان بیبیوں کے باپ عبداللہ المحض قید مصیبت میں دو سرے بھائی ابراہیم چھپتے پھر رہے تھے کیسے محمد کی ہمشیرہ اور بیٹی نے جنت البقیع میں دفن کیا ہوگا۔ پھر ابراہیم بھی اس

دار و دہش میں شہید کئے گئے۔ ان کا سر قید خانے میں بوڑھے ستم رسیدہ باپ کے سامنے لایا گیا جسے دیکھ کر بوڑھے باپ نے دم توڑ دیا۔ اس سے قبل یحییٰ ابن زید کا واقعہ بھی دلخراش ہے۔ زید ابن علی کو شہید کیا۔ سر کو جدا کیا لاش کی بے حرمتی کی گئی۔ ان کے بعد ان کے ۱۸ سالہ فرزند یحییٰ کو بھی شہید کیا گیا۔ سر مبارک جدا کر کے مدینہ منورہ بھیج کر ان کی مادر گرامی ریطہ بنت ابی ہاشم ابن عبداللہ ابن محمد حنفیہ کی گود میں ڈالا گیا۔ اسی قسم کے صدہا واقعات جاں گداز ہیں جو اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں۔ ہمارا سلام ان تمام آلِ رسول اور دوست داران رسول کے مرد و زن پر جنہوں نے راہ خدا میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں۔ غفور الرحیم شب و روز ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے آمین۔ اللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی محمّدٍ وَّ آلِ محمّدٍ۔

افسوس ہے کہ ان میں کچھ بیبیاں ہمارے اماموں کی مادر گرامی ہیں۔ مثلاً امام محمدؑ باقر کی والدہ امام جعفرؑ صادق کی والدہ سوائے امام زمانہ اور مولا علی کی والدہ کے۔ بعد امام ان پر کیا گذری۔ یا جب ہمارے امام قید میں ہوتے تو ان کی ماں بہنوں بیٹیوں یا بیبیوں کا کون کفیل ہوتا تھا۔ نہ معلوم کیا مصیبتیں اٹھاتی ہوں گی۔ تاریخ بھی غیروں نے لکھی۔ جناب آسیہ پر فرعون کے مظالم

لکھے ہوئے موجود ہیں۔ جناب مریم جناب ہاجرہ جناب سارہ کا بھی ذکر ہے مادرِ موسیٰؑ کا تذکرہ بھی۔ آہ با طہارت مخدرات عصمت نے کیسے زندگی کے دن کاٹے ہونگے۔ اس پر ہمارے علما کو توجہ دینا چاہیے۔ شہر علم اور باب علم کا واسطہ ہماری قوم میں عالم باعمل پیدا کر جن کے قلوب مودّتِ آلِ رسول سے سرشار ہوں جو برائی کی بیخکنی کرنے والے علم کو پھیلانے والے پرخلوص ہوں۔ آمین

۸۶

جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ؕ ترجمہ اور تمہاری کوشش قابل شکر گذار ہے۔ کلام پاک میں کئی جگہ شکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ تمام کلام الٰہی بندوں کو دنیا میں زندگی گذارنے کے بہترین طریقوں پر چلنے اور آخرت کے لئے حصول نعمات آخرت کے لئے رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن بہت بڑی رہنمائی خود خلّاق عالم کی یہ آیتِ مذکورۂ بالا ہے۔ ربّ کائنات خالق یکتا اہل بیت رسول کا شکر ادا کر رہا ہے۔ اب میری کیا حقیقت میرا وجود کیا ہو سکتا ہے۔ میں پہلے اپنے خالق مالک آقا کا بے حد شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے اس لائق بنایا کہ آج میں اسکے بندوں کا شکر ادا کروں۔

اس امر میں مولانا ممتاز الافاضل سید حسن امداد صاحب کا شکر ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ آپ بہت پر خلوص نہایت خلیق و شفیق صاحبِ ایمان دنیوی دکھاوٹ، بناوٹ، تصنّع سے پاک انسان ہیں۔ ان کی عربی فارسی قابلیت ان کی ترجمہ کی ہوئی کتابوں کے سبب اظہر من الشمس ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ میں نے اپنی حدیث لکھنے کے بعد مولانا حسن امداد صاحب کو اصلاح کے لئے دکھائیں۔ آپ خوش ہوئے مجھ سے کہا کہ آپ لکھیں۔ آپ نے بالکل صحیح لکھا ہے۔ مگر بہت اصرار پر پندرہ احادیث کے بعد کہہ دیا کہ آپ پریشان نہ ہوں کسی کی اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ربّ الارباب ان کو حیات، صحت اور ان کے بچوں کو راحت عطا کرے آمین۔ میں دل کی گہرائیوں سے ان کی ممنون ہوں اور دعاگو ہوں۔ عنانِ قلم رکتا ہے اور شکر، شکر کے علاوہ کچھ نہیں کہتا۔ ایک کم مایہ بے بضاعت۔

خاک درِ آلؑ عبا خیر النساء نازک اعظمی

أعوذ بالله من الشيطن الرجيم۔
بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ۔ اَنِیْسَ الْغَرِیْبِیْنَ۔ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ شَمْسَ الْعَارِفِیْنَ سِرَاجَ السَّالِکِیْنَ۔ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَالْمَغْرِبَیْنِ۔ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ۔ مَوْلَانَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ اَبُو الْقَاسِم مُحَمَّدٍ۔ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔ فَصَلِّ عَلَیْہِ یَا رَبِّ۔ اَفْضَلَ مَا صَلَّیْتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ اَصْفِیَائِکَ وَحُجَجِکَ وَاَوْلَادِ رُسُلِکَ یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی وَلِیِّکَ وَبَنِیْ اَوْلِیَائِکَ الَّذِیْنَ فَرَضْتَ طَاعَتَھُمْ وَاَوْجَبْتَ حَقَّھُمْ وَاَذْھَبْتَ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھَّرْتَھُمْ تَطْھِیْرًا۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْہُ وَانْتَصِرْ بِہٖ لِدِیْنِکَ وَانْصُرْ بِہٖ اَوْلِیَائِکَ وَاَوْلِیَاءَہٗ وَشِیْعَتَہٗ وَاَنْصَارَہٗ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ الْکِتَابِ الْحَکِیْمِ ۝

سبع ستارے

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿٣﴾

ترجمہ: "اے پیغمبرؐ ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔ آپ نماز پڑھتے رہیئے اور قربانی کرتے رہیئے۔ بیشک آپ کا دشمن منقطع النسل ہے رہے گا۔

تمام تعریفیں اس ذات پاک وحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں جو ایسا اوّل ہے جس کے پہلے کوئی اوّل نہ تھا۔ اور ایسا آخر ہے جس کے بعد کوئی آخر نہ ہوگا۔ وہ خدا جس کے دیکھنے سے دیکھنے والوں کی آنکھیں عاجز ہیں۔ جس کی توصیف سے وصف بیان کرنے والوں کی عقلیں قاصر ہیں، عبادت اور پرستش کے لائق وہی ذات پاک ہے۔ اس کے بعد ہمارا درود سلام اُن انوارِ مکرم پر جو اوّلِ تخلیق ہیں جن کا نُور پاک نُورِ احدیت سے مشتق ہے۔

سورۂ انّا اعطینٰک یہ ایک ایسی مختصر مگر جامع سورۃ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ کم سے کم مجھ جیسی کم مایہ اس کی کیا وضاحت کر سکتی ہے۔

جبکہ ایک ایک لفظ میں نعت و مدحِ رسولِؐ دوعالم ہے۔ فصاحت، بلاغت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ جب بازارِ عکاسہ میں یہ تین آیات آویزاں کی گئیں تو وہ عرب جو ساری دنیا کے لوگوں کو گونگا یعنی عجم کہتے تھے وہ خود گونگے ہو گئے، اور اگر ہم ذرا غور کریں تو ہمیں اسلام کو فتح نصیب ہو گئی۔ وہ اس کی تفسیر کیا کر سکتے تھے اور نہ جواب دے سکتے تھے ہاں خدائے لم یزل وحدہٗ لاشریک کی خدائی کے حقیقی معنیٰ میں پیروی یہ سمجھ کر قائل ہو گئے۔ ھٰذا الاّ کلامُ البشر کہ یہ آدمی کا کلام نہیں، جب عادت جادو نہیں کہا۔ بلکہ حقیقت جو تھی وہ لبوں پر آ گئی۔ بیشک قرآنِ کریم رحمت اللعالمین کا کھلا ہوا معجزہ ہے، جنابِ موسیٰؑ کے زمانے میں جادو سحر عروج پر تھا تو خالقِ یکتا نے ان کی قوم کو ذلیل کرنے کے لئے ایک لکڑی کے عصا میں وہ قوت عطا فرمائی کہ پوری دنیا کے جادوگروں کے جادو کو تہس نہس کر دیا۔ جادوگروں کو ایمان کی دولت عطا فرمائی صبح کو وہ آئے تو سب کافر تھے، ایک پیغمبرِ خدا کے مقابلے کو آئے تھے، دوپہر کو کلمہ پڑھا، صاحبِ ایمان ہوئے۔ مغرب کے وقت درجۂ شہادت پر فائز ہو کر جنت نشین ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ کا دین غالب ہوا۔ جناب عیسیٰؑ کو یہ

معجزہ عطا کیا کہ آپ مُردوں کو زندہ کر دیتے، کور مادر زاد کو بینائی عطا ہو جاتی مُردوں کو آپ بحکم رب زندہ کر دیتے تھے اور فصحائے عرب کو زیر کرنے کیلئے کلام الٰہی نازل ہوا۔ اب اس سورۂ مبارکہ میں جو الفاظ میرے خیال میں قابلِ بیان ہیں وہ دو ہیں کوثر۔ اور۔ ابتر۔ اور دونوں بامعنی اور کئی کئی معنی رکھنے والے ہیں، عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت پر قطعاً شبہہ کی گنجائش نہیں۔ اور ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ عربی زبان اہلِ جنّت کی زبان ہے۔ اللہ ربّ العزت کے محبوب کی مادری زبان ہے، اور جب یہ اہلِ جنّت کی ہے تو صادق امین سردارِ انبیاء لسانِ صدق جب علیین میں تھے تو یہی زبان تھی، اور جب جامۂ بشری میں تشریف لائے تو یہی زبان تھی اور اب جنّت میں مقامِ محمود پر یہی زبان ہوگی بدلے گی نہیں۔ جب تاریخِ ادبِ اُردو پڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ زبان جو عام بول چال ہے یہ ہر بارہ کوس کے بعد بدل جاتی ہے۔ اس وقت دنیا میں خدا ہی جانے کہ کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ بہر حال اب وہ دو الفاظ اس وقت جس پر ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں تو پہلے لفظ کوثر کو لیتے ہیں۔ یہ لفظ عربی لغت کے حساب سے لفظ فوعل کے وزن پہ آتا ہے اور اس کے معنی کثیر کے ہیں، یہاں تک بات

آگئی، مگر دنیا والے تفسیر میں نہر کوثر کو لے لیتے ہیں اور کثیر کو نظرانداز کر دیا گیا ہمارے آئمۂ اطہار کی تفسیر سے اگر کوئی قائل بھی ہو جاتا ہے تو یہ بحث چھڑ جاتی ہے کہ کس چیز کی کثرت، اب بتایئے جو عالمین کے لئے رحمت بنکر آیا ہے تو اس کے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جس کے لئے کائنات کی تخلیق ہو تو اس کے پاس کس شے کی کمی ہوگی۔ بہر حال یہ تو صرف ناسمجھ ہی سوچ سکتا ہے۔ کسی نے کیوں کہا ہے۔ مصرعہ "کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں" تو جب کمی نہیں تو پھر کیا ہے کثرت۔ آپ کی ذریت بھی کثیر ہے۔ آپ کا ذکر بھی کثیر، جس کی گواہی خود کلام پاک دے رہا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ جبکی مرضی خالقِ کائنات کو اتنی پسند ہے کہ کہدیا وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝

اے ہمارے رسولؐ تمہارا پروردگار تم کو اتنا عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ دیکھئے خوش جب ہوتا ہے جب اس کو اس کی محنت سے زیادہ اجرت ملتی ہے۔

مثال کے طور پر میں نے ایک دن کی اُجرت پر مزدور لگایا، اور اس سے کہہ دیا کہ دیکھو اگر کام صحیح ہوا تو ہم تمہیں پچاس روپے دینگے۔ شام ہوئی مزدور کی اجرت ملنے کا وقت آیا، ہم اسکے کام سے بہت خوش ہو گئے اور کہا ہاں بھئی تم پچاس کے بجائے سَو روپے لو۔ مگر مزدور کا کام بھی اچھا ہے، ہماری نگاہِ کرم بھی اس پر ہے

اور وہ اپنے متعلقین کو خوش کرنا چاہتا ہے تو اُجیر یا مالک کہہ دے کہ چلو ہم تم سے اتنا خوش ہوئے ہیں کہ تمہاری منہ مانگی اشیاء تمہیں دینگے تم اطمینان رکھو، ہم تمہیں اپنے فضل و کرم سے خوش کر دینگے' تو بتایئے یہ عطا یہ کرم کثیر ہوا یا یعنی تمام نبیوں پیغمبروں سے زیادہ آپ کی اُمّت بخشی جائے گی، خلّاقِ عالم ربّ العالمین ہے آپ رحمت اللعالمین ہیں' جہاں جہاں کا وہ رَبّ وہاں وہاں حضورؐ کا دریائے رحمت جاری ہے۔ کثرت ہے کہ نہیں۔ رہ گیا یہ کہ نہرِ کوثر تو یقینی آپ کے لئے بنائی گئی ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاک۔ اگر حضورؐ کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو یہ کائنات پیدا ہوتی لفظ کُن نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ پہلے مالک کے نور کو خلق کیا گیا بعد میں نہرِ کوثر جاری ہوئی۔ یہ ایسی بات ہے جو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہاں انشاء اللہ ہمیں ضرور رحمت اللعالمین کے اشارے پر ساقیٔ کوثر سے جامِ کوثر ملیگا (صلوٰۃ) بشرطیکہ اللہ بزرگ و برتر ہمیں شیطانِ مردود کے بہکانے سے بچائے رکھے۔ آمین!

یقین جانیے ہمیں ہمارے بارہ امام اور مولا ابوالفضل العبّاس جامِ کوثر آواز دیکر، بلا کر پلائیں گے۔ نہرِ کوثر تو حضورؐ کے غلاموں کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ عطا بھی کثیر ہے، چودہ معصومینؑ، بہتّر کربلا والے، سہرا ان کے ساتھ اور کون

کون ہوگا۔ یہ تو بتلانے والے جانیں۔ مگر ہم انشاء اللہ سیراب ہونگے۔ صلواۃ

اب طولِ کلام سے بچتے ہوئے دوسرا لفظ اُبتر ہے جس کے معنی منقطع النسل کے ہیں تو زمانے والوں نے دیکھ لیا۔ محبوبِ حق کو ایذا پہنچانے والا ذلیل ہوا ابتر ہوا، اس کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے۔ عذابِ دوزخ ہے اور سردارِ انبیاء کو ایذا پہونچانے والا ہے، ابتر کے معنی ذلیل اور بے نام ونشان کے ہیں جس کو قادرِ مطلق ذلیل کرے تو کون عزت دے گا، ابتر نہایت ذلیل خوار کو بھی کہتے ہیں، اور ابترکی ابتداء وہاں سے ہوئی جب حضرت آدمؑ کا پتلا تیار ہوگیا اور نورِ جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیشانی جناب آدمؑ میں منتقل ہوا۔ روایت یہ ہے کہ جب بعدِ خلقت جناب آدمؑ نورِ محمد صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پشتِ حضرت آدمؑ تھا تو تمام فرشتے جناب آدمؑ کے پسِ پشت صف بستہ تھے جنابِ آدمؑ کسی کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ گذر گیا جو بھی فلک کا رہنے والا تھا وہ پسِ پشت رہتا۔ یہ آدمی کبھی ایک حال میں نہیں رہتا۔ عجب مچلی ہوئی طینت ہے۔ لہٰذا ایک دن درگاہ ایزدی میں عرض پیرا ہوگئے، بارِ الٰہا! جو بھی تیری مخلوق ہے وہ میرے عقب میں ہے نہ میں کسی کو دیکھ سکتا ہوں، نہ کسی کی بات سن سکتا ہوں، اس کا سبب کیا ہے؟

جواب ملا "اے آدمؑ! یہ تمہارا ذاتی شرف نہیں ہے، بلکہ یہ اس نورِ مبارک کی عظمت ہے، جو تمہارے پشتِ مبارک میں ہے۔ اب جنابِ آدمؑ نے عرض کیا بارِ الہا تو کلِ شئی قدیر ہے۔ کسی ایسے عضو میں اس نورِ مبارک کو منتقل کر دے کہ میں بھی ان کو دیکھ سکوں جو اس نورِ پاک کی زیارت کرتے ہیں، تیرے فرشتے میرے سامنے آجائیں۔ جنابِ آدمؑ کی قسمت کا ستارہ چمک گیا اور وہ نورِ اولین و آخریں پیشانیٔ جنابِ آدمؑ میں منتقل کر دیا گیا۔ سبحان اللہ ہزاروں درود و سلام ان انوارِ مقدسہ پر جن کی یہ عظمت و جلالت و بزرگی ہے، ادھر یہ نورِ پاک جبینِ آدمؑ میں آیا اُدھر ایک منبر نور بنا، اور وہ انوارِ پاک جو دنیا میں آکر صاحبِ محراب و منبر ہونے والے تھے، وہ عرش بریں پر ہی منبر والے ہو گئے۔ ان انوارِ پاک نے آدمؑ کی بلندی پر، تاجِ نور نے نورِ آلِ عبا پر سایہ کیا۔ فرشتوں کو حکم ہوا سجدۂ تعظیمی کرو۔ سب فوراً طاعتِ ربِ اکبر میں جھک گئے، مگر کمبخت شیطان نے انکار کیا۔ راندۂ درگاہ ہوا۔ ذلیل و خوار ہوا۔ نکالا گیا۔ ایسا ذلیل ہوا جیسے کہ شیطان علیہ اللعین ہے یہ بھی ابتر ہے ہر وہ عمل کرنے والا جس میں ربِ ذوالجلال کی حکم عدولی ہو تو اللہ اس پر لعنت کرتا ہے، اور اللہ جس پر لعنت کرے تو اسکا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ سوائے شیطان کے اسکا ساتھی کون ہوگا۔ بہرحال جس پر اللہ لعنت

کرتا ہے ہم بھی لعنت کرتے ہیں۔ اللہ جس کی تعریف کرتا ہے ہم بھی اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اللہ جس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے ہم اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ جس کو نور کہتا ہے ہم اس کو نوری ہی کہتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کبھی ہم یا ہماری نسل سے کوئی کہے ہم جیسا بشر۔ وہ اشرفِ اولادِ آدمؑ ہیں فخرِ آدمؑ ہیں، سردارِ انبیاء ہیں۔ باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ جن کے اسم پاک کی یہ برکت ہے کہ جس نے ایک حرف بھی پالیا تو اس کے لئے باعثِ صد فخر ہو گیا۔ باعثِ مسرت ہو گیا۔

یہاں پر صرف اسی ایک اسم پاک کو عرض کرنا چاہتی ہوں۔ جبکہ قرآن پاک سے آپؐ کے چار سو اسم پاک ملتے ہیں۔ اور جس اسم پاک کو اس وقت عرض کرنا ہے یہ بھی قرآن پاک میں چار مقامات پر آیا ہے (۱) مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل (۲) مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ (۳) اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (۴) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

علل الشرائع۔ امالی۔ معانی الاخبار میں امام حسنؑ سے روایت ہے کہ کچھ یہودی اپنے ایک عالم کو ساتھ لے کر آنحضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں آئے اور عرض کیا کہ آپ کا نام محمدؐ۔ احمدؐ۔ ابوالقاسم۔ بشیر۔ نذیر۔ اور داعی کیوں ہے۔ ؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے میرا نام محمد

اس لئے دکھا ہے کہ انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جس کی ارض و سماء میں اتنی تعریف کی گئی ہو۔ جتنی میری کی گئی ہے۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا کہ مجھے اس وقت صرف ایک اسم پاک کے بارے میں عرض کرنا ہے اور وہ ہے محمدؐ اس کا پہلا حرف میم جناب موسیٰؑ کو ملا۔ آپ دریائے نیل کی طغیانی موجوں کے تھپیڑے سے محفوظ رہے۔ فرعون پر غالب ہوئے، صاحب کتاب پیغمبر ہوئے حضرت نوحؑ کو دوسرا حرف ح ملا۔ آپ صاحب سفینہ ہوئے حق و باطل کا فیصلہ کرنے والے، تمام کافرین کو غرق کرنے والے ہوئے آپ کی کشتی طوفان سے بچی۔ کوہ جودی پر قرار پایا، اور آپ کو آدم ثانی کا خطاب ملا جناب سلیمانؑ نبی کو دوسری میم ملنے کا اعزاز نصیب ہوا۔ آپ کی نبوت چرند پرند درند انس و جن پر تھی۔ ہوا کو آپ کے لئے مسخر کیا گیا، جو آپ کے تخت کو اپنے کاندھوں پر لے کر ایک ماہ کی مسافت ایک دن میں طے کرتی تھی۔ اب چوتھا حرف دال ہے۔ جو حضرت داؤدؑ کے حصے میں آئی۔ آپ کو اسکی برکت سے ملک و حکمت ملا۔ صاحب کتاب پیغمبر ہوئے آپ کے لئے لوہا نرم ہوا۔ قربان اس اسم پاک کے۔ تو اسم اعظم ہے۔ شامل کلمہ ہے۔ جو ہر مسجد میں ہر موذن کے، ہر نمازی کے لب پر ہے، اذان میں ہے اقامت

میں ہے۔ دینِ اسلام کا ایسا رکن ہے کہ اگر کوئی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ نہ کہے تو مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتا۔ انھیں خاتم الانبیاء نور وحدہٗ لاشریک نہیں مانتا مسلمان نہیں اب ذرا ایک بار دل میں ارادہ کیجیے اور آہستہ سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہیئے آپ کے لب بند رہیں گے اور اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی وحدانیت کا اقرار ہو جائے گا مگر ایسا ہی جیسا کہ وہ رب قدیم ہے پہلے بھی اس کی ذات تو تھی مگر متعارف نہ تھی اب آپ نے چاہا کہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ آپ کے دونوں لبوں کو جنبش ہوئی منہ کھلا سانس کے ساتھ فضا میں لو پھیلی کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ ہیں۔ دونوں اسم پاک خالق و مخلوق کی گونج فضائے عالم میں بکھر گئی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں ایک خزانہ مخفی تھا جب میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق کیا۔ پھر آپ کے نور پاک سے نورِ علی مرتضیٰؑ اور معصومینؑ کو خلق کیا۔ اس لئے بارہا حضورؐ نے فرمایا اَوَّلُ خَلَقَ مِنْ نُوْرِیْ۔ اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ اب اللہ بھی نور ہے تو وہ نورِ واحد ہے اور یہ وہ انوارِ مقدسہ ہیں جو ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ یہ جمع ہیں وہ ایسا ایک ہے جس کا دوسرا نہیں

آپ کا نور قبل تخلیقِ کائنات خلق کیا گیا ۱۲ پردہ حجاب میں رکھا گیا اور یہ نورِ پاک تسبیح و تحلیل پروردگار کرتا رہا۔ اسی لئے آپ کا اسمِ مبارک احمد ہوگیا جیسا کہ خود آپ نے فرمایا کہ ابنیاء میں سب سے زیادہ اور ملائکہ میں تمام ملائکہ سے زیادہ حمد باری تعالیٰ کرنے والا کوئی نہیں، کیونکہ میرے نور کی تخلیق اس وقت ہوئی جب کچھ نہ تھا۔ ملائکہ نے ہم سے تسبیح و تقدیسِ رب کرنا سیکھا جیسا ایک اور حدیثِ رسولؐ ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ مٹی اور پانی میں تھے۔ آپ کے بعید معجزات ہیں، اس لئے کہ جتنے معجزات فرداً فرداً ایک ایک نبی کو ملے وہ سب آپ کے پاس ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ تمام ابنیاء کے سردار ہیں، تمام ابنیاء سے زیادہ معجزات ہیں اور پیغمبروں کے یہاں عذاب کے معجزات بھی ہیں۔ مگر قربان جائیے رحمت اللعالمین پر جس نے ابولہبؓ وابوجہلؓ ایسے عظیم دشمنوں کے لئے کبھی عذاب نہیں مانگا بلکہ ابوجہلؓ کے مظالم جب بڑھے تو عذاب کے فرشتے آئے اور کہا "یا نبی اللہ آپ اجازت دیں تو ہم ان مشرکین منکرین ابوجہلؓ اور اس کے ساتھیوں کو معذب بعذاب کردیں آپ نے فرمایا جب مجھے میرے رب نے عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے تو میں کیوں عذاب

چاہوں، میں دعا کرتا ہوں پروردگار تو انھیں ہدایت عطا فرما۔ آپ نے فرشتگان
عذاب کو واپس کر دیا۔ ایسے سراپا رحمت نبی برحق کو دنیا والوں نے کتنی ایذا
پہنچائی جیسا کہ آپ خود فرماتے تھے مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ لَمَا اُوْذِیْتُ کسی نبی کو ایسی
تکلیف نہیں دی گئی جیسی ایذا مجھے دی گئی۔ (روضۃ الاحباب جلد نمبر ۱)۔
مدارج النبوۃ جلد ۲۔ تاریخ بغداد جلد نمبر ۱ سے روایت ہے کہ جب آپ کی علالت
بڑھی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے ایک خطبۂ بلیغ ہدایت اور وصیت کے طور
پر دیا۔ وہاں سے تشریف لانے کے بعد اور زیادہ ضعف اور نقاہت طاری ہوئی
آپ نے اپنے وصی کو طلب فرمایا، بیٹی کو بلایا، حضرت حسنینؑ علیہم السلام کو
بلایا۔

پیارے نواسے، بیٹی، اور آپ کے وصی جب آ گئے تو پہلے بچوں کو سینے سے
لگا کر پیار کیا۔ اپنے وصی علی ابنِ ابیطالب علیہ السلام سے وصیت فرمائی۔ سمجھا
دیا علی جیشِ اُسامہ کے لئے میں نے فلاں یہودی سے قرض لیا ہے تم ادا کر دینا
یا علی میرے بعد تمھیں سخت صدمات پہونچیں گے تم صبر کرنا، اور دیکھو جب
اہلِ دُنیا، دنیا پرستی پر اُتر آئیں تو تم دین اختیار کرنا، مولا علیؑ سے وصیت
فرمانے کے بعد آپ کو غش آ گیا، چاہنے والی بیٹی بابا کے سر مبارک کو آغوش

میں لئے حیران و پریشان بیٹھی تھی' ایسے میں ایک مردِ عرب نے آواز دی "یا رسولؐ اللہ آپ پر سلام ہو' میں مرد مسافر کسی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اجازت دیجئے' تو اندر آ کر حاضر ہوں بی بی نے جواب دیا " اے مردِ عرب' یہ وقت ملاقات نہیں میرے بابا غش میں ہیں' ابھی چلا جا۔ پھر آ جانا۔ دوسری بار پھر دقِ الباب ہوا' اس مردِ عرب نے اذنِ ملاقات چاہا۔ آپ نے پھر اس سے یہی کہا کہ ٹھہر جاؤ بابا غش میں ہیں۔ تیسری بار ایسی مہیب خوفناک آواز آئی کہ بی بی گھبرا گئیں' رسولِؐ دوعالم غش سے چونک پڑے' بیٹی کا حال دیکھ کر آپ پریشان ہو گئے' پوچھا کیا معاملہ ہے' بی بی نے واقعہ بیان فرمایا آپ نے فرمایا " اے میری نورِ نظر پارۂ جگر تم نہیں سمجھیں کہ یہ کون شخص ہے۔ بیٹی تیرے در کی عزت ہے کہ ملک الموت تجھ سے اجازت طلب کر رہا ہے بیٹی یہ بغیر اجازت جاتا ہے' بیٹی اسے اجازت دو کہ یہ آ جائے' بی بی نے اجازت دی' ملک الموت نے فرمایا " یا نبی اللہ خدائے وحدہٗ لاشریک نے بعد تحفۂ درود و سلام ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کو اختیار ہے' اگر ہماری ملاقات منظور ہو تو اپنی موت پر راضی ہو جائیے۔ تمام حور و غلمان ' رضوانِ جنت آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں' اور اگر ابھی مرضی نہیں ہے

تو دنیا میں رہیئے آپ کی خوشی ہمیں منظور ہے۔ آپ نے فرمایا ملک الموت اتنی مہلت دو کہ جبرئیل امین میرے پاس آجائیں اور کچھ خوشخبری سنائیں، ایسے میں روح الامین تشریف لائے۔ محرق القلوب سے روایت ہے کہ جبرئیل نے بھی بعد تحفۂ درود و سلام، عرض کیا "یا رسول اللہ میں آپ کے لئے بشارتیں سنانے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کی آمد کو سن کر فرشتوں نے صف بندی کی ہے، حوروں نے خود کو مزین کیا ہے۔ بہشت آراستہ کی گئی ہے جہنم بجھادی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا" اخی جبرئیل! یہ بشارتیں تو اچھی ہیں، مگر ایسی بشارت دو کہ دل خوش ہو جائے۔ جبرئیل امین نے فرمایا "یا نبی اللہ بہشت حرام تمام پیغمبروں اور انکی امت پر جب تک کہ آپ اور آپ کی امت داخل بہشت نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا" اخی جبرئیل اس سے بہتر خوشخبری سناؤ، اب انھوں نے کہا بروز قیامت تاج شفاعت آپ کے سر پر رکھا جائے گا۔ آپ نے پھر فرمایا "اخی جبرئیل ایسی بشارت دو کہ میرا دل خوش ہو جائے، ملال دفع ہو، آنکھوں میں نور دل میں سرور پیدا ہو، جبرئیل نے عرض کیا، آپ کا مطلب کیا ہے، آپ نے فرمایا" اخی جبرئیل تم جانتے ہو کہ مجھے یہی فکر رہتی ہے کہ

کہ میری امت بخش دی جائے۔ جبرئیلؑ امین نے فرمایا "یارسول اللہ آپ فکر نہ کریں وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ حق تعالیٰ قیامت کے دن اس قدر آپ کی امت کو بخشے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا "اب میں خوش ہوا سب رنج و غم دور ہو گئے۔ پھر ملک الموت سے فرمایا "تم حکم ربی بجا لاؤ۔ آہ! آہ خانۂ اہلبیتؑ میں تاریکی چھا گئی، ہائے واُمحمدا وانبیا کا غل اٹھا۔ ہائے اہلبیتؑ رسولؐ پر مصیبتوں کے در کھل گئے، بی بی نے بین کئے۔

چلاتی تھیں قربان گئی آنکھوں کو کھولو	پھر کلمہ کا شاہد کرو بیٹی سے تو بولو
جاتے ہوئے نواسوں سے بغلگیر تو ہو لو	پھر پیار سے سر رکھ کے مرے زانو پہ سو لو
قربان گئی داغ نہ دیتے ہوئے جاؤ	فردوس میں زہراؑ کو بھی لیتے ہوئے جاؤ

آہ چراغ ہدایت کے گُل ہوتے ہی پروانے جدا ہو گئے، بس جو جان و جگر تھے وہی قریب ہیں۔ دنیا پرست، ظاہری جاہ و حشم کے متوالے، اپنی مرضی کی دنیا تلاش کرنے میں مصروف ہیں۔ بیٹی، داماد و وصی، دو چھوٹے چھوٹے نواسے، دو ایک جگری دوست ہیں جو گریہ و زاری بھی کر رہے ہیں۔ اور سامانِ تجہیز و تکفین میں مصروف ہیں، آہ اٹھا ئیں مادہ صفر

ماتمی لباس میں نمودار ہوئی۔ ہائے یہی ایک بیٹی ہے جو بابا کے لئے اتنا روئی ہے، دوسری کوئی یتیمہ ہے تو سکینہؑ بنت الحسینؑ ہے۔ میں عرض کرونگی بی بی آپ کو تسلّی دینے والے چاہنے والے مولا علیؑ ہیں۔ حضرت حسنین علیہم السلام ہیں۔ ہائے یتیمہ ہائے سکینہؑ جب ہائے بابا کہہ کے روتی تھی، شمرؔ درّے لگاتا، ایک بھائی تھا مگر بے ہوش پڑا تھا

آیا نہ کوئی غش سے اٹھانے کے واسطے طوق و زنجیر لایا شمرؔ پہنانے کے واسطے

آہ عزادارو قرآن میں حکم ہے فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۔ یتیم پر ظلم نہ کرو مگر کسی نے پاس ادب نہ کیا، یتیم رسولؐ کے پہلو پر در گرایا گیا ۔ پہلو شکستہ ہوا، محسنؑ معصوم شہید ہوا۔ جب بی بی وا اَبتا کہہ کے روتی تھیں تو رونے نہ دیا گیا۔ مولا علیؑ سے لوگوں نے شکایت کی۔ آپ جنت البقیع میں جاکر رونے لگیں۔ تو جس سایہ شجر میں بیٹھ کر بین کرتی تھیں وہ بھی کاٹ دیا گیا ۔ بی بی کہتی تھیں" یا بارسولؐ عربی بیٹی کو جلد بلالو۔ ہائے بابا آپ کے بغیر دنیا اندھیری ہے ۔ آہ کل پچھتّر دن بی بی زندہ رہیں۔ آہ بی بی کے چھوٹے چھوٹے بچے بن ماں کے ہوگئے، آہ

شبیرؔ کے اندوہ تو ہیں شہرۂ دنیا دیکھو کہ حسنؑ پر بھی پڑے حادثے کیا کیا

کُل ستا برس کے یتیم اُٹھے سرے جو نانا
بعد اُنکے گرفتارِ رسن باپ کو دیکھا

جی بھر کے بھی ماں کیلئے روئے نہ جہاں میں
جو ہو گئے بن باپ کے مادرِ مفشاں میں

آہ! ہم کیوں نہ خاک اڑائیں، ہائے وہ ایک اٹھائیس صفر تھی جب بی بی یتیم ہو گئیں تھیں، بی بی اب پھر اٹھائیس صفر کی رات، کالی رات، بلا کی رات نمودار ہوئی۔ ہائے خانۂ سیدہ میں پھر نوحہ وشیون ہے۔ بکا ہے بی بی قاسمؑ یتیم ہو گئے۔ بی بی ترے فرزند کے جگر کے ٹکڑے لگن میں ہیں بی بی قاسمؑ ہائے بابا ہائے بابا کہہ کے گریہ کناں ہیں۔ ایسے میں مظلوم کربلاؑ چاک گریباں تشریف لائے، عرض کیا بھتیا حسنؑ! ہائے کیا ہو گیا بھائی سیدِ مسموم نے فرمایا حسینؑ میرے ماں جائے بھتیا۔ تمہیں خدا کو سونپا حسینؑ قاسم ابھی نادان ہے بھتیا، میرے یتیموں کو مرے غم میں رونے نہ دینا، بھتیا کربلا میں اگر اذنِ جنگ مانگیں تو اجازت دے دینا۔ آہ! یہ فرما رہے تھے کہ رنگِ مبارک متغیر ہوا، امام مظلومؑ کو سینے لگا کر اسرارِ امامت تعلیم کیئے۔ کلمۂ شہادت زبان پر جاری ہوا، روح مبارک جنت کو پرواز کر گئی۔ خانۂ سیدہ میں کہرام برپا ہو گیا ؎

اک سمت تھے قاسمؑ کے زلفوں کو پریشاں
اک سمت تھے عباسؑ کھڑے چاک گریباں

اکبرؑ کا یتھا وردِ زباں ہائے چچا جاں
افلاک و زمیں ہلتے تھے محشر تھا نمایاں

جب غسل دکفن دے چکے فرزندِ علیؑ کو
تابوتِ حسنؑ لیکے چلے قبرِ نبیؐ کو

آہ کربلا نہیں۔ سب بھائیوں نے حسنِ مجتبیٰ کے جنازے کو اٹھایا، ہائے کیا عداوت تھی کہ سیدِ مسموم کے جنازے پر تیروں کی بارش ہوئی، ہائے بعد شہادت یہ جفا "ستر (۷۰)" تیر جنازے پر لگے۔ ہائے چاہنے والی بہن تڑپ کر ڈیوڑھی پر آگئی، آواز دی بھیا حسینؑ جنگ نہ کرنا۔ ماںجائے اب ہمارا کوئی چاہنے والا حسینؑ تیرے سوا نہیں ہے

آواز ہوئی قبرِ محمدؐ سے یہ پیدا
میت پہ ترے بھائی کی صدقے ترا نانا
اب دفن میں بھائی کے کرو دیر نہ بیٹا
ہے قبر سے ہاتھ اپنے نکالے ہوئے زہراؑ
تو بھائی کی میت کو لحد میں جو دھرے گا
نانا بھی وہیں آکے انہیں پیار کرے گا

آہ عزادارو: آج اس فرشِ عزا پر ہم بی بی کو اُن کے بابا رسولِ خدا کا اُن کے فرزند حسنِ مجتبیٰؑ کا پُرسہ دینے آئے ہیں۔ بی بی رسولِ عربی کا، سیدِ مسموم کا پُرسہ قبول کیجئے۔ آقا حسینؑ نانا کا پُرسہ قبول کیجئے ہے

نالہ تھا عجب درد سے شاہِ شہدا کا
تھراتا تھا مُردہ حسنؑ سبز قبا کا

ہائے مرے مظلوم آقا بھائی کے جنازے پر لگے تیروں کو دیکھ کر آپ تڑپ رہے تھے۔ مولاً آپ کا لاشہ تیروں پر ہوگا۔ مولاً آپ نے بھائی کے جنازے کو اٹھایا۔ یتیمان حسنؑ کو تسلی و تشفی دی۔ آہ! آہ! مرے آقا سکینہؑ پیاسی پر شمر کی جفا ہائے آپکے یتیم اسیر کئے گئے۔ بیمار فرزند کو بیڑی و طوق خار دار پہنایا گیا۔

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

بہ کچھ دینے والا تو ہی ہے، ترے علم میں ہے۔ مگر تیری کوئی بات حکمت سے خالی نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس آیت کا اشارہ ملیکۃ العرب، شہزادیٔ اسلا اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ صلوات اللہ علیہا کی طرف ہے۔ چونکہ آ اس مجلس میں کچھ ذکر اس بی بی کا کرنا چاہتی ہوں، جس کی عظمت کے لئے یہی، کافی ہے کہ خاتونِ جنّت کی مادرِ گرامی ہیں، جو گیارہ آئمہ معصومینؑ کی جدّۂ ماجد، ہیں۔ تمام مسلمانانِ عالم کی ماں ہیں۔ اور سردارِ انبیاءؐ کی رفیقۂ حیات ہیں مگر اس کے علاوہ جو ذاتی صفات اس سیّدۂ قریش، طاہرہ بی بی کے ہیں اسے بیان کرنے کو تو صفحات درکار ہیں، سلسلۂ نسب میں آپ کے وا ماجد حضرتِ خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصیٰ تھے۔ آپ اپنے والد کی طر سے چوتھی پشت میں حضور سرورِ انبیاء سے ملتی ہیں اور اپنی والدہ کی جانب سات پشت کے بعد حضورؐ کے شریکِ نسب ہیں۔ اگر میں تفصیل بیا کروں تو کلام کو طول ہوگا۔ جناب سیّدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ کے بزرگانِ سلف اور آنحضرتؐ کے بزرگانِ سلف آپس میں ایک دوسرے کی عزّت کر۔ والے محبت کرنے والے تھے۔ جناب خدیجۃ الکبریٰؑ اوائل عمری ہی میں والدین کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئی تھیں۔ دولت کافی تھی۔ آپ نے

اپنے والدین کی تجارت کو باعزت و عفت اپنے فہم و ذکا حسن تدبر سے سنبھالا۔ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۹ میں درج ہے "جناب خدیجہؓ بجید صاحب شرافت اور بے پناہ مال کی مالک تھیں وہ ایک تاجرہ خاتون تھیں جن کا مال ملک شام کی منڈیوں میں جایا کرتا تھا۔ پورے رؤسائے قریش کا جتنا مالِ تجارت ہوتا تھا" اتنا مالِ تجارت آپ کا تنہا ہوتا تھا۔ آپ لوگوں سے اُجرت پر تجارت کا کام لیا کرتی تھیں اور منافع کی شرکت پر مال دیا کرتی تھیں، آپ نہایت صائب الرائے صحیح الفکر، عالی ظرف اور وسیع النظر بلند کردار خاتون تھیں، ادھر صادق و امین کی شہرت کے حامل شہنشاہِ دوجہاں اس کاروبار میں شریک ہوئے اور پہلی بار شامل ہوئے "قافلہ آپ کی قیادت میں رواں دواں تھا کہ اہل قافلہ نے ایک منزل پر قیام کیا۔ سرکارِ دوجہاں ایک درخت کے زیر سایہ تشریف فرماں ہوئے۔ طبقات ابن اسد جلد نمبر ا پر مرقوم ہے کہ نسطور راہب نے آپ کو بیٹھے دیکھ کر کہا "اس درخت کے نیچے تو صرف نبی یا پیغمبر ہی بیٹھ سکتا ہے، اس کے بعد میسرہ نامی غلام، جو سیدۂ قریش جنابِ خدیجہؓ کی طرف سے آپ کے ہمراہ تھا اس کو بلا کر پوچھا، کیا ان کی آنکھوں میں سرخی ہمیشہ رہتی ہے؟ میسرہ نے کہا ہاں ہمیشہ رہتی ہے

یہ سن کر نسطور نے پیش گوئی کی کہ یہ نبیِؐ اکرم خاتم النبیینؐ ہونے والے ہیں۔
اس سفر میں آپ کے اور بھی معجزات ظہور پذیر ہوئے۔ اور بہت منافع کے
کے ساتھ جلد واپسی بھی ہو گئی اب اس کو اتفاق وقت کہیئے یا حکم ربی مانئے
کہ وہ صاحبِ عفت و عصمت بی بی بالا خانے پر تھی کہ قافلے کو آتے ہوئے
دیکھا کہ ایک سوار آرہا ہے اسکے سر پر ابر سایہ کئے ہوئے ہے دو ملک اُڑ
بھی ہیں جو اپنے پروں کو کھولے ساتھ ساتھ آرہے ہیں۔ آپ کے ہمراہ کچھ سہیلیاں
تھیں، آپنے ان کو بھی دکھایا، سب کو تعجب ہوا۔ آپ تشریف لے آئے
اور نوید مسرت دی کہ مال بہت فائدے کے ساتھ فروخت ہوا۔ اس کے بعد
آپ نے میسرہ سے حالات تفصیل سے پوچھے، اس نے وہ تمام معجزات بیان کئے
جو دیکھے تھے مثلاً کم سے کم کھانے میں سب کا کھالینا اور بچ جانا۔ ابر کا
سایہ فگن ہونا نسطور راہب کی پیشین گوئی کہ نبیِ آخرالزماں ہونگے۔ اس نے
بیان کیا، جونکہ کچھ معجزات آپ دیکھ چکی تھیں، اب میسرہ کی زبانی سنکر یقین
محکم ہو گیا، آپ بہت خوش ہوئیں اور میسرہ غلام کو آزاد کر دیا۔ لیکن بات
یہاں تک ہی نہیں آتی، بلکہ آپ خاندانی معلمہ تھیں، آپکے خاندان میں
انجیل کے عالم تھے اور انجیل و توریت سے یہ تمام آثار آنیوالے پیغمبر آخرالزماں

سے آپ کو معلوم تھے، شاید اسی لمحۂ پر مسرت کے انتظار میں آپ نے اپنی عمر کے اٹھائیس برداشتے چالیس سال گذار دیئے تھے۔ بہرحال آپ نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے تمام واقعات بیان کیئے تو انہوں نے بھی تصدیق کی کہ اگر یہ درست ہے تو خدیجہ یقیناً محمدؐ اس امت کے نبی ہیں۔ بیشک، میں پہچانتا ہوں کہ زمانے کو جس نبی کا انتظار ہے وہ یہی نبی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ طاہرہ سیدۂ قریش اب تک کنواری تھیں، یہ روائیتیں صریحی غلط ہیں کہ آپ کی ایک یا دو شادیاں ہو چکی تھیں، اوّل تو یہ کہ عموماً آجکل بھی دولت مند گھرانے کی لڑکیوں کی شادی کم عمری میں نہیں ہوتی اور نہ آج تک کسی شہزادی کی شادی بارہ سال کی عمر میں ہوئی، دوئم یہ کہ آپ والدین کے سایۂ عاطفت سے محروم تھیں۔ اتنے بڑے کاروبار کو چلانا، پھر خاندان میں رہبانیت کو عروج تھا۔ تیسرے یہ کہ ان کو تو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے لئے بنایا تھا۔ اسلام کی مدد کے لئے سنوارا۔ سابق السلام ہونا تھا لہٰذا عام راستے سے ہٹ کر صرف خدائی انتظام پر ایک نظر کرتے ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک بار آپ اپنی کچھ سہیلیوں کے ہمراہ کہیں پر قیام پذیر تھیں یکایک وہاں ایک شخص کہتا ہوا گذرا کہ مکہ کی لڑکیو! تمہارے شہر میں ایک نبی

مبعوث ہونے والا ہے جس کا نام نامی احمدؐ ہوگا. تم میں سے جس کی قسمت کا ستارہ بلندی پر ہو وہ اس کی رفیقۂ حیات بن جائے. یہ سننے کے بعد کچھ مسکرا کر رہ گئیں، کچھ نے برُا بھلا کہا، کچھ نے کنکریاں پھینکیں، لیکن شہزادئ عرب ملیکتہ التجّار غور و فکر کی موجوں میں گم ہوگئیں. یہ روایت تو طبقاتِ واقدی جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۹۵ پر درج ہے. ایک اور روایت ہے کہ آپ نے ایک خواب دیکھا کہ میرے گھر میں سورج اتر آیا ہے. اس کی روشنی سے مکۂ معظمہ کے تمام در و دیوار جگمگا اٹھے ہیں، آپ اس خواب کی تعبیر کے لیے اپنے ابنِ عم ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں، خواب بیان کیا، ورقہ نے تعبیر بتائی کہ تمھاری شادی ایسے شخص سے ہوگی جس کو خالق کائنات نبوت و رسالت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز کرے گا. اب یہاں بے تحاشہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ جیسے سرکارِ دو عالم نے فرمایا. اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کفو نہ ہوتا یونہی میں عرض کرونگی کہ اگر جنابِ خدیجہؑ نہ ہوتیں تو سیدۃ النساء العالمینؑ کی مادرِ گرامی بننے کے لائق کوئی نہ ہوتا. فاطمہ زہرا سی بیٹی گود میں کس کی پلی، دیکھ کر بیٹی کا رتبہ ماں کا اندازہ کرو سیدان شبابِ جنت کی ماں کس کی آغوشِ مبارک میں کھیلتی مہکتی، مسکراتی، پروان چڑھتی. بیشک افضل الانبیاء نورِ ربّ العالمین کیلئے

سی ہی سیدہ، طاہرہ، عقیلہ، شریفہ و رئیسہ، نورانی قلب، ہدایت یافتہ دل رکھنے الی زوجہ کی ضرورت تھی، یقیناً نگاہِ قدرت نے منتخب کیا تھا۔ احسن الخالقین ے اپنے حبیبؐ کے لئے دستِ قدرت سے اس رشتے کو چنا تھا۔ جب بات رشتے ک پہونچی تو روایت یہ بتاتی ہے کہ جناب سیدہ قریش ملکۂ عرب کی ایک عزیز ترین سہیلی نے کہا کہ تمام عرب کے رؤسا، امراء شرفاء کے رشتے آتے ں اور تم ٹھکرا دیتی ہو، کیوں؟ آخر کیا ارادہ ہے؟ اگر کوئی اور ہے نظر میں کم سے کم مجھے تو بتا دو۔ اب وقت یہ آگیا تھا کہ حضور سفرِ شام سے کامیاب جارت اور بہت معجزات کے ساتھ واپس آچکے تھے، تمام لوگوں میں صادق امین کے علاوہ آپ کی دیانت داری، حسنِ مروت، بہترین عادات اور خلاق کے چرچے تھے، ملیکۃ العرب نے کہا "میں اپنے کاروبار کو بھی ترقی یا چاہتی ہوں اس کے لئے مجھے کسی نیک دل، اعلیٰ کردار، بلند اخلاق، ور خدا پرست انسان کی ضرورت ہے، مجھے کسی صاحبِ تخت و تاج، ولتمند کی نہیں۔ بہرحال آپ کی جگری سہیلی نفیسہ بنت منیہ نے حضو سرکارِ دوعالم سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "اول تو وہ بہت مالدار شہزادی ہیں، بڑے صاحبِ حشمت دولت مندوں کو جواب دے دیا

تو پھر میرا کیا ذکر۔ اور اگر تم کہنا ہی چاہتی ہو تو میرے چچا ابوطالبؑ سے اسکا ذکر کرو میں اپنے چچا کے مشورے کے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ نفیسہ بنت منیہ نے سید العرب حضرت ابوطالبؑ سے جاکر عرض کیا۔ سید البلد نے جناب خدیجہ کی منشا حاصل کرنے کے لئے صفیہ نامی خاتون کو ملیکۃ العرب کی خدمت میں بھیجا، چونکہ جناب خدیجہؑ اپنے خاندانی علم اور متعدد راہبوں کی پیشین گوئیوں سے آنے والے تابدار مستقبل سے آگاہ تھیں، آپ خوش ہوئیں اور صفیہ کو قیمتی لباس دیکر رخصت کیا، یوں جناب ابوطالبؑ چند اعزا کو لے کر ملیکۃ العرب کے محل پر تشریف لے گئے۔ رشتہ طے ہو گیا۔ صلوٰۃ:

اب تھوڑا سا ذکر جنت والوں کی شادی کا بھی کر دوں۔ قبلِ اسلام شادی ہوئی، دولھا کی طرف سے سید البطحی ولی ہیں۔ دلہن کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل ہیں۔ بارات تیار ہو رہی ہے، سردار بطحیٰ امام عرب نے اپنے ہاتھوں سے دولھا کو سنوارا۔ خلیلِ خدا کا پیرہن پہنایا، دوش مبارک پر حضرت الیاسؑ کی ردا ڈالی، سر پر سیاہ ہاشمی عمامہ رکھا۔ جناب عبدالمطلب کی نعلین پاک زیب پائے اقدس ہوئی، جناب شعیبؑ کا عصا دستِ مبارک میں دیا۔ عقیق سبز کی انگشتری دستِ مبارک میں

پہنائی گئی برسردارانِ قریش، بزرگانِ مکہ، دانشمندانِ بطحا، ساداتِ نوجوانانِ بنی ہاشم برہنہ شمشیریں علم کر کے سرتاجِ انبیاء کو اپنے جھرمٹ میں لیکر ملیکتہ العرب کے اعلیٰ شان محل کی طرف چلے۔ اس بارات پر رحمتِ الٰہی سایہ فگن ہوئی، چاند ستارے صدقے ہو رہے تھے۔ کہکشاں نثار ہونے آئی، بہاریں پھول برسا رہی تھیں، ارواحِ انبیاءؑ دعائیں دے رہی تھیں، ملائک فرطِ مسرت سے جھوم رہے تھے، اور اسلام مسکرا رہا تھا۔ صلوٰۃ!

آہستہ آہستہ منزل قریب تر ہو رہی تھی، خاتونِ جنت کی ہونے والی ماں، مسلمانانِ عالم کی ماں کا خطاب پانے والی دُلھن کا محل بقعۂ نور بنا ہوا تھا، بے حساب شمعیں روشن، جواہرات ریشمی رنگ برنگ کے چمکدار کپڑوں کے پردے پڑے، اعلیٰ قالین۔ غلاموں، کنیزوں کے دیبا اور حریرِ اطلس کے لباس، سونے چاندی مونگا موتی، لال جواہر کے زیورات ایک رنگ و نور کا دریا پوری آب و تاب سے جاری تھا۔ آج جنت کا گمان ہو رہا تھا۔ مالکانِ جنت کی ماں، مستقبل کی شہزادیٔ اسلام دُلھن منقش زرنگار لباس میں ملبوس، رنگ برنگے جواہرات کے جڑاؤں زیورات زیبِ جسم کئے، سر پر سنہرا زرفشاں تاج، جس کے نُور سے آنکھیں خیرہ ہوں۔

پائے مبارک میں طلائی خلخال ۔ اک جانفزا منظر پیش کر رہا تھا۔ ادھر شہزادۂ عالم کی بارات پہونچی، ادھر حُسن جہاں آرا نُورِ ربّ اکبر سے محلِ جنّت ارضی بن گیا۔ جبرئیلِ امین کو حکم ہوا کہ تمام حاضرینِ محفلِ سعید پر خوشبو چھڑکی جائے۔ خُدا کی قسم یہ روایت ہے لفاظی نہیں، کہ تمام شرکائے بزم شادیِ رحمت و نور حیران تھے اور ہر ایک پوچھتے تھے "یہ بوئے نایاب کہاں سے آ رہی ہے۔ غرضیکہ خوشبوؤں کی بارش ہوئی، انواع واقسام کے میوہ جات اور مشروبات سے مبارک مہمانوں کی ضیافت ہوئی، سردارِ دوعالم کا خطبۂ عقد پڑھنے سیّد العرب اٹھے اور ایسا فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا، جس کی خوشبو اب تک اہلِ مودّت کے مشامِ مبارک میں بسی ہوئی ہے، جنابِ ابوطالبؑ کے ایمان کی گواہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرَاہِیْمَ وَ زَرْعِ اِسْمٰعِیْلَ وَ ضِئْضِئِ مَعَدٍّ وَ عُنْصُرِ مُضَرَ وَجَعَلَنَا حَضَنَۃَ بَیْتِہٖ وَ سُوَّاسَ حَرَمِہٖ وَجَعَلَ لَنَا بَیْتًا مَحْجُوْجًا وَحَرَمًا اٰمِنًا وَجَعَلَنَا الْحُکَّامَ عَلَی النَّاسِ ۝

ترجمہ: تعریف اس خدا کی جس نے ہم کو ذرّیتِ جناب ابراہیمؑ، نسلِ اسمٰعیلؑ، اولادِ معدّ اور مُضر کے صُلب سے پیدا کیا، کعبہ کا محافظ اور حرم کا منتظم مقرر کیا

ورحرم وکعبہ جہاں لوگوں کو امن نصیب ہوتا۔ اس متبرک مقامات کو ہمارے حوالے
کرکے ہمیں تمام لوگوں کا سردار بنایا۔ دوسرا حصہ اِنَّ ابْنَ اَخِیْ ھٰذَا مُحَمَّدُ
بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ لَا یُوْزَنُ رَجُلٌ اِلَّا رَجَحَ بِہٖ شَرَفًا وَّنُبْلًا وَّفَضْلًا وَّعَقْلًا ہ
ترجمہ۔ میرا بھتیجا۔ محمد ابن عبداللہ شرفِ نجابت، ذہانت اور کمال فیض وعقل میں ساری دنیا
سے بہتر ہے۔ وَاللّٰہِ ھٰذَا لَہٗ نَبَاءٌ عَظِیْمٌ وَّخَطَرٌ جَلِیْلٌ جَسِیْمٌ ہ خدا کی قسم ان امور
کے علاوہ میرا بھتیجا مستقبل قریب میں جلیل القدر اور عظیم الشان انسان ہوگا۔ یہ خطبہ
روضۃ الاحباب جلد نمبر ا۔ روضۃ الصفا جلد نمبر ۲۔ سیرت حلبیہ جلد نمبر ا پر درج ہے آخر جملہ جس پر خطبہ
ختم ہوتا ہے۔ آپ کے مبعوث بر رسالت ہونے کی گواہی پیش کرتا ہے ہمارا اسلام سید العرب جناب ابوطالبؑ
جنہوں نے اپنے بابا سے کیے وعدے کو اس طرح پورا کیا جس کی مثال کہیں نہیں ملتی روایت ہے کہ
وجود قلیل المال اور کثیر العیال ہونے کے اپنے بھتیجے کی شادی دھوم دھام سے کی زر مہر خود ادا فرمایا بارہ اوقیہ
(سونے کا وزن ہے) سونا پانچسو درہم اور بیس اونٹ فوراً ادا کیا۔ اسی طرح خطبہ ورقہ بن نوفل نے بھی
پڑھا۔ اس وقت دروازے جنت وا کر دیئے گئے شجر طوبیٰ سے زر و جواہر لٹائے گئے ملائکہ سجدہ ریز ہوئے زمین سے
آسمان تک ہر شئے کو مزین کیا گیا تھا۔ حکم رب العالمین سے جبرئیل نے لواءِ حمد کو خانہ کعبہ پر لہرایا تھا مابین
زمین و آسمان صدا پیدا ہوئی طاہر کو طاہرہ اور صادق کو صادقہ سے رشتۂ ازدواج میں منسلک
کر دیا گیا۔ روایت ہے کہ بعد عقدِ مبارک جناب ابوطالبؑ کئی بار آسمان کی جانب سر اٹھا کر
درگاہِ ایزدی میں شکر ادا فرمایا۔ کہا شکر ہے اس اللہ کا جس نے مصیبت دور کی۔ رنج وغم کے

بادل چھٹ گئے۔ تاریخ خمیس جلد نمبرایوہی یہ جملہ درج ہے۔ آپکے چچا جناب عباس نے قصیدہ پڑھا اَبْشِرُ بِالْمَوَاهِبِ۔ یَا اٰلَ فَهْرٍ وَّ غَالِب۔ اے قریش اور آل غالب عطیوں کی بشارت مبارک ہو قَدْ فَخَرْتُمْ بِاَحْمَدَ زَيْنَ كُلِّ الْاَطَايِبِ۔ تم سب افتخار بن گئے احمد کے دم سے جو زینت ہیں ہر طیب طاہر ذات کے لئے۔ احمد سید الوریٰ۔ خیر ماش و راکب۔ احمد سردار خلائق ہیں جو ہر پیادہ و سوار سے بہتر وافضل ہیں۔

فَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ مَا۔ سَارَ عَيْسٌ بِرَاكِبٍ۔ ان پر لگاتار درود سلام ہوتا رہے جب تک سواریوں پر چلتے رہیں۔ دس اشعار کا یہ قصیدہ ہے یہاں میں نے چار شعر درج کئے اب ابائے نبیؐ کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ آپ کا پورا خاندان دین ابراہیمی پر تھا اور اسلام میں بھی دین ابراہیمی کے احکامات جاری وساری ہیں۔ تاریخ بتا رہی ہے کہ اس وقت کائنات جھوم رہی تھی فضاؤں میں خوشبو پھیلی تھی ہر شئے پر بہار کا سماں تھا۔ جدۂ حسنین علیہم السلام کے رُخ انور پر نور ساطع ہو رہا تھا کہ چراغوں اور شمعوں کے انوار ماند پڑ گئے تھے ملیکۃ العرب خاتونِ جنت کی ہونے والی کل مومنین کی ہونے والی عالی مرتبت ماں کے چہرۂ منور کے نور کو دیکھ کر ہاشمی خاندان اور عبد المطلب کے گھرانے

کی عورتیں غرقِ حیرت ہو رہی تھیں، جنابِ خدیجہؑ نے حضور سرورِ کائنات کے لئے بھی اپنا ہی ایسا بیش قیمت اعلیٰ جواہرات سے سر کا تاج تیار کرایا تھا، یہ ایسی بے مثال شادی تھی کہ کائنات مسرور تھی، اور یہ سب حضور سردارِ انبیاء رحمت اللعالمین کے نورِ پاک کا مظہر تھیں۔ یقین جانئے کہ اس شادی کے مناظر پر لکھنے کے بعد جو سُرور مجھے ملا ہے اس سے ایک خواہش یہ پیدا ہوئی ہے کہ پروردگار میں نے جتنی مجلسیں پڑھی ہیں تو سب قبول فرما، اور مجھے جنّت میں قُربِ اہلبیتؑ نصیب کرنا، اہلِ جنّت کیلئے میں نے سُنا ہے کہ انھیں جس چیز کی خواہش ہوگی ان کو ملے گی، تو میری یہی خواہش ہوگی کہ میں تیرے حبیب۔ معراج کے دُولھا، ملیکتہ العرب جدّیٔ حسینؑ کے دولھا کی شادی کا منظر دیکھوں۔ اور دُولھا دُلھن دونوں پر قربان ہو جاؤں۔ (صلوٰۃ) تاریخ بتاتی ہے کہ جو نور اور خوشبو۔ کھانے پینے کی اشیاء کی بہتات تھی ایسی اہلِ عرب نے کبھی نہ دیکھی تھی، اور یہی کہتے تھے کہ یہ سب فضل و شرف حضور رحمت اللعالمین کا ہے۔ یہ عطیۂ الٰہی ہے۔

اب پھر ایک جملہ عرض کرتی ہوں کہ یہ سب انوارِ مقدسات کا سبب بھی تھا، جو آپ دونوں کی پیشانیٔ مبارک میں جلوہ فگن تھے شمع فانوس میں رہ کر

وہ روشن ہوتی ہے۔ یہ اس دور کی خصوصاً شیعہ خواتین کے لئے بھی درس
ایت ہے کہ پردے کی پابند ہوں، شرم وحیا اختیار کریں۔ بی بی خدیجہؑ نے
نی بڑی تجارت باپردہ کی تھی، اسلام میں عورت کو بہت حقوق ملے ہیں، مگر
چند اصول عفت وعصمت کے ساتھ ساتھ ہیں۔ بہر حال ولیمہ کے متعلق
بھی مختصراً سن لیجئے، جناب خدیجۃ الکبریٰؑ بہت دیندار، باعصمت رحمدل
خاتون تھیں، آپ کے یہاں یتیموں، ناداروں، بیکسوں کی بہت مدد ہوتی تھی
شادی کے ولیمہ میں صرف اہلِ خاندان ہی نہیں، بلکہ دُور دور تک ہر یتیم
غریب، نادار تک کو کھانے پینے کی اشیاء لباس بھیجا گیا جو پارسل کر کے
سواریوں کے ذریعے تقسیم ہوا۔ جو ایسے باحیا غریب تھے کہ ایسے عام طور سے
لیتے، انھیں تمام خوردونوش کا سامان لباس وغیرہ تحفتاً بھیجا گیا۔ خدا کی قسم
بحار الانوار جلد ۶ صفحہ ۱۱۲ پر یہ سب تفصیل کے ساتھ رقم ہے، میں نے
یہاں مختصر عرض کیا ہے، بہر حال بی بی کی شادی پر کوئی حاجت مند محروم
نہیں رہا۔ یہ اسلام کی شہزادی بے انتہا دولت کثیر و جہیز لے کر حضورؐ کے
درِ دولت پر آئیں، تمام مالِ کثیر نذرِ اسلام کر دیا، فقر و فاقے کئے اپنے
شوہر کے ساتھ جو وفا کی مثال پیش کی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ خدا کی قسم

غارِ حرا جس پہاڑی پر ہے اس کی بلندی دیکھ کر ہمارے قافلے والے کچھ اوپر زیارت کو نہیں گئے، حالانکہ اس پہاڑی کا معجزہ مولانا رضی جعفر نے بیان کیا کہ اس کی بلندی پر چڑھنے سے کوئی تکان نہیں ہوتی، مگر بلند پہاڑی پر چودہ سو سال قبل یہ امیر ترین خاتون روزانہ دو مرتبہ حضور کے لئے کھانا لیکر جایا کرتی تھیں، رسالت کی تصدیق کرنے والی پہلی خاتون نماز پڑھنے والی پہلی خاتون تھیں، شفیعۂ روزِ جزا، جس کی شادی میں کوئی بھوکا پیاسا نہ رہا۔ افسوس عزادارانِ حسینؑ ہم کیوں نہ سر و سینہ پیٹیں۔ کیوں نہ ماتم کریں، ہائے اس شہزادیٔ اسلام کے ننھے ننھے بچے کربلا میں بھوکے پیاسے شہید کئے گئے" آہ آپ کے چھوٹے لوائے حسینؑ کے خیمے میں صدائے العطش بلند ہے، صبح سے لاشے لانا گریہ کرنا پھر قتل گاہ میں جانا، یہی حسینؑ کا کام ہے، ہر شہید نے ایک ایک معرکہ کیا، مگر مظلوم آقا تشنہ لب آقا نے بہتر معرکے سر کئے۔ ہائے اب وہ وقت آ گیا کہ حسینؑ کا کڑیل جوان۔ شبیہہ رسولؐ اذنِ جنگ مانگ رہا ہے۔ سیدانیوں میں کہرام برپا ہے ہائے حمید بن مسلم کہتا ہے کہ کسی ہاشمی شہید کے وقتِ رخصت حسینؑ کے خیمے میں ایسی گریہ وزاری نہ ہوتی تھی، جتنی شبیہہ رسولؐ کی رخصت پر

ہوئی۔ستر بار خیمے کا پردہ اٹھا اور گرا جب شہزادہ آنا چاہتا کوئی بی بی قدموں سے لپٹ جاتی تھی خود مظلوم کربلا رنگ مبارک کا متغیر ہو گیا، فرزند کو سینے سے لگا کر گھوڑے پر سوار کرایا، فرمایا علی اکبرؑ جب تک قریب رہو بیٹا گردن پھرا کر دیکھتے رہنا۔ مولاؑ فرزند کو دیکھتے رہے۔ آہ جب شبیہہ رسولؐ فوجوں کی آڑ میں آ گئے، ہائے آقا نے دونوں دستِ مبارک آسمان کی جانب بلند کئے اور فرمایا، پروردگار گواہ رہنا۔ اب میدانِ قتال میں میرا وہ فرزند جا رہا ہے جو میرے نانا رسولِ عربی سے مشابہ تر ہے رفتار میں گفتار میں اخلاق میں حسنِ صورت میں حسنِ سیرت میں اے پالنے والے جب میں اپنے نانا رسولِ عربیؐ کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اپنے فرزند کو دیکھ لیتا تھا۔ آہ روایت ہے کہ اس کے بعد مظلوم آقا درِ خیمہ پر کھڑے ہو گئے ادھر خیمے میں پالنے والی بے چین ہیں، ہائے علی اکبرؑ ہائے علی اکبرؑ کے سوا کچھ نہیں بولتیں، ماں جگر تھامے خاک پہ بیٹھی ہے، فضہ درِ خیمہ پہ کھڑی روئے حسینؑ پر نظر کئے ہے۔ ایسے میں اکیلا علی اکبرؑ بہت سے ملاعین کو واصلِ جہنم کر کے واپس لوٹے فرمایا بابا پیاس مارے ڈالتی ہے۔ بابا تھوڑا سا پانی مل جاتا تو پھر جنگ کی طاقت آ جاتی۔ ہائے پانی کہاں، ماں باپ کا جگر پانی ہو گیا۔ فرمایا۔ میرے لال بابا پر بہت

شاق ہے، بیٹا تیری مدد ساقی کوثر کریں۔ آہ روایت ہے کہ آپ نے انگوٹھی فرزند کے منہ میں دیدی، پھر فرزندِ جواں جاکر فوجوں میں ڈوب گیا۔ آہ جوشِ شجاعت میں علی اکبرؑ قلبِ لشکر میں در آئے، آہ ایک زخمی تین دن کا بھوکا پیاسا، کنبہ کی تباہی کا غم بابا کی مصیبت پہ دل ٹکڑے ہوا زخموں سے چُور، ایسے میں منقذ لعین نے کمین گاہ سے ایک تلوار کا وار کیا۔ شبیہہ رسولؐ کا سرِ اقدس شگافتہ ہوگیا، حصین بن نمیرؒ نے سینۂ اقدس پر نیزہ لگایا، نیزے کی انی جگر میں رہ گئی، گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔ گھوڑا لیکر چلا، چاروں طرف دشمن کہیں راہ نہ تھی، دشمنوں نے تلواروں پر تلواریں لگائیں۔ حتّٰی قَطَعُوہُ اِرباً اِربا" (تمام اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ پُشتِ زین سے فرشِ زمین پر تشریف لائے، آواز دی یَا اَبَتَاہُ اَدرِکنِی۔ یَا اَبَتَاہُ عَلَیکَ مِنِّی السَّلَامُ۔ بابا جان مدد کیجئے۔ بابا میرا سلام آخر قبول ہو۔

آہ! جس وقت یہ آواز مولا نے سُنی، آنکھوں میں اندھیرا ہوگیا۔ چہرۂ مبارک زرد پڑ گیا، خیمے کی طناب ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ ادھر فضہ بے چین ہوکر اندر آئی، امّ المصائب نے دیکھا اور خیمے سے باہر نکل پڑی آہ مظلوم آقا کو راستہ نظر نہ آتا تھا۔ روایت میں ہے کہ حسینِ مظلوم ہر جگہ

گر گر پڑتے ہائے ناطاقتی سے گرتے تھے۔ شبیہہ پیغمبرؐ کی محبت میں اٹھتے تھے۔

فرماتے تھے اے علی اکبرؑ پھر بابا کو پکارو۔ ہائے علی اکبرؑ آنکھوں میں اندھیرا

ہائے علی اکبرؑ ہے

بیٹا پکارو پھر کہ بصارت میں فرق ہے — اے نورِ عین جسم کی طاقت میں فرق ہے

تم یہ نہ جانیو کہ محبت میں فرق ہے — زخمی ہے قلب روح کی راحت میں فرق ہے

داغِ جگر ملا ہمیں گودی میں پال کے — کس کو دکھاؤں اپنا کلیجہ نکال کے

آہ عزادارو! میں نے کہیں پڑھا ہے کہ علی اکبرؑ کا گھوڑا آپ کو ملا اور

ہنہنا کر اپنے ساتھ لایا۔ خدا کسی باپ کو یہ دن نہ دکھائے، آپ نے اپنے زخمی زخمی

جوان کو ایڑیاں رگڑتے ہوئے دیکھا، آہ میر انیس ایک بند میں فرماتے ہیں کہ

ہچکی کے ساتھ کہتے ہیں ڈاکر کے چشم تر — اے جانِ جسم زار میں اور ایک دم ٹھہر

اے موت بے وطن کی جوانی پر رحم کر — اے درد تھم کے پھٹا جاتا ہے جگر

پھر ایک بار سیدِ والا کو دیکھ لوں — ہائے مہلت بس اتنی دے کہ میں بابا کو دیکھ لوں

آہ مولاؑ کا جگر پھٹ گیا، بیٹے کا سر آغوش میں لیا فرمایا علیؑ اکبر کوئی

وصیت تو کرو۔ آنکھیں کھولو، ہائے علیؑ اکبر اب زندگانی دنیا پر خاک ہے

بیٹا کوئی حسرت ہو تو کہو، علی اکبرؑ نے آنکھیں کھولیں فرمایا، بہن صغرا

وعدہ وفا نہ کر سکا۔ بابا صغرا میری یاد میں بے چین ہو گی۔ ہائے بہن نہ تم ہمیں دیکھ سکیں، نہ ہم تمہیں لا سکے۔ آہ امامِ مظلوم کس طرح کڑیل جوان کی لاش خیمے میں لائے ہوں گے۔ آہ تصور کیجئے! ہائے پالنے والی پھوپھی نے کیسے صبر کیا ہو گا، ہائے جس کا جوان لال بچھڑ جائے کیا حال ہوا ہو گا۔

بھو شریکِ بزمِ شہِ مشرقین کو — دے لو جوان بیٹے کا پرسہ حسینؑ کو
ہے ہے حسینؑ آپ کا دلبر بچھڑ گیا — فریاد ہے شبیہِ پیمبر بچھڑ گیا
واحیف وادریغ دلاور بچھڑ گیا — دردا وحسرتا علی اکبرؑ بچھڑ گیا
مظلومیت پہ تشنہ دہانی پہ روئیں گے — جب تک جئیں گے اکی جوانی پہ روئیں گے

مولاؑ یہ ذکر قبول کیجئے۔ مولاؑ یہ ذرا اشکِ عزا قبول کیجئے۔

maablib.org

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَآءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا ○

ترجمہ:- یقیناً تمہارے لئے اچھا عوض ہے تمہاری کارگزاریوں کے صلے میں، اور تمہاری کوشش قابلِ شکر گذاری ہے۔

تمام تعریفیں اُس ذاتِ واحد کیلئے جس کی یاد۔ یاد کرنے والوں کیلئے سرمایۂ عزّت ہے۔ اور جس کا شکر، شکر گذاروں کے لئے وجۂ کامرانی ہے۔ تمام تعریف اُس وحدہٗ لاشریک کے لئے زیب دیتی ہے جس کی فرمانبرداری فرماں برداروں کے لئے ذریعۂ نجات ہے۔ اُس کے بعد ہمارا دُرود وسلام اُن ذواتِ مقدسہ پر ہو جو بنائے تخلیقِ کائنات ہیں۔ اور محبوبِ ربِّ کائنات ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "یہ یقیناً ہوگا تمہاری کارگزاریوں کے صلے میں اور تمہاری سعی قابلِ شکر گذاری ہے" یہ آیۂ مبارکہ سورۂ دہر کی ہے، یوں تو تقریباً پورا سورۂ دہر اہلبیتِ رسولؐ کی شانِ مبارک میں قصیدہ ہے، ایک ایک لفظ منقبت میں ڈوبا ہوا ہے، کلامِ الٰہی کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ

ثناءِ اہلِ بیتؑ ہم کیا سمجھ سکتے ہیں' اور جب خود ہی نہیں سمجھے تو پھر دوسروں کو کیا سمجھا بتا سکیں گے' اس وقت مجھے صرف دو لفظوں کے بارے میں عرض کرنا ہے وہ ہیں سعی اور شکر گذاری۔ سعی' جس کے معنیٰ کوشش' پیروی' جدوجہد' تگ و دو ہیں' سعی کہنے میں بہت آسان ہے' مگر ذرا اس ماں سے کوئی پوچھے جو اپنے شیر خوار فرزند کی پیاس سے بے چین ہو کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان کیسے دوڑی کر رہی تھیں۔ بلکہ صدیاں گذر جانے کے بعد ان کی آل میں خاتم النبین کی اُمت پر حج و عمرہ ادا کرنے والے تمام مومنین و مومنات مُسلمین و مُسلمات پر سعی واجب ہو گئی' حالانکہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئیں۔ اجر بھی ایسا ملا جو دونوں جہان کی نعمتوں کا سرچشمہ انکے تو ان کے بلکہ ان کی پیروی کرنے والوں کے لئے بھی بن گیا' یہ ضرور ہوا کہ چشمۂ زم زم جاری ہوا۔ ان کا بچہ سیراب ہوا' تمام پینے والوں کے لئے دنیوی اور اُخروی نعمتوں کا وسیلہ بنا' مگر لبِ قدرت نے کہیں شکریہ نہیں ادا کیا۔ کلام پاک میں اکثر انبیاء کا تذکرہ ہے۔ اور ربّ ودود نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہمارے اس بندے نے ہمارا شکر ادا کیا۔ جناب نوحؑ کے لئے ارشادِ ربّ العزت ہے ۔ سورۂ بنی اسرائیل

پارہ نمبر ۲۹ آیت ۳۔ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا
شَکُوْرًا ۝ اے ان لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار
کیا تھا، میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا، بیشک نوحؑ بڑا شکر گذار بندہ تھا
مگر میں اور میرے ماں باپ قربان اُن برگزیدہ ہستیوں پر جن کو مخاطب
کر کے وہ ذاتِ پاک جو علیٰ کلِّ شیٔ قدیر ہے، خالقِ کائنات ہے۔ جس
قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے، جو اس وقت بھی تھا جب کچھ نہ تھا اور اس وقت
ہوگا جب کچھ نہ ہوگا وہ وحدہٗ لاشریک فرماتا ہے کہ اے اہلِ بیتِ رسول
ہم آپ کی کوششوں کے شکر گذار ہیں۔ تمام سورۂ دہر میں کہیں حور کا ذکر نہیں
کیوں۔ جہاں جنت کا تذکرہ ہے وہاں بلوریں جام کا۔ ہاں مگر تین جگہ
فضہ کہا گیا۔ فضہ کے معنی چاندی کے ہیں۔ قَوَارِیْرَا مِنْ فِضَّۃٍ
قَدَّرُوْھَا تَقْدِیْرًا ترجمہ: اور شیشے بھی (کانچ کے نہیں) چاندی کے جو ٹھیک
اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ یوں تو کلام پاک ایسی جامع اور کامل
کتاب ہے کہ جس کی مثال تمام کتبِ آسمانی میں بھی نہیں۔ خود ارشادِ
ربُّ العزت ہے کہ ہم نے تمام رطب و یابس کو قرآن میں بیان کر دیا
اگر ہم تھوڑی سی محنت کریں، اور جیسا کہ حکمِ ربّی بھی ہے۔ کہ قرآن میں تدبر

رتفکر کریں تو معلوم ہوگا کہ کتنا حق ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مدح کر رہا ہے۔
یہاں عمل ہو رہا ہے وہاں قرآن بن رہا ہے۔ آیۂ تطہیر سے بڑھ کر طہارت کی سند کوئی لادے، آیۂ تطہیر کا ذکر ہوا تو وہ لمحہ بھی یاد آگیا جب خالقِ رض و سما: ساکنانِ عرش سے کہتا ہے مجھے قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ میں نے آسمان و زمین، چاند، سورج اور بہتے دریا یہ سب ان پانچ رزگواروں کی محبت میں بنائے ہیں۔ جناب جبرئیلِ امینؑ سوال کرتے ہیں، اے پاک پروردگار! وہ کون بزرگوار ہیں۔ تو قدرت کی جانب سے حکم ملتا ہے۔ وہ اہلِ بیتِ نبوتؐ، معدنِ رسالت ہیں۔ فاطمہؑ ہیں ان کے باپ اور ان کے شوہر، ان کے دونوں فرزند ہیں۔ حالانکہ دستور ہے کسی رزگ ہستی سے تعارف ہوتا ہے۔ یہاں خاتم النبیینؐ افضل الانبیاء جیسی بلند ہستی موجود ہیں اور پہچان کرائی جا رہی ہے۔ بنتِ رسولؐ سے۔ پہلے خطاب دیکھئے وہ ہستی کون ہے۔ وہ اہلِ بیتِ نبوتؐ ہے، معدنِ رسالت ہے، یعنی وہ بی بی جس کا نام پاک لینا ہے تو پہلے اس کے مرتبے کو بھی بتا دیا۔
یہاں ایک چھوٹی سی مثال یاد آگئی، عرض کرتی چلوں، اگر ہمارا گذر ایک ایسے باغ میں ہو، جہاں بہت سے اقسام کے درخت ہوں جن کو ہم جانتے

نہ ہوں تو یقیناً مالی سے پوچھیں گے کہ یہ کیا ہے، وہ جواب دے گا کہ
آم کا یا سیب کا درخت ہے، ہاتھ ہم نے درخت کے تنے پر رکھا، نظر
ہماری ڈالیوں اور پتوں پر ہے۔ لیکن مالی ہمیں اس کے پھل سے پہچ
ہے، عام زبان میں محاورہ بھی ہے کہ درخت اپنے پھل کے سبب سے
جاتا ہے، تو یہ وہی شجرِ طیبہ ہیں جن کا ذکر قرآنِ پاک میں ہے۔ آج اس
مجلس میں کچھ ذکر اپنی بی بی شفیعۂ روزِ جزاء کا کرنا چاہتی ہوں، بی بی قبول
آمین

ہمارا منہ کہ ہم دعویٰ کریں ان کی کنیزی کا

بس اتنا ہے کہ دل سے سیدہؑ کا نام لیتے ہیں

میں قربان میرے ماں باپ فدا، اس بی بی پر جو نورِ اولین و آخر
ہے، جس کی تخلیق نور سے ہوئی، پھر اس کے نورِ پاک سے آسمان و زمین خل
کئے گئے۔ جیسا کہ جنابِ محمدِ مصطفےٰ احمد مجتبیٰ زبانِ وحی سے ارشا
فرماتے ہیں کہ ہمارے نور کی تخلیق اُس وقت ہوئی جب نہ زمین کا فرشِ خاک
بچھا تھا، نہ یہ نیلگوں آسمان کا شامیانہ تھا، نہ جنتیں سجائی گئی تھیں، نہ
جہنم کی آگ تھی، نہ لوح و قلم کچھ بھی نہ تھا، مگر وہ ذاتِ واحد تھی اس کے

ذات نے جب ہمیں خلق کرنا چاہا، ایک کلمہ ادا کیا جو نُور بن گیا، پھر دوسرا کلمہ جاری ہوا، وہ رُوح بن گیا، اس کے بعد اُس نے حکم دیا تو نُور اور رُوح دونوں مخلوط ہو گئے جس سے مجھے اور علیؑ کو خلق کیا۔ میرے نُور کی ضو سے عرش میں کے نُور کا ظہور ہوا، اس لئے میں عرشِ معلّیٰ پر فضیلت مآب ہوں۔ علیؑ کے نُور سے آسمانوں کے انوار خلق ہوئے، علیؑ اس وجہ سے تمام آسمانوں سے بزرگ و برتر ہیں۔ پھر حسنؑ مجتبیٰ کے نُور سے آفتاب کے نُور کو اور حسینؑ کے نُور سے قمر کے نور کو پیدا کیا، ملائکہ ہمارے انوار کو دیکھ کر کہنے لگے سُبحان اللہ کس قدر مکرم ہیں یہ انوارِ پاک۔ پھر حقِ سُبحانہٗ تعالیٰ نے ملائکہ کا امتحان لینا چاہا تو ایک سیاہ بادل بھیج دیا جس کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا، ایسا اندھیرا کہ انھیں قریب کی بھی کوئی شے نظر نہیں آتی تھی، ملائکہ نے درگاہ ایزدی میں دعا کی اے ہمارے اللہ، اے ہمارے مالک جب سے تو نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم نے کبھی ایسی ظلمت نہیں دیکھی۔ اے اللہ تجھے اِن ہی انوارِ مکرم کا واسطہ اس اندھیرے کو اس تاریکی کو دُور فرما۔ ارشاد ہوا مت گھبراؤ ہم اس تاریکی کو دُور کرینگے۔ اسوقت میری جگر گوشہ زھرا کے نور کا ظہور ہوا، اس نُورِ پاک کو قندیل کی طرح گوشوارۂ عرش میں آویزاں کیا۔ جس کی روشنی سے تمام آسمان و زمین جگمگا اُٹھے۔ صلوٰۃ!

تمام ملائکہ نورِ جنابِ زہراؑ کو دیکھ کر پھر تسبیح و تقدیسِ کردگار میں مشغول ہو گئے اب ارشادِ ربّ العزت ہوتا ہے" اے میرے ملائکہ! میں اپنی عزت و جلالت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری اس تسبیح و تقدیس کا ثواب فاطمہ زہراؑ، اُس کے پدرِ بزرگوار، اُس کے شوہرِ نامدار اور اس کی اولاد اور اولادوں کے محبّوں کو عطا کروں گا۔ خدا کی قسم یہ روایت بحار الانوار جلد نمبر ۳، صفحہ ۲۶ پر درج ہے۔ مولانا و مترجم جناب سید حسن امداد ممتاز الافاضل ہیں۔ یوں تو اسمِ پاکِ زہراؑ کی وجہِ تسمیہ بہت سے نوری واقعات ہیں، مگر جس کو پڑھنے یا کہنے سے میرا جی نہیں بھرتا۔ عرض کرتی ہوں، امامِ انام حضرت جعفرِ صادقؑ فرماتے ہیں کہ میری جدّہ معظمہ کو اس سبب سے بھی زہراؑ کہتے ہیں کہ ربّ الارباب نے جنت میں ان کے لئے ایک قبّہ معین فرمایا ہے جو یاقوت احمر کا ہے، شان اسکی یہ ہے کہ وہ بالائے ہوا بلند ہوا ایک سال کی راہ تک پہنچ کر بالائے ہوا معلق ہو گیا، نہ کوئی ستون ہے، نہ کوئی اور ایسی شے ہے جس پر وہ قائم ہو صرف قدرتِ خدائے لم یزل اس کو روکے ہوئے ہے۔ اہلِ جنت جب اس کو دیکھتے ہیں تو اس کی چمک کوکبِ دُرّی سے ملتی ہوئی نظر آتی ہے، گویا جیسے اہلِ دنیا کو آسمان پر کوکبِ دُرّی چمکتا ہوا نظر آتا ہے ــــــــــ

یُونہی اہلِ جنت کو وہ قبۂ نوری چمکتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بی بیؑ کے نُور کے متعلق اسی بحار الانوار جلد نمبر ۲ جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے مولانا موصوف کا ترجمہ صفحہ نمبر ۴۵ پر درج ہے کہ جب ماہِ مبارک رمضان کا چاند دیکھنے بی بی تشریف لے جاتی تھیں تو آپ کے چہرۂ انور کا نور غالب ہوتا تو وہ نظر نہیں آتا، ور آپ سامنے سے ہٹ جاتی تھیں تو وہ نظر آنے لگتا تھا۔

یہ قطعہ ملاحظہ ہو

آج ہے ذیل کے پردے سے نکلی چاندنی ۔۔۔ رات بھیگی بھیگی سی دیکھو سہانی چاندنی

رہ گئی ہے شرم سے زہراؑ کے آدھی چاندنی ۔۔۔ رُوئے جبہ اللہ سے ہے ماہِ کامل کو عروج

قربان میں اس نور پاک کے جس کے پرتو سے ہلال ماند پڑ جاتا تھا۔

امام حسنؑ سے روایت ہے کہ جنت میں ایک ایسا چشمہ جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ خالقِ یکتا نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو لباسِ بشری پہنانے کے لئے اس چشمے کی تہہ کی مٹی کو شرف بخشا جب وہ مٹی کچھ بچ رہی تو اس سے ہمارے چاہنے والوں کے دل اور آنکھیں بنائیں ہمارے ماننے والوں کے دل اور آنکھیں اسی سبب سے ہماری طرف کھنچتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ہماری خوشی سے خوش ہمارے غم سے غمزدہ ہوتے ہیں وہ مثلِ اولاد ہمارے لئے ہیں ہم بھی ان کے

غم اندوہ سے اندوہگیں اور ان کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں۔ ابن عباسؓ
ایک روایت یاد آگئی۔ فرماتے ہیں کہ جب حشر کی مصیبت سے نجات ملے گ
اور اہلِ جہنم جہنم میں، اور اہلِ جنت جنت میں داخل ہو چکے ہونگے، تو اہ
جنت لباسِ حریر پہن کر آراستہ و پیراستہ ہوکر تخت نشین ہونگے اس وقت
جنت میں ایک ایسی تجلی کی چمک ہوگی کہ آنکھیں خیرہ ہونے لگیں گی، اہلِ جنت
متعجب ہوکر درگاہِ ایزدی میں عرض کرینگے اے نار و جنت کے مالک، اے
صادق الواعدہ تو نے فرمایا تھا جنت میں نہ تو رات ہوگی، نہ آفتابِ عالم تاب
کی چمک ہوگی، جیسا کہ کلامِ پاک کے سورہ دہر میں ارشاد ہوتا ہے لَا یَرَوْنَ
فِیْھَا شَمْسًا وَّلَا زَمْھَرِیْرًا اے مالک اب یہ روشنی کیسی ہے
اس وقت ندائے قدرت ہوگی۔ اے اہلِ جنت یہ نورِ آفتاب و ماہتاب نہیں
بلکہ علیؑ و فاطمہؑ کو جنت کی کسی شئے کو دیکھ کر خوشی ہوئی، متعجب ہوئے اور
مسکرائے، یہ اُن کے دانتوں کی چمک ہے۔ جس کے نور سے تمام جنتیں روشن
ہوگئیں۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسی شئے نظر آئی جو
سبب میرے آقاؤں کے لب متبسم ہوئے کہ دندانِ مبارک کی ضیا باری
ہوئی۔ تعجب اس شئے پر ہوتا ہے جو کبھی دیکھا نہ ہو سنا نہ ہو۔ یہاں جنت انکے

لئے بنائی گئی۔ پھر رسولِ حق نے معراج سے آنیکے بعد جنت و دوزخ کا آنکھوں دیکھا حال بھی بتا دیا تھا' یہاں روایت کا ایک جملہ لیکر آگے بڑھتے ہیں' کچھ راز کھلے گا۔ روایت ہے کہ اِدھر اہلِ جنّت اپنی منازل پر متمکن ہوئے' اُدھر انہوں نے یہ نور دیکھا' اب گمانِ غالب یہ ہوتا ہے کہ مولا و آقا' قسیم نار و جنان اور بی بی خاتونِ جنّت نے جب غلاموں کنیزوں کو آرام و راحت میں فرحاں و شاداں دیکھا' فرطِ مسرّت سے لبوں پر مسکراہٹ آگئی اور بی بی کے دندانِ مبارک کی چمک تمام اہلِ جنّت کو ایسی نظر آئی کہ ان کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ میں اپنی بی بی سیدۃ النساء العالمین کے قربان' بی بی کی کنیز نوازی اب بھی جاری ہے' روزِ محشر بھی انھیں کی شفاعت کا سہارا ہے۔ ہماری بی بی کی نظرِ التفات ہمارے اوپر اس درجہ ہے کہ اسکے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ میں ایک واقعہ اپنا عرض کرتی ہوں' آٹھ ربیع الاوّل کو میں دو تین مجلسیں پڑھتی ہوں' مگر وہ تاریخ چونکہ ایسی ہے کہ مدینۂ منورہ میں اہلبیتِ رسولؐ کی واپسی۔ اہلِ مدینہ کی گریہ و زاری' دوسری طرف سامرہ میں گیارہویں امامؑ کی شہادت اور جنازے کا اٹھنا' امام زمانہؑ کی صغیر سنی میں یتیمی' یہ دل ہلا دینے والے تصوّرات سے یقیناً میرا خیال ہوتا تھا کہ بی بی اس وقت قبرِ رسولؐ پر دُکھیا بیٹی سے کرتے

لے رہی ہونگی یا جنت البقیع میں پرسہ لے رہی ہونگی۔ یا پھر امام حسن عسکریؑ کے جنازے پر ماتم کر رہی ہوں گی، مگر میری بی بی نے مجھے اور ساتھ ساتھ ایک اور مومنہ کو اپنی زیارت میرے عزا خانے میں کرادی، اب مجھے خیال ہوتا ہے کہ بی بی نے شاید اس امر کی تصدیق ہونے کے لئے، یا اگر گواہی عورت کی ہو تو دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے اس لئے میرے محلّے کی ایک مومنہ دونوں کو ایک ساتھ شرفِ زیارت بخشا۔ ہوا یوں کہ اس وقت مجلس میں بہت رقّت ہو رہی تھی کہ اچانک میری نظر عزاخانہ جو کہ بند تھا اس پر پڑی اور معلوم ہوا کہ کوئی بی بی سر سے پا تک سیاہ نقاب میں پوشیدہ عزا خانے سے لگی ہوئی کھڑی ہیں، اسکے بعد فوراً ہی میری نظر سامنے اس مومنہ پر پڑی جس کی دونوں آنکھیں عالمِ حیرت میں کھلی ہوئی محسوس ہوئیں، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ کہاں اتنی رقّت ہو رہی ہے، اور یہ ایسے آنکھیں کھولے حیران ہیں، پھر میں یہ سمجھی کہ شاید جو بی بی کھڑی ہیں یہ اُن کو دیکھ رہی ہیں، مجلس ختم ہونے کے بعد میں نے اپنی بہو سے کہا کہ مجلس ہوتے میں اُٹھ کر کون بی بی گئیں ہیں انھیں حصّہ بھیج دو۔ بہو نے کہا کوئی بھی نہیں گیا، اتنی رقّت کی مجلس تھی کوئی ہلا بھی نہیں میں خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد چودہ ربیع الاوّل کو محلّے میں میلادِ رسولؐ مقبول ہوتا ہے

اس مومنہ سے میری ملاقات ہوئی۔ انھوں نے خاص کر میرا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف لیکر گئیں، مجھ سے کہنے لگیں کہ اُس دن کی مجلس میں مجھے آپ کے عزاخانے سے بالکل لگی ہوئی ایک سیاہ پوش بی بی کی زیارت ہوئی کہ میں سکتے کے عالم میں ہوگئی اور میرے جسم میں رعشہ سا ہوا سارے جسم کے رُوئیں ابھر آئے۔ گھر جانے کے بعد بھی میری حالت خراب رہی، رات کو جب میرے شوہر گھر میں آئے، تو میں نے ان سے واقعہ بتایا۔ انھوں نے کہا تمھیں چاہیئے تھا کہ اُسی وقت تم ان مومنات کو بتادیتیں یا صاحب خانہ سے کہتیں تاکہ پھر ماتم ہوتا، لوگ دُعائیں مانگ لیتے انھوں نے کہا میں نے اس لئے کسی سے نہیں کہا کہ لوگ یقین نہ کرینگے بدعقیدگی کی باتیں کرنے لگیں گے۔ صاحب خانہ سے کیا کہتی جبکہ اس وقت ان کی نظر بھی وہیں تھی جہاں میں زیارت کررہی تھی اس واقعے کو بیان کرتے وقت پھر انکی کیفیت عجیب ہوگئی تھی۔ میں نے بھی ان سے بتایا کہ مجھے بھی اس وقت زیارت ہورہی تھی مگر یہ سمجھی کہ شاید جانے کے لئے کوئی بی بی اٹھ کر کھڑی ہوئی ہیں۔ یہ میری بی بی کی ذرہ نوازی کا نمونہ ہے۔ آہ میری بی بی اس دُنیائے ناپائیدار میں صرف اٹھارہ سال رہیں۔ کُل پانچ سال کی تھیں کہ ماں کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئیں، مگر افضل الانبیاء جیسے بابا نے بڑے پیار سے پالا۔ بڑے

پیار سے پالا۔ بڑے ناز و نعم میں رکھا۔ سایۂ رسول الثقلینؐ میں شب و روز گذارے کسی کو ایسا باپ ملا ہے جو بیٹی کی تعظیم کو اٹھتا ہو۔ کبھی اللہ کا سلام آرہا ہے فرشتے درِ اقدس پر حاضر ہو رہے ہیں، خوان ہائے جنت نازل ہو رہے ہیں۔ لیکن آہ! ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بی بی پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ہائے رسولِ عربی کے بعد بی بی کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو گئی کل پچھتر یا پچانوے دن زندہ رہیں۔ ہائے ایسے شفیق باپ کا غم ہی کیا کم تھا کہ دنیا والوں نے ظلم کی انتہا کردی۔ لکڑیاں لیکر گھر جلانے کو آگئے۔ ہائے کربلا میں جو خیام آلِ رسولؐ جلائے گئے اس کی ابتدا یہیں سے ہوئی۔ میری بی بی کے اوپر دروازہ گرایا گیا۔ روایت ہے کہ جس وقت دروازہ گرا ہے بی بی نے با آوازِ بلند کہا "یَا اَبَتَا یَا رَسُوْلَ اللہ"۔ پھر فضہ کو آواز دی "فضہ! میرا محسن شہید ہو گیا۔ فضہ میری پسلیاں شکستہ ہو گئیں۔ بی بی خود نہ اٹھ سکیں۔ مولا علیؑ اور فضہ نے سہارا دیکر اٹھایا۔ آہ اگر بی بی کا پہلو شکستہ نہ کیا ہوتا تو کربلا میں جنابِ زینبؑ کو تازیانے نہ لگائے جاتے آہ اگر درِ یتیم بنتِ رسولؐ کو بابا کے غم میں رونے دیا ہوتا تو۔ یتیمِ حسینؑ ہائے بابا، ہائے بابا کہہ کے روتی تو معصومہؑ کی پشت فگار نہ ہوتی رخسار طمانچوں سے نیلے نہ ہوتے۔

بی بی کا حق غصب نہ ہوا ہوتا۔ تو سکینہؑ کے دُر کان زخمی کر کے نہ چھینے جاتے کوئی تو فرزندِ رسولؐ کی معصوم یتیمہ پر رحم کر کے ایک گھونٹ پانی پلا دیتا۔ ہائے یتیمہ نہ روتی۔ چچا عباسؑ کہاں ہو۔ چچا پیاس مارے ڈالتی ہے۔ اگر فاتحِ بدر و حُنین کے گلے میں رسی کا پھندا نہ ڈالا ہوتا تو سکینہؑ کا ننھا سا گلا ظالم رسن ظلم سے نہ باندھتے۔ ہائے یتیمہ بندھے گلے کے ساتھ دنیا سے سدھاری۔ کوئی یتیمہ دنیا میں اپنے باپ کو اسطرح نہیں روئی جیسے سکینہؑ روئی، یا مری بی بی اپنے بابا کو روئی ہیں۔ ہائے جس دن سے بابا سے جُدا ہوئیں، سوائے گریہ و زاری کوئی کام نہ تھا، نہ بچوں کی خبر، نہ گھر کی نہ کھانا کھانا نہ پانی پینا۔ یہاں تک کہ اہلِ محلہ نے آکر مولا علیؑ سے کہا کہ بنتِ رسولؐ کی گریہ و زاری سے ہم تنگ آچکے ہیں آپ ان سے کہیں کہ وہ دن میں گریہ کریں یا رات میں۔ مولاؑ نے جا کر بی بیؑ سے کہا۔ بی بی نے سینہ کوٹ کر فرمایا یا علیؑ اہلِ مدینہ سے کہہ دیجئے کہ زہراؑ کچھ دنوں کی مہمان ہے، تم جلد سُن لو گے کہ بنتِ نبیؐ دنیا سے گذر گئی۔ آہ عزادارو! اس کے بعد بی بی قریش کے قبرستان میں جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بین کرتی تھیں ؎

کہتی تھیں یاد کر کے نبیؐ کو وہ نوحہ گر   بابا تمہارے غم نے کیا مجھ کو دربدر

بابا تبولؑ ڈھونڈنے جائے تمہیں کدھر　　مدت ہوئی کہ آپ کی مجھ کو نہیں خبر
یہ بین کرکے فاطمہؑ جو غُسل مچاتی تھی　　آواز آہ آہ کی قبروں سے آتی تھی

ہائے میری بی بی جس درخت کے سائے میں روتی تھیں ملاعنہ نے اُس درخت سایہ دار کو بھی کاٹ دیا۔ بی بی اپنے بابا کے غم میں ضعیف و لاغر ہو گئی تھیں۔ آہ ایک شب ایسی آئی کہ خواب میں بابا رسولِ عربیؐ کو دیکھا فرماتے ہیں فاطمہؑ تیرا بابا بھی تیرے غم میں مضطرب ہے، بیٹی اب ایام ہجر گذر گئے۔ جلد ملوگی۔ آپ خواب سے بیدار ہوئیں تو اُن بچوں کے لئے جو بھوکے پیاسے شہید ہونے والے تھے، گھر کے کام میں مصروف ہو گئیں۔ مولا علیؑ گھر میں تشریف لائے، دیکھتے ہیں کہ بچوں کے کپڑے دُھلے، بچوں کے غسل کا بھی اہتمام ہو رہا ہے، دوسری طرف مطبخ گرم ہے، غذا تیار ہو رہی ہے، زینبؑ کے بال بڑے پیار سے دھونے جا رہی ہیں۔ مولاؑ نے فرمایا، بنتِ رسولؐ تم نے بیک وقت اتنے کام خلافِ عادت کیوں کئے ہیں؟ کچھ طبیعت بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ہائے بی بی نے فرمایا "یا علیؑ! اب جُدائی کی گھڑی قریب ہے میں چاہتی ہوں کہ بچوں کو اپنے ہاتھ سے نہلا دُھلا کر کھانا کھلا دوں۔ زینبؑ کے بال مجھے بہت عزیز ہیں، اپنے ہاتھوں سے انھیں سنوار دوں۔ ہائے

مولاؑ نے جیسے ہی سُنا بے ساختہ گریہ فرمایا۔ اور کہا اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

پھر فرمایا "اے بنتِ رسولؐ جس دن سے تمہارے بابا نے وصال کیا تم سے بہت ڈھارس تھی، قلب کو تسلی تھی۔ اے بنتِ رسولؐ علیؑ پر غم و اندوہ سوا ہو گئے۔ بی بیؑ نے فرمایا۔ یا علیؑ جیسے میرے بابا کو صبر کیا مجھے بھی صبر کرنا۔ پھر فرمایا یا علیؑ میں آپ سے چند وصیتیں کرتی ہوں، سُن لیجئے۔ جو کچھ میرا آپ کا ساتھ رہا ہے اگر کچھ سوئے ادب ہوا ہو تو معاف فرمانا۔ مولاؑ کی آواز گلوگیر ہوئی فرمایا، بنتِ رسولؐ برگزیدۂ ربِّ دوجہاں، بہترینِ زنانِ عالم آپ سے کیا خطا ہو سکتی ہے۔ بی بی علیؑ شرمندہ ہے ۔

فرمائش ایک دن اسداللہ پر نہ کی
دُنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی
فاقہ کشی پہ اپنے پدر کو خبر نہ کی
یُوں صبر سے جہاں میں کسی نے بسر نہ کی
شرمندہ ہوں کہ حقِ رعایت نہ کر سکا
پہلو پہ در گرا میں حمایت نہ کر سکا

ہائے پھر بی بی نے فرمایا "یا علیؑ میرے بچے بہت نازوں کے پلے ہیں میرے بعد انھیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ تیسری عرض یہ ہے کہ مولاؑ میں کبھی تنہا مکان میں نہیں رہی وہ قبر کی تنہائی کیسے کٹے گی۔ مولاؑ میری قبر پر قرآن پڑھتے رہیئے گا، اور جنھوں نے میرا پہلو شکستہ کیا ہے انھیں میرے جنازے میں

نہ شریک کیجئے گا۔ آہ عزادارو! گھر میں کہرام مچ گیا۔ بی بی کو غش آگیا جب
ہوش آیا اپنے حجرے میں تشریف لے گئیں، اسماء سے روایت ہے کہ
بی بی نے ان سے کہا: کسی کو اندر نہ آنے دینا جب تک میری آواز آتی رہے
تم دروازے کے قریب بیٹھی رہنا، جب کوئی آواز نہ آئے تو سمجھ لینا کہ میں دنیا
سے سفر کر گئی۔ پھر در کھول دینا۔ اسماء کہتی ہیں میں قریب در کان لگائے بیٹھی
تھی۔ بی بی نے سجدے میں دعا کی "الہٰی دستگیری۔ میرے اور میری اولاد
کے محبّوں کے گناہوں کو بخش دینا۔ روزِ محشر سرخرو رکھنا۔ اسکے بعد کلمۂ
شہادت زبانِ مبارک پر جاری ہوا، پھر آواز بند ہوگئی، میں حجرے میں داخل
ہوگئی، دیکھا شمعِ رسول گُل ہو چکی تھی۔ میں بَین کرنے لگی، ایسے میں حسنینؑ بھی
آگئے۔ بچّوں نے چھوٹے چھوٹے عمامے سروں سے پھینک دیئے
ماں، ہائے ماں کہہ کر رونے لگے۔ مولا علیؑ نے بھی گریہ فرمایا، معصومہ کو
غسل دے کر کفن پہنایا، حنوط اس کافور سے کیا جو رسولِ خدا کے حنوط سے بچا
تھا۔ جنازہ تیار ہوا۔ مولاؑ نے آواز دی۔ "اے زینبؑ و امّ کلثومؑ! اے
حسینؑ آؤ اپنی ماں کا آخری دیدار کرلو۔ اب حشر میں ملاقات ہوگی۔"
اس وقت کا اندوہ بیان کرنے کی طاقت نہیں، غم سے جو بچّوں کا حال ہوا

کہا۔ نانا ابھی تو آپ کے غم میں صبر نہ ہوا تھا کہ ماں بھی جُدا ہو گئی، ہائے ہم بن ماں کے ہو گئے۔ آہ عزادارو! اس وقت بی بی کے لاشے کو ہلکی سی جنبش ہوئی۔ ہائے میری معجز نما بی بی کے بندِ کفن کھل گئے، دونوں دستِ مبارک بلند ہوئے خفیف سی آہ کی آواز آئی اور دونوں بچوں کو سینے سے لگا لیا۔ ملائکہ میں کہرام پڑ گیا آوازِ گریہ در و دیوار سے آنے لگی۔ ہاتفِ غیبی کی آواز آئی "یا علیؑ جلدی حسنینؑ کو ماں سے جُدا کرو، تمام ملائکہ عبادتِ الٰہی چھوڑ کر گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ ہائے مولاؑ نے بڑے پیار سے بچوں کو جُدا کیا۔ ہائے کربلا میں جب سکینہؑ شامِ غریباں کے اندھیرے میں بابا کے سینے سے لپٹ کر بَین کر رہی تھی۔ "بابا ہمارے خیام جل گئے۔ ہائے بابا پھوپھی کے سر سے چادر چِھن گئی۔ بابا میرے رُخسار پر شمر لعین نے طمانچے لگائے ہائے شمر نے تازیانے سے جفا کی۔ ہائے یتیمانِ حسینؑ کو کوئی تسلی دینے والا نہ تھا۔ بی بی کا جنازہ نصف شب کو اٹھا۔ بی بیؑ آپ کی بیٹیاں سر برہنہ دیار بہ دیار پھرائی گئیں وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۔ یا بی بی سیدہ النساء العالمین میری اس مجلس کو قبول کیجئے۔ بی بی دونوں جہان میں ہماری مدد کیجئے۔ آمین!

ھاں عزادارو اس فرشِ عزا پر بی بی موجود ہیں، جناب زینب تشریف فرما ہیں۔ بی بیؑ کو ان کے بابا کا پرسہ دیجیے۔ ام المصائب زینبِ علیا کو ان کے بھرے گھر کا پرسہ دیجیے بی بی ہمارے پرسے قبول یہ اشکِ عزا قبول ہوں۔ ہمیں آپ کے غم کے سوا کوئی اور غم نہ ہو۔

آمین ثم آمین

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہوا ہے۔ سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اس وقت بھی قائم، دائم، برقرار تھا، جبکہ نہ بُرجوں والا آسمان تھا، نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے، نہ اندھیری راتیں تھیں، نہ ٹھہرا ہوا سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ بچھے ہوئے فرش والی زمین اور نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی وہی سب کا خالق، وارث، رازق اور کائنات کا معبود ہے۔ وہ سب کے عمل، کردار اور سانسوں کی آمدورفت کو جانتا ہے، وہ ایسی ذاتِ پاک ہے رحمت کی وسعتوں کے باوجود اس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہے۔ عذاب کی سختیوں کے باوجود دوستوں کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔

بعد حمدِ ربِّ جلیل ہمارا درود و سلام اُن ذواتِ مقدسہ پر جو باعث

تخلیقِ کائنات ہیں، اگر ان کو خلق کرنا منظور نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اے
ہم بے شمار شکرادا کرتے ہیں کہ تو نے اپنے محبوب کی امت میں پیدا کیا۔
اپنے پسندیدہ دین پر پیدا کیا۔ اے ہمارے رب تُو ہمارے ذکر کو شکر کو قبول
فرما۔ ہمارے قلوب نورِ ایمان سے منوّر فرما۔ آمین ثم آمین:

ارشاد باریٔ تعالیٰ ہے کہ جو لوگ مصیبت اور بلا پر صبر کرتے ہیں انکو
آخرت میں اجرِ کامل اور بیشمار حساب عطا کیا جائے گا، تو اب دیکھنا ہے
کہ صبر کیا ہے۔ صبر کی ادنیٰ تعریف یہ ہے کہ انسان کو اگر کتنے ہی آلام و مصائب
گھیر لیں لیکن وہ اُف نہ کرے۔ کیسی ہی ناگوارِ خاطر بات دیکھے مگر چہرے پر بل
نہ آئے تو یہ صبر ہے۔ کہنے والے یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر سر میں خدانخواستہ
درد ہو اور اگر کسی سے نہ کہے اور نہ کراہے تو یہ بھی صبر ہے۔ صبر انسان کو فرشتوں
کے مقابلے میں آگے بڑھاتا ہے۔ اس لئے کہ فرشتے قُربِ الٰہی حاصل کر چکے ہیں
خدائے بزرگ و برتر نے انکو وہ نفوس نہیں عطا کئے جن کے سبب سے صبر ضروری ہوتا ہے، ان کو
کسی قسم کی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ بھوک پیاس کی شدت یا کسی عارضے سے کو
تکلیف نہیں ہوتی لہٰذا معیارِ انسانی کو بلند کرنے کیلئے انکو صفتِ صبر عطا کرکے اپنے اُن خاص
بندوں کے مرتبے کو بلند کیا۔ جو شرف و منزلت والے تھے۔ صبر کی اہمیت علم سے

زیادہ ہے۔ کوئی بھی طالب علم جب تک کہ طلب علم میں تکلیفیں نہ اٹھائے ناقابلِ برداشت باتوں کو گوارہ نہ کرے، علم حاصل نہیں کرسکتا۔ علم حاصل کرنے کے لئے صبر کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے، جب جناب موسیٰؑ حکمِ ایزدی سے علم حاصل کرنے جناب خضرؑ کے پاس گئے تو اس وقت جناب خضرؑ نے صرف ایک شرط رکھی تھی کہ میں کچھ کام کروں گا تم میرے افعال پر صبر کرنا۔ اگر تم صبر کرسکو گے تو میں تمھیں علم سکھا سکوں گا، لیکن اِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ جناب موسیٰؑ سے تین بار مسلسل بے صبری کا مظاہرہ ہوا۔ آخر کو جناب خضرؑ نے کہہ دیا کہ اے موسیٰؑ تم صبر نہ کرسکے لہٰذا تمھارا راستہ الگ اور ہمارا راستہ الگ ہے۔ جناب موسیٰؑ فرماتے ہیں کہ خضرؑ کے اس جواب سے جو صدمہ پہونچا وہ کبھی نہ ہوا تھا، صبر وہ جادہ ہے کہ اس پر چلنے کے بعد آدمی انسانیت کی معراج پر پہونچ جاتا ہے۔ امامت یا نبوّت کا حامل ہوتا ہے۔ تمام انبیاء کرام اور اوصیاء معظم، تمام مقرّبینِ بارگاہِ الٰہی جو گذرے ہیں ان کا امتحان صبر ہی کے ذریعے لیا گیا، اور جب انھوں نے شانِ صبر دکھادی تو انھیں صابر کا خطاب عطا ہوا، ان کے مراتب بڑھا دیئے گئے، روزہ رکھنا، نماز پڑھنا،

قتل ہوتے تھے۔ آپ نے دیکھا صبر کا پھل کیسا میٹھا ہوتا ہے۔ صبر ایسی صفت ہے جس کا مدار نبوت و امامت ہے۔ ارشاد باریِ تعالیٰ ہے وَجَعَلْنَا هُمْ أَئِمَّة يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ہ اور ہم نے انھیں میں سے بوجہ اس کے کہ انھوں نے صبر کیا امام مقرر کر دیئے، جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں' یہاں ایک نکتہ اور عرض کرتی چلوں کہ یہ آیۂ مبارکہ ہمارے آئمۂ معصومین علیہم السلام کے برحق ہونے پر نص ہے۔ کھلی ہوئی دلیل ہے۔ کیونکہ ان خاصانِ حق نے جو مصیبتیں راہِ ہدایت میں اٹھائی ہیں اور صبر کیا' ان کے مقابلے میں بھی کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ ہاں سورۂ دہر میں لبِ قدرت قصیدہ خواں ہے کہ "اے اہلِ بیتِ رسول آپ نے جو روزے پر روزہ رکھ کر ایفائے عہد کیا ہے اور ہماری محبت میں یتیموں مسکینوں اور اسیروں کو کھانا کھلایا تو ہم اس کے عوض میں جنت اور جنت کا ریشمی لباس عطا کرینگے۔ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ہ صلواۃ!

اب بھی بندے کسی اچھے کام پر حاکمِ وقت سے خلعت و جاگیر انعام پاتے ہیں۔ بادشاہوں کے زمانے میں تو بہت دستور تھا۔ کلام الٰہی بیشک ایک کھلی ہوئی کتاب ہے، مگر صاحبانِ فہم کے لئے۔ اسی لئے یہ تاکید ہے کہ

قرآن کو سمجھ کر پڑھو۔ اس میں تفکر اور تدبر کرو تمہاری بھلائی کے لئے ہر چھوٹے بڑے مسئلے کو ذکر کیا گیا ہے آج کی اس مجلس میں جس ذاتِ گرامی کے بارے میں کچھ عرض کرنے کی جراءت کرتی ہوں، بیشک وہ ہستی ایسی ہے کہ آبِ کوثر سے وضو کروں پھر اس عالمۂ غیرِ معلّمہ کا نام پاک لوں۔ اگرچہ وہ نہ کوئی نبی ہے نہ امام ہے۔ مگر آغوشِ نبوتؐ و معدنِ رسالتؐ و امامتؑ کی پلی ہے۔ ثانیِ زہراؑ ہے، بنتِ حیدرؑ ہے۔

اب تک تمام انبیاءؑ کے صبر کا ذکر ہوا ہے یوں کہ بغیر مصیبتِ عظیم۔ بغیر ابتلا کوئی نبیؑ یا امام نہیں گذرا۔ مگر نبی زادی کوئی یوں گرفتارِ محن نہیں ہوئی۔ جیسے میری شہزادی ثانیِ زہراؑ مبتلائے بلاد مصیبت رہیں، آہ میری شہزادی جب خانۂ فاطمہ زہراؑ میں جلوہ گر ہوئیں تو آپ کے نور سے تمام مکان مطلع انوار بن گیا۔ پہلی بیٹی ہے۔ سیدہ خاتونؑ کی دل کی کلی کھل گئی، فضہؑ ہیں کہ آغوش الفت میں لئے بار بار سینے سے لگا رہی ہیں، ایسے میں حضور رسالتمآبؐ کو خبر ہوئی نہایت خرم و شاداں، خانۂ جناب سیدہؑ میں تشریف لے آئے۔ آواز دی فضہؑ لاؤ میری جگر گوشہ کو میری آغوش میں دے دو، فضہؑ بچی کی بلائیں لیتی ہوئی اور کہتی ہوئی دوڑیں" یا نبی اللہ میری پیاری بالکل شبیہ زہراؑ ہے

حضورؐ نے دونوں دستِ مبارک بڑھائے، پیاری نواسی بڑی نواسی کو آغوشِ مبارک میں لیا بی بی سے پوچھا "اے پارۂ جگر میری نور دیدہ کا نام کیا رکھا بی بی نے عرض کیا بابا میں نے کب کسی بچے کا نام رکھا ہے آپ جو نام رکھیں گے وہی نام ہوگا۔ ابھی سرکارِ دوعالم نظرِ محبت سے پیاری بچی کو دیکھ رہے تھے کہ روح الامین حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا نبی اللہ خداوندِ عالم بعد تحفۂ درود وسلام آپ کو تہنیتِ مولود دیتا ہے، اور یہ بھی پیغام دیتا ہے کہ جب ہم صبر سے آپ کا امتحان لینگے تو آپکی نواسی بھی مبتلائے مصیبت ہوگی آپ جس محبت سے اس کے سر کے بالوں پر ہاتھ رکھ رہے ہیں، یہ بال کربلا میں بکھر جائیں گے۔ اس کے بازوئے پُرنور رسنِ ظلم سے بندھ جائیں گے۔ اے ہمارے حبیبؐ اس کی چادر اُمتِ گنہگار کی پردہ پوش ہوگی۔ آہ روایت میں ہے کہ بے تحاشا آنسو رسُول الثقلینؐ کی چشمِ پاک سے جاری ہوئے۔ سب لوگ رونے لگے جب خدا کا رسولؐ رویا تو پھر کون ایسا تھا کہ نہ روتا۔ بی بیؑ نے بے چین ہوکر پوچھا بابا بخدا آپ کی باتیں وحیٔ خدا ہیں، بابا آپ نے کیوں گریہ کیا؟ کیا یہ میری بچی مرجائے گی، بابا کیا میں مرجاؤں گی، میری یہ بچی شیرِ خدا

کوترسے گی۔ بابا کیا علیؑ کسی غزوے میں شہید ہوجائیں گے۔ یہ بن باپ کی ہوجائے گی۔ نبیِ اکرم نے فرمایا "نہیں زہراؑ ابھی تو کچھ نہیں ہوگا سب سلامت رہینگے، مگر کچھ عرصے کے بعد اسے غم والم کے بادل گھیر لینگے۔ زہراؑ یہ کُنبے کی سوگوار ہے، بہتر (۷۲) کی عزادار ہے، یتیموں کی سرپرست کُنبے کی نگہبان، طوفانِ حوادث میں کشتی کا لنگر ہے شریکتہ الحسینؑ ہے۔ زہراؑ اسکا لقب میں نے صابرہ رکھا ہے، اس کے صبر پر زمین آسمان روئیں گے۔ مگر یہ نہ روئے گی، آہ ثانیِ زہراؑ کی تاریخِ ولادت و وفات دونوں میں اختلاف ہے۔ ولادت کے بارے میں ماہ رجب کی دوسری، ماہِ شعبان میں تیسری تاریخ ہے، ماہِ رمضان کی بھی کوئی تاریخ کہتے ہیں، مگر خصائصِ زینبیہؑ کی روایت کو مستند کہا گیا ہے۔ ۵ جمادی الاول سنہ ۶ھ کہا گیا ہے اور اسی روایت میں ہے کہ آپ کا اسمِ مبارک زینبؑ رکھا گیا۔ یہ بھی عبرانی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی بہت زیادہ رونے والی کے ہیں۔

دوسری روایت ہے کہ یہ نام مرکب ہے زین اور اب سے جو کثرتِ استعمال سے زینب ہو گیا۔ دوسری روایت یہ بھی بتاتی ہے کہ آپکا نام زینبؑ بحکمِ ربِ جلیل بذریعہ امینِ وحی جبرئیلؑ رکھا گیا۔ یہاں میں اپنی کم علمی کے باوجود یہ عرض کرونگی کہ مجھے پہلی روایت سے اتفاق ہے اس لئے کہ حضرت حسنینؑ

کے اسماءِ پاک شبرؑ و شبیرؑ عبرانی زبان کے ہیں جو عربی میں حسنؑ و حسینؑ ہیں
کیونکہ اس بی بی کی فضیلت بھی کسی طرح کم نہیں ہے، اگرچہ نبی نہیں، امام نہیں
مگر یہ فخر کیا کم ہے کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سابق الاسلام کی نواسی اور جناب فاطمۂ
بنتِ اسد کی پوتی ہیں، حضرت ابوطالبؑ محافظِ رسولؐ کی پوتی ہیں۔ ماں
را افضل الانبیاءؐ جن کی تعظیم کو اٹھتے تھے باپ، جس کی شجاعت کا
چاردانگ عالم میں ہے بھائی سیدانِ شبابِ جنت ہیں، نجیب الطرفین
وقار، معجز نما، شریکۃ الحسینؑ شہزادی ہے، اگر نانا سید الانبیاءؐ نے بھی
حسنؑ کے دہنِ مبارک کے بوسے لئے۔ بھائی حسینؑ کے گلوئے مبارک
کو چوما تو زینبِ علیا کے بازوئے مبارک کے بوسے لئے، یومِ ولادت
شہادت بن گیا، پہلی مجلس جنابِ زینبؑ دستِ رسولؐ پر ہوئی رونے والے
بی بی خاتونِ جنت۔ شہزادے سیدانِ شبابِ جنت، فضہ بی بی کی ہر مصیبت
کی چشم دید گواہ۔ بی بی زینبؑ کی مجلسِ غم برپا کرنا سنتِ نبوی ہے۔
شہزادیٔ زینبؑ کی جدہ ماجدہ سیدۂ قریش، خدیجۃ الکبریٰ ملیکۃ العرب
نے اپنی تمام دولت و زر اسلام کی ترقی و ترویج پر لٹا دی، تو شہزادیٔ اعلیٰ
زینبؑ علیا نے اپنے دونوں لال، اپنی تمام بضاعت، ساری عمر کی کمائی

اسلام کی پائیداری کے لئے قربان کردی اپنی اور اپنے شوہر جناب عبداللہ کی قبرِ
کے چراغ گل کر دیئے۔ آہ! میری شہزادی ام المصائب پر ہزاروں دُرود
سلام، بی بی کنیزوں کے سلام قبول ہوں سخاوت، شجاعت، عبادت
فصاحت و بلاغت آپ پر نازاں ہے، آپ کے خطبات دربارِ ابن زیادؑ اور
دربارِ شام میں آپ کی اعجاز بیانی پر گواہ ہیں، سننے والوں کو تعجب ہوا، لہجہ
حیدرِ کرارؑ میں خطبہ لسان اللہ کی معجز بیانی صاف ظاہر ہو رہی تھی۔
حدیثِ قدسی ہے کہ کسی حاکم جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا بہت بڑا جہاد ہے۔
آپ نے ایسے فاجر، فاسق، ظالم کے سامنے جو حق بیانی کی وہ اے بنتِ حیدرؑ
آپ ہی کا حوصلہ تھا۔ یا علیؑ بابِ خیبر فتح کرنا آسان ہے، مرحب و عنترؑ کا قتل
کوئی معرکہ نہیں مگر دربارِ لعین میں، ظالمین میں، مجمع اعدا میں ظالم کے
ظلم کے ایک ایک تار بکھیر دینا، ظلم کی دھجیاں اڑا دینا بہت مشکل ہے۔
ظالم خود اپنے ظلم سے منکر ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو خطا کار کہنے لگے
فرعون غرق ہو گیا، مگر فرعونیت زندہ رہی۔ میں قربان، میرے ماں
باپ فدا اے فاتحِ کوفہ و شام قیامت تک کے لئے اسلام کو سربلند
کر دیا۔ یزیدیتؑ غرق بذلت و خواری ہوئی چادرِ تطہیر کی عظمت در رفعت

میں چار چاند لگا دیئے، آہ! یہ بے ردا کون بی بی ہے جس کے لئے مشہور معجزہ ہے۔ ایک صبح آپ صحنِ خانہ میں تلاوتِ کلام پاک میں مشغول تھیں محویت طاری ہوئی۔ ردائے مبارک معصومہؑ کے سر پاک سے سرک گئی تلاوت کو طول ہوا۔ سورج نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ وقتِ زوال آ گیا لوگ پریشان ہو کر حضور سردارِ انبیاؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے یا نبیؐ اللہ آج مہرِ درخشاں طلوع نہیں ہوا۔ آثارِ قیامت نظر آ رہے ہیں دُعا فرمائیے، ہم سب پریشان ہیں، آپ بھی پریشان ہوئے۔ مسجدِ نبویؐ میں تشریف لائے دائیں اور بائیں جانب نواسوں کو کیا، پیچھے اصحاب تھے دستِ دُعا بلند فرمایا۔ آپ دعا فرما رہے ہیں، نواسے آمین کہہ رہے ہیں ایسے میں روح الامین تحفۂ درود و سلام لیکر حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی بڑی نواسی زیرِ آسمان محوِ تلاوتِ کلام پاک ہے۔ یہ شبیہہ خاتونِ قیامت ہے۔ سورج زینبؑ کے پاس ادب سے طلوع نہیں ہوا۔ اس لئے کہ شہزادی کے سر سے گوشۂ چادر سرکا ہوا ہے۔ آپ نے نواسوں کو ساتھ لیا، خانۂ جناب سیدہؑ پر آئے آواز دی "بیٹی سلام تجھ پر۔ پھر فرمایا" بیٹی زینبؑ کہاں محوِ تلاوتِ قرآن پاک ہے

تو جاکر اس کے سر پر چادر اوڑھا دے۔ بیٹی زینبؑ کا احترام جنابِ خالقِ کائنات کو اتنا ہے کہ اسکے حکم سے آفتابِ عالمتاب رُو پوش ہوا تو میں بھی زینبؑ کو باسرِ عُریاں نہیں دیکھ سکتا، آہ عزادارو! ایک دن وہ تھا کہ ردائے مبارک سرک گئی تو مہرِ درخشاں چھپا۔ ہائے سہ

دُھوئیں سے بال کھولے ہوئے دَربَدر پھری
درباروں میں گئی صحرا میں دشت در بدر پھری

میں نے ابتداء میں جیسا کہ عرض کیا ہے کہ افسوس بی بی کی تاریخ وفات صحیح کہیں نہیں ملتی، مگر ایک واقعہ بہت اہم اور ہر روایت میں یقینی بغیر کسی احتمال کے ہے، وہ آپ کی شہادت کا جو باغ اور مالی کے ظلم سے رونما ہوا۔ یزیدؔ نجس نے اپنے چار سالہ دورِ حکومت میں اسلام کی پائمالی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا اور دوسری جنگ جو بہت طویل ہے پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے مجلس میں بیان کرنا بہت مشکل ہے وہ ہے دامنِ اسلام پر دوسرا سیاہ دھبہ واقع حرا ساتھ؁ واقعہ کربلا کے بعد تشہیرِ اہلبیتؑ سے یزیدؔ کا ظلم مشتہر ہوا اور ۶۱ھ؁ کے اواخر تک حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا۔ یزیدی باون صوبوں میں بدامنی ہو گئی۔ ادھر مدینہ میں تحریک عبداللہ بن زبیرؓ نے زور پکڑا۔ ۶۲ھ؁ میں اہلبیتؑ کی رہائی ہوئی۔ آپ کے یہاں رات دن کی

گریہ وزاری کے سوا کچھ نہ تھا یزید کو خبر ہوئی علیؑ ابن الحسینؑ خون حسین کا بدلہ لینے کی تیاری کر رہے ہیں، اصل میں عبداللہ بن زبیرؓ نے تحریک کو انتقام خونِ حسینؑ کا رنگ دے دیا تھا۔ سنہ ۶۳ھ کو اس ظالم نے فوجی سوار مدینہ منورہ بھیجے کہ بیمار کربلا کو پابہ زنجیر لایا جائے اور پھر قید کر دیا جائے۔ جب یہ فوج مدینہ منورہ پہنچی، امامؑ کو خانۂ مبارک سے باہر بلا کر پھر زیور آہن پہنا دیا گیا۔ امامؑ نے بہت کہا کہ مجھے طوق و زنجیر پہنانا مگر وطن سے باہر نکلنے کے بعد مگر وہ لعین نہ مانے، آپ نے یہ بھی کہا کہ میرا کوئی ارادہ نہیں خونِ حسینؑ کے بدلے میں گوشہ نشینی اور بابا کے لئے گریہ کرنا ہی پسند کرتا ہوں، مگر ظالموں نے یقین نہ کیا اور پھر برہنہ پشتِ اشتر پر سوار کر کے لے چلے، امامؑ نے یہ بھی اصرار کیا کہ پھوپھی سے مل آنے دو مگر اتنی مہلت بھی نہ دی، غرضیکہ محلۂ بنی ہاشم میں کہرام برپا ہو گیا۔ ملکۂ غم شہزادی زینبؑ کو معلوم ہوا چادر اوڑھی، فضہ کو ساتھ لیا۔ روتی نالہ و فریاد کرتی آ کر امامؑ سے ملیں، بھتیجے کی گرفتاری سے دل ٹکڑے ہو گیا، فرمایا مجھے ساتھ لے چلو، میں تمہیں قید تنہائی میں رہنے دوں گی۔ آپ اس زمانے میں علیل بھی تھیں ہائے امّ المصائب رہائی کے بعد جب وطن پہنچی تھیں تو دن و رات کبھی بھائی کا پیغام ان

شیعوں سے دینا، بھائی نے فرمایا" اے میرے دوستو جب ٹھنڈا پانی پینا
تو میری پیاس کو یاد کر لینا، علی اکبرؑ کے دوستوں سے کہنا اے یثرب کے
جوانوں تمہیں علی اکبرؑ نے سلام کہا ہے، میرے کڑیل جوان علی اکبرؑ کے دوستو
میرا لال تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوا ہے۔ کبھی بھائی کی سونی خوابگاہ
میں آکر آنسو بہانا، ہائے اپنے گھر تک نہ گئیں ایک دن عبداللہ ابنِ جعفر
علیل ہوئے تو امام وقت کے اصرار سے خانۂ ویران میں گئیں بس صرف ایک بار
اپنے اُجڑے بے چراغ گھر میں اپنے چراغوں کو یاد کیا، آواز دی" اے عونؑ
محمدؑ کہاں ہو تم، تمہاری خوابگاہیں سونی پڑی ہیں، میرے لال آ جاؤ۔ یا بتاؤ
میں تمہارے بابا کو کیا جواب دونگی، میرے بچو! جب وہ تمہیں پوچھیں گے تو
دکھیا ماں کیا کہے گی۔ آہ عزادارو ۶۳ھ ۱۶ ذلحجہ کی روایت کچھ صحیح لگتی ہے
ہائے بیمار امامؑ، قیدی امام جب دمشق کے قریب پہنچے، فوج لعین نے باغ
میں قیام کیا، بی بی کو اگلا قیام سرِ امامؑ کے ساتھ کا یاد آ گیا، تمام شب رونے
میں بسر کی، نماز فجر پڑھ کر دستِ دعا بلند کئے۔" پالنے والے پھر بازار
شام میں نہ پھرانا، ہائے زینبؑ کو پھر دربارِ لعین نہ دکھانا۔

ہائے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ مظلوم کربلا

سبع ستارے

تشریف لائے ہیں، ساتھ میں علی اکبرؑ و عباسؑ علمدار ہیں، علی اصغرؑ بابا کی آغوش میں ہے۔ مظلومِ کربلا فرماتے ہیں "میری دکھیا بہن! غضب کے دکھ اٹھائے، بہن ہم تمھیں لینے آئے ہیں، جنت میں اماں مشغولِ بکا ہیں۔ بہن چلو۔" بعد نمازِ فجر آپ نے جنابِ فضہ سے فرمایا "فضہ مجھے اُس درخت کے پاس لے چل جس پر میرے بھائی کا سرِ بُریدہ لٹکایا گیا تھا۔" ہائے مری دکھیا ملکۂ غم درخت کے قریب آئیں، بھائی کے خون کی خوشبو سونگھ کر مشغولِ بکا ہو گئیں۔ آہ! وہ باغ کا ظالم مالی جو بیلچے سے باغ کی روش درست کر رہا تھا۔ آہ وہ باغ کا ظالم مالی، خدا لعنت کرے اس پر آوازِ گریہ سُن کر قریب آیا اور وہ ظلم کیا جو بیان کرنے کی زبان میں طاقت نہیں، ہائے بی بی نے چلا کر کہا ظالم تو نے کس خطا پر یہ ستم کیا، ہائے شمر کے دُرّے کا زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تھا، یہ کہہ کر کُنبے کی رونے والی خاموش ہو گئیں۔ جنابِ فضہ اور سیدِ سجادؑ بی بی کو قیام گاہ پر لے آئے۔

جنابِ فضہ دوڑ کر پانی لائیں، سیدِ سجادؑ نے بازو تھام کر فرمایا پھوپھی اماں آنکھیں کھولئے، پھوپھی قیدی، بیمار بھتیجے کو تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ، پھوپھی ایک بار آنکھیں کھول کر دیکھ تو لو۔ آہ ملکۂ غم، غش سے ہشیار ہوئیں فرمایا بیٹا

پھوپھی قربان، میرے تو صرف ایک زخم بیلچے کا لگا ہے۔ ہائے ہائے میرے بھائی ہائے حسینؑ، تیرے زخم ستاروں سے سوا تھے۔ سیدِ سجادؑ نے کہا پھوپی اماں لب خشک ہیں تھوڑا پانی پی لو یہ کہہ کر جامِ آب قریب کیا۔ بی بی نے جام آب ہٹا کر فرمایا "ہائے مرا بھائی تشنہ لب دنیا سے سدھارا، ہائے میں بھی پانی نہ پیونگی، یہ کہہ کر کلمۂ پاک زبان پر جاری ہوا، روحِ پاک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ امامؑ نے بے ساختہ فرمایا نا للّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ o ہاں عزاداران زینبِ علیا، بی بی فاطمہؑ، ان کے بابا، ان کے شوہر، ان کے دونوں فرزند فرشِ عزا پر گریہ کناں ہیں، کنبے کی عزادار بہتر (۲۰) کی سوگوار کا پرسہ پنجتنِ پاک کو دیجیے، یا پنجتنِ پاک اُمّ المصائب کا پرسہ قبول کیجیے، شہزادہ علی اکبرؑ چاہنے والی پھوپھی کا پرسہ قبول کیجئے، عباسؑ دلاور شہزادی کا پرسہ قبول کیجئے، اے ہمارے شہزادہ عونؑ و محمدؑ اپنی مادرِ گرامی کا پرسہ لیجیے آہ غریب الوطن حسینؑ کی غریب الوطن بہن، آہ سیدِ سجادؑ، اور وہ کنیزِ خاص، جس نے جنابِ سیدہؑ سی مہربان مالکہ کو، جناب سکینہؑ سی یتیمہ کو کفن پہنایا تھا۔ اب جس کو آغوش میں لیکر رسولِ پاکؐ کے دستِ مبارک

پردیا تھا اب اس کو بھی کفن پہنایا۔ کنیزِ خاص نے سر پیٹ کر کہا، مر
دکھیا شہزادی، یہ تمہارے در کی کنیز اب کس در پر جائے۔ ثانی زہرا
قسمت نے ساتھ دیا تو فضہ تیری قبر کی مجاوری کرے گی، ہائے کیسے
میں تنہا رہ گئی مری بی بی۔ آہ جنازہ تیار ہوا، بیمار کربلا نے کربلا کا رخ کیا
آواز دی پھوپھی کے چہیتے علی اکبرؑ، اٹھارہ برس والے علی اکبرؑ آ
بھیا، پھوپھی کا جنازہ کون اٹھائے۔ چچا عباسؑ آیئے، پھوپھی کا سر
اب عریاں نہیں۔ پھوپھی کفن میں منہ چھپا کر جا رہی ہیں۔ ہائے
زار و ناتواں کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ دیا۔ ہائے اے عونؑ و محمدؑ
اے مرے بھائیو آ کر ماں کے جنازے کو کاندھا دے دو۔

فرمایا "بابا آپ کی رونے والی کا جنازہ عالمِ غربت میں اٹھ رہا
بابا، پھوپھی سے بڑی ڈھارس تھی، بابا پھوپھی جیسی چاہنے والی بچھڑ گئی
ہائے بابا اب کون کہے گا "میرے لال مت رو۔ زینبؑ قربان ہو
پر۔ بابا کون پیار کرے گا اب کون شفقت ماں کا پیار دے گا

آہ اس سانحۂ عظیم کے بعد امامؑ اجازت سے طوق بیڑی اتار کر یزید
کے دربار میں گئے اور فرمایا "ظالم تیرے ظلم کے سبب میری

ضعیف و بیمار پھوپھی شہید ہو گئیں۔ ہمیں تیرے امورِ سلطنت سے کوئی واسطہ نہیں، اور اگر اب تو نے ہم پر کوئی ظلم کیا تو سزا پائے گا۔ آپ وہاں سے باعجاز واپس آ گئے۔

فرمایا پھوپھی آپ کی قبر کو خدا کے سپرد کیا۔ آہ اس وقت ملائکہ میں کہرام برپا تھا، ہر طرف سے صدائے گریہ آ رہی تھی۔ بی بی پیاسے بھائی کا صدقہ ہمارے پُرسے قبول کیجئے، میرے یہ الفاظ قبول کیجئے۔ ملکۂ غم کنیزوں کے پُرسے قبول کیجئے

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ سَمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

سبع ستارے

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ

تمام حمد پاک پروردگار کیلئے ہے جو اوّل ہے۔ اور کوئی شے اس سے پہلے نہیں۔ آخر ہے اور کوئی چیز اس سے آخر نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں۔ باطن ہے اور کوئی شے اس سے قریب تر نہیں۔ اسکے بعد ہمارا بہترین درود و سلام اُن شرافت کے معدنوں پر جن کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیئے گئے خدائے لم یزل نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دیئے بھائیوں میں اُخوت و مساوات کو قائم رکھا۔ اسلام کی ذلت کو عزت بخشی۔ کفر کی بلندی اور عزت کو خاک میں ملا دیا۔

ارشادِ ربانی ہے۔ اِنّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ۔ اگرچہ وہ قادرِ مطلق ہے، اس کو کسی سے مشورہ یا مدد لینے کی ضرورت نہیں مگر اس حکیم و دانا کے ہر کام میں کچھ نہ کچھ راز ہوتا ہے، مصلحت ہوتی ہے، فرشتے بھی اسکی مخلوق ہیں، مگر جب انسان کو پیدا کرنا چاہا، اور اس کی خلقت مٹی

پانی سے رکھی۔ تو اپنے فرشتوں سے کہا "میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ چونکہ فرشتے مٹی اور پانی کی فطرت سے آگاہ تھے کہ یہ ملتے ہیں تو کیچڑ پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی فساد کا سبب ہوگی۔ فرشتوں نے عرض کیا پروردگار تو اپنی زمین کا خلیفہ ہمیں بناتا تو ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے۔ یہ بنی آدم تو زمین پر فساد برپا کرے گا۔ جواب ملا اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ جو ہم جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے، بہرحال میں یہ نہیں کہتی کہ فرشتوں نے بھی خلافت کی خواہش کی۔ ہاں انہوں نے صرف خالق کائنات کی تسبیح و تحلیل و تمجید کے لئے کہا کہ اگر ہمیں بناتا تو ہم تیری عبادت کرتے۔ کیونکہ فرشتے رُوحِ قُدس سے ہیں، ان کو انسانوں کی طرح کسی شے کی خواہش نہیں ہوتی اب وہ دن آگیا، دنیا آباد ہوگئی۔ اللہ ربُّ العزت کے پہلے خلیفہ و جانشین ابوالبشر سے زمین آباد ہوگئی، مگر ابھی چند دن ہی گذرے تھے۔ صرف حضرت آدمؑ اترے تھے، انسان بس دو ہی پیدا ہوئے۔ خلافت کا جھگڑا چل نکلا۔ اور آج تک دُنیا کرسی کے چکر میں ہے۔ اہلیت ہو یا نہ ہو۔ تمنّا ضرور ہوتی ہے۔ دل مچلنے لگتا ہے۔ اُدھر پیدا کرنے والے نے پہلے ہی دن بتا دیا تھا کہ دیکھو جو ہمارے معیار پر پورا نہیں ہوگا ہم خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

اگرچہ وہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ کسی کو اجازت نہیں کہ وہ خلیفہ بن بیٹھے۔ یاد رکھو کبھی زبردستی اس عہدے کو نہ چھینا' اس لئے کہ ہمارا عذاب بھی سخت ہے۔ اب یہ انسان جو گھاٹا اٹھانے والا تھا' یہ بھول گیا۔ یہاں تک کہ دو سگے بھائیوں میں اس بات پر اختلاف پیدا ہو گیا کہ کس کا درجہ خدا کے نزدیک زیادہ بلند ہے۔ ایک نے کہا میں بڑا ہوں۔ یہ بڑے بڑے بدعقل ہوتے ہیں' بہرحال بات یہاں تک بڑھی کہ ایک قاتل اور ایک مقتول ہو گیا۔ ایک ظالم' دوسرا مظلوم ہو گیا' فرشتوں کی بات کی تصدیق ہو گئی' آخر فساد کی ابتدا ہو گئی۔ دونوں نے قربانی پیش کی' ایک کا جذبہ سچا تھا' راہِ حق پر چلنے والا تھا' دوسرا حسد کی آگ میں جل گیا' اور اسے قتل کر دیا۔ یاد رکھیے کہ دنیوی خواہشات کا جس پر تسلط ہو جائے ایسے انسان میں اچھے خصائل کبھی نہیں ہو سکتے لیکن خدا جب کسی کو اپنا نائب چنتا ہے تو اس کے نفس کے تقدس کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کو فرشتوں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے جہاں پر فرشتوں کے پر جل جائیں وہ وہاں نعلین پہن کر پہنچتا ہے' چونکہ قابیل شیطان کا پیروکار تھا' لہٰذا اس کی رہنمائی شیطان نے کی۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا

سبع ستارے

اَوْلِیٰٓـئُھُمُ الطَّاغُوْتُ لا یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ط

اللہ اُن لوگوں کا وَلی ہے. مددگار ہے جو صاحبانِ ایمان ہیں ان کا سرپرست ہے' معاون ہے۔ وہ ان کو لے جاتا ہے' اندھیرے سے نُور کی طرف۔ یہاں ولی کے متعدد معنی ہیں اور ظلمت کے بھی' ظلمات' گناہ' کفر' شرک' جہالت اور معصیتوں کے اندھیرے سے نکالنے میں مدد کرتا ہے' معاونت کرتا ہے' سرپرستی فرماتا ہے' گویا بھٹکنے نہیں دیتا' ہر لغزش سے بچاتا ہے' اپنی راہ پر چلنے والوں کی دشواریوں کو آسان کر دیتا ہے' اور جن لوگوں نے کُفر اختیار کیا تو ان کی مدد' سرپرستی اور معاونت طاغوت یعنی شیطان کرتا ہے' شیطان کا کام کیا ہے کہ وہ بھٹکا دیتا ہے جہالت کی' کُفر کی' گناہوں کی تاریکیوں میں۔

یاد رکھیئے! جس کی سرپرستی ربِ یکتا نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے اس کو کوئی بہکا' بھٹکا نہیں سکتا' اس نے اپنے منتخب' چنندہ بندوں کو اپنا نائب و جانشین اپنے نیک بندوں کا رہبر و رہنما بنا کر بھیجا ہے ہر زمانے میں نبی آئے' رسولؑ آئے تاکہ روزِ قیامت صاحبانِ ایمان کو ان کے ذریعے بلایا جائے۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ

ہر گروہ اپنے امامؑ کے ساتھ بلایا جائے گا۔

بہت نظام گئے بہت نظام آئے رسولؐ آئے نبی آئے امام آئے
مگر نیابتِ نسواں کے باب میں قائم کمی ضرور ہے۔ زہراؑ کا گر نہ نام آئے

ہماری رہبری اور رہنمائی کے لئے ربّ العالمین نے رحمت اللعالمین کے گھر سیدۃ العالمین کو بھیجا، تاکہ ہم ان کی سیرت کو اپنائیں، ان کے اُسوۂ حسنہ پر چلنے کی کوشش کریں۔ میری بی بی پیکرِ عفت و عصمت ہے۔ شفیعۂ روزِ جزا ہے، عدل و مساوات کا ایسا نمونہ اقوامِ عالم میں کہیں نظر نہیں آتا کہ گھر کا سب کام کاج ایک دن بی بی خود اپنے دستِ مبارک سے کرتی ہیں، کنیز عبادتِ الٰہی کر رہی ہے، دوسرے دن خود عبادت کر رہی ہیں، کنیز گھر کا کام کر رہی ہے کیا ہے کوئی ایسی نبی زادی۔ لادے کوئی مثال مقدس بیبیوں میں جناب آسیہ بڑے مرتبے والی ہیں مگر شوہر فرعون ہے دوسری جناب مریمؑ ہیں جنت کے میوے اور طرح طرح کی نعماتِ جنت کے خوان آرہے ہیں۔ فرزند صاحبِ کتاب پیغمبر ہے، مگر شوہر نہیں تنہائی ہے بےبسی کی خدمت کرنا نہ اطاعت، صرف عبادت ہی عبادت ہے۔ ایک عورت کی عزت بڑھانے کو چار مضبوط رشتوں کی دیوار یعنی چہار دیواری کی ضرورت

ہوتی ہے، میری بی بی کے والد رحمت اللعالمین افضل الانبیاء ہے جو کسی کو نہیں ملا۔ بھائی جس کا نام طاہر تھا، جناب خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے تھے، اور اسی سبب سے حضورؐ کی کنیت ابوطاہر ہوئی یہ خدا کے پسندیدہ تھے۔ شوہر سردارِ اوصیا، مددگارِ حبیبِ ذوالمنن قاتل کفار حیدرِ کرار ہے۔ بیٹے سیدانِ شبابِ جنت ہیں، جب چار جانب یہ عصمت کی دیوار دیکھی تو لبِ قدرت سے صدا آئی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ یوں آلِ اطہار پر طہارت کی مہر لگادی کہ قیامت تک مٹائے نہ مٹ سکے، اس در کی عظمت یہ ہے کہ ملائکہ آنے کی تمنا رکھتے ہیں یہاں ملائکہ کو چکی پیستے دیکھئے، حسنین علیہم السلام کا جھولا جھلاتے دیکھئے کبھی تسبیح پڑھتے نظر آئیں گے، ملائکہ درِ سیدہ پر آرہے ہیں۔ یتیم بنکر مانگ رہے ہیں، اسیر بن کر سوال کر رہے ہیں، کبھی مال بیچنے آئے تو کبھی خریدار کی صورت میں حاضر ہیں کہیں نہ نظر آئیں گے۔ اسطرح مگر درِ اہلبیتؑ رسول پر۔ مَلک تسبیح خواں بھی، مَلک خدمت گذار بھی، مَلک بائع بھی ملک مشتری بھی۔ اب ذرا کسی بی بی کا یہ مرتبہ ہو تو لائیے، اس لئے ہم اپنے پروردگار کا بہت شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایسی سردار

عطا کی جس کی چادر کے ایک ایک تار کا سایہ حاصل کرنے کے لئے انبیا
اوصیاء کوشش کریںگے۔ بی بی ہم گنہگاروں کے لئے بھی آپ ہی کے
دامانِ رحمت کا سہارا ہے، بی بی ہمارے اعمال ایسے نہیں، لیکن آپ
رحمت اللعالمین کی جگر گوشہ ہیں، ہمیں اپنی کنیزِ خاص جنابِ فضہؑ کی
کنیزوں میں پکار لیجئے گا۔ کیونکہ آپکی کنیز کا بھی اگر مقابلہ کیا جائے تو
بڑا رتبہ ہے کسی سے کم نہیں جنابِ مریمؑ کے لئے درخت میں رطب تازہ اسودہ
آئے جب وہ دردِ زہ میں مبتلا بھوکی پیاسی تھیں، درگاہِ ربّ العزّت میں
دستِ بدعا ہوئیں تو حکمِ ربّی ہوا مریمؑ سوکھے درخت کو ہلاؤ رطبِ تازہ کھاؤ
دیکھو نیچے ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہے۔ پانی پیو اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو
مگر میری بی بی جنابِ فضہؑ نے لمبی عمر بی بیؑ کے گھرانے میں گذاری۔ مگر
اپنے لئے درگاہِ ایزدی سے کچھ نہیں مانگا۔ مگر ہاں، وہ کنیز جو دن بھر
تمام کاموں میں بی بی کے ساتھ رہتی تھی اس نے جب دیکھا خدا کے رسولؐ
کی باری باری سب دعوت کر رہے ہیں، مسلسل چار دن کھانے کا اہتمام
ہوا، اب اُن کے دل میں بھی یہی آرزو ہوئی کہ میں بھی خدا کے حبیبؐ
مدعو کروں، وقتِ رخصت در تک آئیں، عرض کیا، یا نبی اللہ یہ کنیز بھی

آرزومند ہے دعوت قبول فرمائیے۔ آپ نے قبول فرمالیا۔ قربان جائیے، جناب فضہؑ کنیزِ بنتِ رسولؐ کی حیا کے، سبحان اللہ! کیا جذبۂ غیرت ہے دیکھا آج گھر میں سامانِ خورد و نوش کا کوئی انتظام نہیں۔ نہ آقاؑ سے ذکر کیا اور نہ بی بی سے کچھ تذکرہ کیا۔ اللہ کے بھروسے پر بیٹھی رہیں کہ کچھ ہو تو عرض کروں۔

عزادارو غور کرو، کنیز کے ایمان کو دیکھو، توکل کو دیکھو کوئی انتظام نہیں، پھر بھی خاموش ہیں کہ ضرور تکمیلِ خواہش ہو گی، وقتِ افطار آگیا، ادھر حضورؐ نمازِ مغرب پڑھ کر چلے کہ جبرئیلؑ امین اثنائے راہ آ گئے فرمایا "یا نبی اللہ خداوند عالم بعد تحفۂ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ آج تو آپ نے فضہؑ سے عدۂ افطار فرمایا ہے، آپ درِ جناب سیدہؑ پر تشریف لائے۔ آواز دی" اے بیٹی سلام ہو" بی بی در تک آئیں دروازہ کھولا مگر فکر مند ہیں کیا خاطر کروں حضورؐ سمجھ گئے کہ بوجۂ عسرت و ناداری آج کوئی انتظام نہیں۔ فرمایا "بیٹی آج میں فضہؑ کا مہمان ہوں" مولائے کائنات نے بلا کر فرمایا " فضہؑ تم نے مجھ سے کچھ ذکر نہ کیا، ورنہ کہیں سے کچھ لاتا، انتظام کرتا۔ فضہؑ کہتی ہیں میرے آقا میں دیکھ رہی تھی کہ آپ کے پاس کوئی شے نہیں اس لئے مجھے غیرت تھی کیسے کہتی، فکر نہ کیجئے جس کے بھروسے پر دعوت دی ہے وہی انتظام

بھی کرے گا، وضو کیا ایک گوشے میں گئیں، دو رکعت نماز پڑھی، دستِ دعا
بلند کئے، اپنے آقاؤں اور شہزادوں کا وسیلہ حاصل کیا، دیکھا
پہلو میں خوان رکھا ہے، خوانِ نعمت کو لیکر حاضر ہوئیں حضورؐ نے پوچھا فضہ
کھانا کہاں پایا، عرض کی "جس کے بھروسے پر دعوت دی تھی اس نے بھیجا"
حضورؐ نے فرمایا "بیٹی تیری کنیز کو وہ مرتبہ ملا ہے جو مریمؑ بنتِ عمران کو
کو ملا تھا۔ آپ نے اس گھر کی کنیز کی یہ شان دیکھی کہ اپنے لئے کچھ نہیں
مانگا، اور اگر مانگا تو قربِ خدائے قدیر کے لئے مانگا۔ میں تو عرض کرونگی
کہ پروردگار روزِ محشر ہمیں جنابِ فضہ کے گروہ میں پکارا جائے۔ آواز آ
کہ کنیزانِ فضہ تمہیں فضہ درِ جنت پر بلاتی ہے۔ یقین جانیے کہ یہ حبشہ کی شہزادی
کنیز بن کر کیوں بنتِ رسولؐ کے گھر میں آئیں، صرف اس لئے کہ جب ہم ا
بھتیجیوں سے بی بی کے کردار کی، اعمالِ حسنہ کی تعریف کرتے ہیں، انھیں غیرت
دلاتے ہیں، بی بی کے عمل کے نمونے پیش کرتے ہیں، پیروی کرنے کو کہتے
ھیں، کہتی ہیں امّاں تم تو سٹھیا گئی، کہاں وہ، کہاں ہم۔ ہم کیسے انکے
نقشِ قدم پر چل سکتے ہیں وہ نُوری ہم خاکی، وہ افضل الانبیاءؐ کی بیٹی، ہم
گنہگار کی اولاد۔ اب میری پیاری بھتیجیو! دیکھو فضہ بھی ہمارے گوشت پوست

جیسی ہیں، اب نہ کہنا کہاں وہ کہاں ہم۔ درِ علم سے وابستگی نے انھیں تمام علوم و فنون میں یکتا بنا دیا۔ مشہور واقعہ ہے کہ تانبے پر علم کیمیا سے سونا بنایا۔ ایسی کنیز کہ اگر گھر والوں کے لئے سورۂ ھَلْ اَتٰی نازل ہوئی تو فضہ بھی اسکے فضائل میں شریک ہیں۔ حافظِ قرآن ایسی کہ بیس سال تک آیاتِ قرآنی میں گفتگو کی۔ آپ کی گفتگو کے چند جملے علامہ حافظ محمد بن علی شہر آشوب بحوالۂ ابوالقاسم قشیری لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابنِ مبارک نے ان سے بیان کیا کہ ایک سال حج کے لئے جاتے ہوئے اپنے قافلے سے بچھڑ گیا۔ راہ بھولا اور ایک جنگل میں پہنچا، میں نے دیکھا ایک عورت تنہا جنگل میں جا رہی ہے۔

میں نے پوچھا "تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا "قُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔" "تم سلام کہو عنقریب جان لوگے۔ میں نے سلام کیا۔ میں نے کہا "آپ اس جنگل میں کیوں پھر رہی ہیں۔ انھوں نے کہا "مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ" "جسے اللہ ہدایت کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

میں سمجھ گیا کہ راہ بھولی ہوئی ہیں۔ میں نے پوچھا "تم جنوں میں سے ہو یا انسانوں سے؟ کہا "یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ۔ میں سمجھ گیا یہ انسان ہونا بتا رہی ہیں۔ میں نے پوچھا "تم کہاں سے آئی ہو؟ فرمایا "یُنَادَوْنَ

مِن مَّکَانٍ بَعِیۡدٍ ۔ وہ دُور سے پکار رہے ہیں۔ میں سمجھا کہ دور سے آرہی ہیں میں نے کہا "کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ جواب دیا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ ۔ حج واجب ہے ۔ میں سمجھ گیا کہ حج کو جارہی ہیں۔ میں نے پھر پوچھا "تم قافلے سے کب چھوٹیں، فرمایا وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ۔ میں جان گیا کہ ان کو راہ بھولے ہوئے چھ دن ہو گئے ۔ میں نے کہا "تم کچھ کھانا چاہتی ہو۔ جواب دیا وَمَا جَعَلۡنٰہُمۡ جَسَدًا لَّا یَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ " ہم نے انھیں ایسا جسم نہیں دیا کہ وہ کچھ نہ کھائیں۔ میں سمجھ گیا کہ بھوکی ہیں، میں نے کھانا کھلایا اور کہا جلد سوار ہو جاؤ۔ فرمایا۔ " لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ میں سمجھ گیا کہ ایک جانور پر زیادہ بار دینا نہیں چاہتی ہیں۔ میں نے کہا اچھا میرے ساتھ ایک ہی اونٹ پر بیٹھ جاؤ ۔ فرمایا لَوۡ کَانَ فِیۡہِمَاۤ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا ۔ اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا، میں سمجھ گیا کہ میرے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتیں، میں اتر آیا اور انھیں سوار کرا دیا اب انھوں نے یہ آیت پڑھی سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا ۔ پاک ہے وہ ذات

جس نے ہمارے لئے انھیں مسخر کر دیا ہے، جب ہم قافلے میں جا کر مل گئے تو میں نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اس قافلے میں ہے۔ انہوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ، يٰمُوْسٰٓى اِنِّىْٓ اَنَا رَبُّكَ۔ میں سمجھ گیا کہ چار آدمی اس کے ساتھ ہیں۔ داؤد، محمد، یحییٰ، موسیٰ۔ میں نے قافلے میں ان چاروں کو نام لے کر پکارا۔ وہ چاروں نوجوان قافلے سے فوراً آ گئے اور آ کر فوراً اس ضعیفہ کو سلام کیا۔ ضعیفہ نے سلام کے جواب کے بعد یہ آیت پڑھی "يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ" بابا جان اسے اجرت دو۔ انھوں نے مجھے بہت سا مال دیا، انھوں نے پھر یہ آیت پڑھی وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ سے زیادہ عطا کرتا ہے۔ انھوں نے مجھے کچھ اور دیا۔ میں نے پوچھا "یہ چاروں آپ کے کون ہیں؟ ضعیفہ نے یہ آیت پڑھی "اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مال اور اولاد زندگانی دنیا کی زینت ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اس کے بیٹے ہیں میں نے ان سے پوچھا "یہ محترمہ آپ کی کون ہیں۔ انھوں نے بتایا "یہ ہماری مادر گرامی کنیز بنت رسولؐ فضہؓ ہیں۔ بیس سال ہوئے کہ یہ آیات قرآنی سے بات کرتی ہیں۔

اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ آپ کے چار فرزند تھے، روایت میں ہے ایک بیٹی جس کا اسم گرامی مسکہ لکھا ہے۔ مسکہ کی ایک بیٹی کا بھی ذکر ہے جس کا نام شہرہ لکھا ہے، ایک کرامت بھی ان سے منسوب ہے، یقین جانیے کہ تعجب ہوتا ہے کہ یہ حبشہ کی شہزادی کب اس گھر سے جُدا ہوئی، اپنے بچوں کی پرورش کیسے کی۔ ابھی میں نے عرض کیا جناب فضہ کی سیرت ہمارے سامنے ہے۔ یہ تھوڑی نہیں ہے، ان کی سیرت اپنایئے، جناب سیدہ کی کنیزی کا دعویٰ رکھنے والیو۔ ان کی اولاد کہنا آسان ہے، ذرا اپنے عمل اور کردار پر بھی نظر کرو۔ میری بی بی خاتون جنت نے اپنی شریک کار جناب فضہ کو بنایا تو کیوں یہ ایک غور طلب نکتہ ہے۔ آہ جس وقت جناب فاطمہؑ اور ان کے بچوں کے سر سے رسولِ عربی کا سایۂ رحمت اٹھا، اہلِ بیتِ رسول پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ہائے وہ بی بی کا اپنے بابا کے غم میں گریہ۔ وہ زمانے والوں کے مظالم، فضہ بھی شریکِ غم ہیں۔ کربلا میں جو ظلم ہوئے اُس کی ابتداء میری معصومہ بی بی سے ہوگئی، آہ جس وقت بی بی کے اوپر دروازہ گرایا گیا۔ پہلو شکستہ ہوا، بی بی نے تڑپ کر آواز دی فضہ! میرا بچہ محسن شہید ہوگیا۔ فضہ میرا پہلو شکستہ ہوگیا، فضہ مجھے

آکر سہارا دے دو۔ فضہؑ دوڑی آئیں، بی بی کو اٹھایا تیمار داری کی۔ یہاں تک کہ بی بی نے وفات پائی بی بی کے غسل میں جنازے میں فضہ شریک بی بی کے یتیموں کو سینے سے لگاتی ہیں، عزادارو تصور شرط ہے اس وقت فضہ کا کیا حال ہوتا ہوگا، جب بچے رو کے کہتے ہونگے، ہائے ماں ۔ شہزادی زینبؑ فریاد کرتی ہونگی میری دکھیا اماں نانا کا غم نہ کم ہوا تھا کہ آپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ پھر یہی مصیبت کیا کم تھی کہ ایسی مہربان سایۂ رحمت مالکہ سے قیامت تک کو جدائی ہو گئی۔ ہاں عزا دارو ۔ جنابِ فضہؑ کا صبر ان کی خدمت آلِ رسولؐ سے وفاداری کم سے کم مجھ جیسی کم علم سے بیان کرنا مشکل ہے۔ کربلا کامیاب نہ ہوتی، اگر زینبؑ بنت زہراؑ نہ ہوتی، زینبؑ کی فتح راہِ کوفہ و شام میں جیسے ام کلثوم ساتھ ہیں یونہی فضہ بھی شریک کار ہیں، اگر شہزادی زینبؑ شریکۃ الحسین ہیں تو فضہ شریکۃ الزینبؑ ہیں۔ زینبؑ ماں کو روئی تسلی دینے والی فضہؑ شیرِ خدا مسجد میں شہید ہوئے، غمگسار فضہ۔ بھائی حسنؑ شہید ہوئے فضہؑ بھی گریہ کناں ہیں۔ آہ زینبؑ سے مدینہ چھوٹا، ماں کی قبر چھوٹی فضہ سے بھی ایسی مہربان مالکہ کی قبر سے جدائی ہوئی۔ قبر سے لپٹ کے ضرور کہا

ہوگا بی بی تیرے بچوں کی محبت مجھے اس قبرِ مبارک سے چھڑا رہی ہے۔ ہائے کربلا پہنچیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا خیمے میں صدائے العطش بلند ہوئی ہائے زینبؑ کے ساتھ ساتھ بچوں کو بہلا رہی ہیں ہائے لاشوں پہ لاشے آنے شروع ہوئے فضہؑ بھی زینبؑ کے ساتھ نوحہ کناں ہیں، بلکہ ایک روایت میں یہ بھی پڑھی ہے کہ جب علی اکبرؑ نوجوان شبیہ رسولؐ میدانِ قتال کو سدھارے اس وقت آقا حسینؑ پر بہت غم و اندوہ طاری ہوا۔ اہلِ بیتؑ میں کسی بھی شہید کی رخصت پر اتنا کہرام نہ ہوا تھا۔ امامؑ کو فکر تھی کہ اکبرؑ کی شہادت کو سن کر ملکہ علی اکبرؑ خیمے سے باہر نہ آ جائے۔ آپ درِ خیام پر کھڑے میدانِ کارزار کی طرف رُخ کئے ہوئے تھے، جناب زینبؑ نے جناب فضہؑ کو مقرر کیا فضہؑ تو بھائی کے رُخِ انور پر نظر کئے رہنا جب کڑیل جوان کی صدائے یَا اَبَتَاہُ ادرکنی آئے تو بھائی کا رنگِ مبارک سفید پڑ جائے گا۔ فضہ اس وقت مجھے خبر کر دینا۔ آہ حسینؑ کی نظر میدانِ قتال پر، فضہؑ کی نگاہ مصحفِ رُخِ حسینؑ پر آہ فضہ نے دیکھا رُخِ حسینؑ فق ہے، فضہؑ کلیجہ پکڑ کر اندر آئیں اور زینبؑ لاشِ علی اکبرؑ پر حسینؑ سے پہلے پہنچ گئیں آہ وہ وقت بھی فضہ نے دیکھا جب زمینِ کربلا کو زلزلہ ہوا، سورج کو گہن لگ گیا، شام غریباں آ گئی۔ زینبؑ کے

پاس اب کوئی نہیں ہا، نہ عباسؑ ہیں نہ قاسمؑ نہ عونؑ و محمدؑ۔ خیموں میں آگ لگ گئی، سروں سے چادریں چھن گئیں، مریض و ناتواں شہزادے کے گلے میں طوقِ خاردار، پیروں میں بیڑیاں ہیں، تپ کی شدت سے نڈھال صرف ایک شہزادہ بچا ہے۔ مالکہ کا بھرا گھر خالی ہوگیا۔ ایسے میں دو تین بچے گم ہو گئے، حسینؑ کی پیاری سکینہؑ بھی نہیں ملتی۔ شہزادی زینبؑ کہتی ہیں فضہؑ ادھر آ، بھائی کی پیاری سکینہ کہاں گئی، غضب ہو گیا، ہائے دکھیا کیسے بلائے کیسے پکارے، مقتل میں بے کفن لاشے پڑے ہیں، شہزادی آپ کے صبر کے صدقے، ملکۂ غم نے فضہؑ کو ساتھ لیا، تلاش کو چلیں، نشیب کی جانب پہنچیں، آواز دے رہی ہیں سکینہؑ، سکینہؑ ایک طرف سے آواز آئی بہن سکینہ میرے سینے پر سو رہی ہے۔ آہ کیسے بابا کے سینے سے سکینہؑ کو جدا کیا ہوگا، اور کیونکر چلے خیام تک آئی ہونگی۔ ۲۰ راوی گیارہ محرم کے واقعات میں لکھتا ہے کہ جب ملعونوں نے کوفے چلنے کا ارادہ کیا۔ شہزادہ عابدؑ بیمار کو اسیر کیا تھا، مخدراتِ عصمت کے سر سے چادریں چھین لیں تھیں، مقتلِ حسینؑ میں بیبیوں کو لائے، جہاں عزیزوں کے بے کفن لاشے پڑے تھے۔ ہائے پھر شترانِ بے کجاوہ پر کہا کہ سوار ہو جائیں، اس وقت ہر ایک بی بی فرطِ غم

ور حیا سے کانپ رہی تھی، قربان بنت حیدرؑ کے صبر کے، ایک ایک بی بی کو بازو تھام کر ملیکۂ غم نے سوار کرایا، جب سب کو بٹھا چکیں، لاشۂ مظلوم کربلا سے فرمایا حسینؑ تیرے ناموس کو تو میں نے سوار کرا دیا۔ بھیا میرا ہاتھ پکڑ کر سوار کرانے والا کوئی نہیں۔ راوی کہتا ہے ایسے میں میں نے دیکھا کہ ایک گندم گوں ضعیفہ آگے بڑھی۔ کہا شہزادی میں قربان۔ تیری ماں کی کنیز تجھے سوار کرائے گی۔ آہ آلِ رسولؐ باسرِ عریاں، شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ تشہیر ہوئے، کربلا سے کوفے، کوفے سے شام پہونچے، دربارِ یزیدِ ستمگار میں لائے گئے۔ لعین تختِ حکومت پہ بیٹھا تھا۔ اور آلِ رسولؐ رسن بستہ سامنے لائے گئے، "بحار الانوار" میں لکھا ہے۔ یزیدِ نحس نے سرِ امام پاک محل کے دروازے پر لٹکا دیا تھا، ہند (زوجہ یزیدؔ) کی نظر پڑی تو وہ روتی پیٹتی سر برہنہ محل سے دربار میں آگئی۔ اور اضطراب کے عالم میں کہتی ہے۔ ارے یزیدؔ تو نے بڑا غضب کیا فرزندِ رسولؐ کو شہید کر کے ان کا سرِ اقدس محل کے دروازے پر لٹکا دیا۔ ہائے ملعون کو اپنی زوجہ کو یوں سر برہنہ بھرے دربار میں آتے دیکھ کر غیرت آئی دوڑ کر اپنی عبا زوجہ کے سر پہ ڈھا دی، اس وقت بنت علیؑ نے لہجۂ علیؑ میں کہا "اے یزیدؔ! جس گھر سے

ردہ نکلا، جس گھر میں آیۂ تطہیر اتری اسی کو تُو نے بے ردا کیا ہے، لعین
اپنی زوجہ کو اپنی عبا اوڑھا رہا ہے، اولادِ رسولؐ کو رسن بستہ غلامان
کی دیلم کی طرح بندی میں رکھا ہے۔

دربار میں سناٹا چھا گیا۔ لوگ حیران کہ علیؑ کہاں سے بول رہے ہیں۔
یزید نے شمر سے کہا یہ کون گستاخ ہے، اس کو میرے سامنے لاؤ۔ شمر
نے کہا "علی کی بڑی بیٹی زینبؑ ہے۔ بی بی نے فضہؓ سے کہا۔ "فضہ
میرے سامنے ہو جا۔ فضہؓ دیوار بن کر سامنے آ گئیں، شمر نوکِ نیزہ
سے فضہ کو ہٹانا چاہتا تھا، مگر فضہؓ دیوارِ آہن بنی تھی، ایک بار یزید نے
حکم دیا "اس بوڑھی عورت کو قتل کر دے، جلاد تلوار لے کر آگے بڑھا
حیدرِ کرارؑ کی کنیز نے للکارا "اے غلامانِ حبش تمہاری غیرت کو کیا
گیا، تمہارے ہاتھوں کی تلواریں کدھر ہیں، تمہارے قبیلے کی ضعیف عورت
کو سرِ دربار قتل کرنے جلاد آ رہا ہے، اور تم دیکھ رہے ہو" آہ پانچسو
غلامان نے تلواریں نیام سے باہر کھینچ لیں۔ فضہؓ کے قریب آ گئے۔
غصے سے کہا "اے یزید! اگر ہمارے قبیلے کی عورت پر کسی نے ہاتھ
اٹھایا تو ابھی یہ تلواریں دربار کے اندر خون سے بھر جائیں گی۔ یزید خائف

ہوا۔ اس وقت شہزادی زینبؑ نے مدینے کی طرف رُخ کیا۔ کہا نانا! نواسی ایسی لاوارث ہوگئی کہ اُسکو بچانے والا کوئی نہیں۔ ہائے فضہؑ کہ پر اسکے قبیلے والے دوڑ پڑے، نانا! زینبؑ کسے پکارے، کسے بُلائے زینبؑ کی آواز پر آنے والے سب خاک پر بے گور و کفن پڑے ہیں۔ بھرا دربار برخاست ہوگیا، رسولؐ کا کنبہ زندانِ تنگ و تار میں بھیج دیا گیا۔ یہاں تک قید کو طول ہوا کہ یتیمۂ حسینؑ خاک پہ تڑپتے تڑپتے گزر گئی۔ بنتِ رسولؐ کے غسل میں شریک فضہؑ نے شام کے قید خانے میں سکینہ کا جنازہ اٹھایا، زینبؑ کے ہاتھوں پر ننھی سی میت کو رکھا، شہزادی کے ساتھ بین کئے۔ شریکۃ الزینبؑ فضہؑ وطن واپس آئیں اور اس روایت کو مانا ہے کہ جب باغ کے مالی نے بیلچے سے جفا کی۔ بی بی کے ساتھ تھیں یقیناً عالمِ غربت میں امامِ وقت کے ساتھ شریک تجہیز و تکفین شہزادی کے جنازے پر بین کئے۔ ہائے میری دکھیا، ہائے امّ المصا بی بی آپ کی ماں کی کنیز اب کس کے سہارے رہے گی۔ بھائی کی لٹ والی کنبے کی سوگوار کنیز کو اپنا بھی سوگوار بنا دیا۔ ہائے مقدر میں فضہؑ آپ کا ماتم بھی لکھا تھا، سب کو رونی تھی، کاش میری بی بی کی نشا

آپ کو نہ روتی۔ آہ عزادارو! آج بھی فضہ کا چھوٹا سا روضہ شام کے قبرستان میں زینبؑ و امّ کلثومؑ و سکینہؑ کی مصیبت پر نالہ کناں ہے۔ آپ سب کو زیارت نصیب ہو عجب اُداسی وحسرت برستی ہے۔ ہائے قریب میں زندانِ شام ہے۔ تنگ و تاریک زندان میں یتیمۂ حسینؑ سکینہؑ کا روضہ ہے۔ ہائے سکینہؑ۔ ہائے یتیمہ آپ پر ہمارا سلام۔ جنابِ امّ کلثومؑ کی قبر کی جگہ کچھ وسیع ہے۔ بی بی فاطمہؑ آپ اس فرشِ عزا پر موجود ہیں۔ بی بی اپنی کنیزِ خاص کا پُرسہ بھی قبول کیجئے۔ بی بی آپ پر ہمارا سلام۔ اُن تمام شہزادیوں پر ہمارا سلام جو فاتحِ شام جنابِ زینب علیا کے شہر میں آرام فرما ہیں۔ اے قاضی الحاجات بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ میرے اس ذکر کو قبول فرما۔ اس مجلس کے ایک ایک حرف کو مقبولِ بارگاہِ ایزدی کر۔ آمین ثم آمین

mobilib.org

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝

ترجمہ۔ مال اور اولاد یہ سب زندگانی دنیا کی زینت و آرائش ہیں اور وہ نیک کام جن کا ثمر ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور وہ خدا کے نزدیک ثواب کی راہ بہت بہترین ہے۔ اور ان کی آرزو بھی بہترین ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے ہمارے جسموں میں پھیلنے والے اعصاب اور سمٹنے والے عضلات ترتیب دیئے۔ زندگی کی آسائشوں سے بہرہ مند کیا پاک و پاکیزہ رزق سے پرورش کیا اور اپنے لطف و کرم سے نعمتوں کا سرمایہ بخشا۔

اس کے بعد ہمارا درود و سلام ان انوار مقدسہ پر ہو جس پر وہ خود درود بھیجتا ہے۔ اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اور ہمیں بھی حکم دیتا ہے کہ ہم بھی اس پر درود بھیجیں۔ اس کا شکر ہے کہ ہمارے

اس عمل میں خود خالق یکتا بھی شامل ہوتا ہے ہم اس کے اس کرم کا شکریہ کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یقیناً ہمارے لئے درود پڑھنا معراج ہے۔ یہ خالق یگانہ کا ایسا تحفہ ہے جس کا شکر ادا کرنے کی ہم قوت نہیں رکھتے۔ بس وہ اپنی عطا و کرم کے صدقے میں ہمیں عملِ نیک و صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے کہ مال اور اولاد یہ سب زندگانی دنیا کی زینت و آرائش ہیں۔ حقیقت یہ ہے ان میں سے ایک بھی جس کے پاس نہیں ہے دنیا اس کے لئے بیکار ہے۔ اگر ان کا ستعمال، ان کا مصرف صحیح ہے بیجا نہیں ہے۔ تو ان کی تمنا ن کے حاصل کرنے کی آرزو بہتر ہے۔ لیکن صرف دنیا کے لئے ہیں۔ اب باقیات الصّٰلِحٰتُ جو ہمیشہ کے لئے ہے وہ نیک عمل ہے ب اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر عرض کرتی ہوں۔ تو کسی نے نماز پنجگانہ کہا۔ کوئی نماز شب کہتا ہے۔ کسی نے تسبیحات اربع لکھا ہے۔ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ یہ باقیات صالحات ہیں۔ اور ایسی اولاد بھی جن کے نیک عمل سے ماں باپ

کو مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ باقیات الصالحا
کہیں گے۔ یہی نہیں بلکہ ہر وہ کام جو ثواب جاریہ کہا جائے
کنویں بنوانا۔ سڑکیں، مسافر خانے مسجدیں بنوانا ثواب
ہیں۔ باقیات الصالحات ہیں۔ اور ان کی تمنا کرنا بھی ثواب
ان کی آرزو۔ خواہش۔ ان کی طلب میں سعی و کوشش بہتر
نیک کام ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ باقیات الصالحا
مودّت اہلِ بیت اطہار علیہم السلام ہے۔ بہرحال اگر ان تمام
پر بحث ہوتی ہے تو مجلس کو طول ہو گا۔ لہٰذا خالقِ یکتا نے کوئی
شئے ایسی نہیں پیدا کی جس میں حسن نہ ہو۔ زینت نہ ہو۔ اگر آپ کہ
ایسے مقام پر جائیں جہاں مناظر قدرت بکھرے پڑے ہوں۔ آپ اک
ایک شئے کے حسن پر نظر کریں تو بے ساختہ کہدیں گے اللہ جمیلٌ
یحبّ الجمال۔ بیشک انسان کی زینت آرائشِ حسن اسکے میوہ
سے اس کے ثمر سے نکھرتا ہے۔ اس کے لئے ہم کس ذکر کے لائق ہیں۔
ہمارے ہادیانِ برحق پیغمبروں نے نبیوں نے طلب اولاد میں گریہ فرما
ہے۔ دعائیں مانگی ہیں۔ تمنائیں کیں۔ جیسا کہ جنابِ زکریاؑ کی دعا کلام

سبع ستارے

میں موجود ہے۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِی فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ۝

جناب سارا، جناب حاجرہ نے دعائیں مانگی تمنا کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے آرزو کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اولاد نرینہ اور پھر نیکو کار۔ صالح تو یقیناً بہت بڑا ثواب جاریہ ہے۔ یہ آخرت میں کام آنے والا ثواب ہے بڑی مشہور روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ اکرم کسی قبرستان سے گذر رہے تھے۔ جاتے وقت اصحاب سے فرمایا کہ یہاں سے جلد گذر جاؤ۔ واپسی میں قیام فرمایا۔ حمد و ثنا رب جلیل فرمائی۔ اصحاب نے عالم حیرانگی میں پوچھا یا نبیؐ اللہ۔ اس وقت کیا وجہ تھی۔ اب کیا سبب ہے آپ نے فرمایا اس وقت ایک قبر پہ عذاب ہو رہا تھا اور جہاں عذاب ہو وہاں رُکنا نہیں چاہیئے۔ اور اب اس صاحب قبر کے فرزند نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا ہے۔ اس لئے اسکی قبر پہ فرشتہار رحمت کا نزول ہوا ہے۔ اور عذاب دور ہوگیا۔ اگر اس کے اولاد نہ ہوتی تو کون بسم اللہ پڑھتا اور کیسے عذاب دور ہوتا۔ اسی لئے نیک اولاد بھی قیات الصالحات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے اولاد کی ولادت کے لئے آرزو کی، تمنا کی۔ دعائیں

کیں۔ ہم لوگ تو برابر مجلسوں میں سنتے رہتے ہیں کہ حضورؐ نے فر
جو دیکھنا چاہے علیؑ کو زہد یحییٰ ہیبت موسیٰ مناجات
میں تو وہ میرے وصی وولی علیؑ کو دیکھے۔ نیک اولاد، اچھی اولاد
لئے خواہش کرنا دعائیں مانگنا سنت ہے نبیوں کی۔ جیسا کہ
تمنائے خلیل رب اور دعائے حضرت زکریاؑ کا ذکر ہوا ہے۔ ابا
یا خواہش انسان کو اسوقت زیادہ ہوتی ہے جب اس کی ضرورت
ہو اس کی خوبیاں اس پر آشکار ہو جائیں۔ تو پھر وہ دعائیں مانگتا
ہے اور آرزو بھی کرتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ سردار
جناب فاطمہؑ زہرہؑ کے گھر تشریف لائے۔ بی بی نے ماحضر پیش کیا۔ پ
پاک علیہم السلام تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے مولائے کائنات شیر
کو مخاطب کر کے فرمایا اے علی میں تم کو ایک ایسے فرزند کی بشارت
دیتا ہوں جو خالقِ کون و مکاں تمہیں میرے بعد دیگا۔ جب وہ
پیدا ہو تو اس کا نام عباس رکھنا۔ اے علی یہ حسینؑ کے بچوں کی سقا
کریگا۔ اے علیؑ تم نے جس طرح میری رفاقت، مدد، حفاظت کی
ہے یوں ہی یہ بچہ بڑا ہو کر حسینؑ کی رفاقت اور مدد گاری کریگا۔ بی بی

نے عرض کیا بابا یہ بچہ کب دنیا میں آئے گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ فاطمہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو میری جگر گوشہ تو بھی جلد میرے پاس آجائے گی اس کے بعد علی عقدِ ثانی ایک باوفا نیک اور بہادر عورت سے کرینگے۔ خداوند عالم اس کو یہ لعل بے بہا عطا فرمائیگا بی بی نے دستِ دعا بلند فرمائے اور جناب ام البنین اور ان کے بہادر فرزند کے لئے دعا فرمائی اور تمنا کی کہ کاش اس وقت میں زندہ ہوتی تو اپنے فرزند عباس کی پرورش خود کرتی۔ پھر فرمایا بابا عباس میرا فرزند ہے۔ آہ یہی سبب ہے کہ مولا علیؑ نے مولا عباسؑ کی ولادت کی دعا مانگی اور عقدِ ثانی کے لئے یہ کوشش بھی کی کہ اعلیٰ قبیلے کی اعلیٰ کردار کی خاتون سے مناکحت کریں۔ باب العباس، اسرار الشہادت، دمعۃ الساکبہ ناسخ التواریخ وغیرہ کی تمام روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے بھائی عقیل ابن ابیطالب سے عرض کیا۔ چونکہ آپ انساب عرب سے آگاہ تھے۔ آپ نے فرمایا بھائی صاحب مجھے تمام واقعات کربلا حضور ختمی مرتبت نے بتا دیئے ہیں۔ اس لئے اب نگاہوں میں مناظرے خونیں بسے رہتے ہیں۔ دل بے چین رہتا ہے۔ آپ میرے لئے عرب کے کسی

ایسے قبیلے کی لڑکی تلاش کیجئے جو اعلیٰ نسب، بہادر اور وفا شعار ہو۔ شریف ہو۔ تاکہ اس سے جو فرزند پیدا ہو۔ وہ رزم گاہ کربلا میں میرے فرزند حسینؑ کی بکمال انہماک، توجہ اور جانفشانی سے مدد کرے۔ آپ ماہر انساب تھے۔ فوراً فرمایا یا اُمّ البنینَ اَنکلا ابیہ۔ اس لئے اس کے آباؤاجداد سے زیادہ شجاع، دلیر کوئی نہیں لبید شاعر نے اپنے کلام میں ان کی نہم بلندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ہم ہی عامر بن صعصعہ بڑی عزت و منزلت کے مالک ہیں۔ جس سے کوئی عرب انکار نہیں کر سکتا پھر فرمایا اے بھائی علی سنو۔ ام البنین کے خاندان کے بہادر! ابو براء جنکو مَلاَعِبُ الاَسِنّہ یعنی نیزوں سے کھیلنے والا کہا جاتا تھا۔ عرب میں کوئی ان جیسا بہادر نہیں ہوا۔ پھر اس کے بعد جناب ام البنین کے والد و والدہ کا شجرہ نسب بیان فرمایا۔ ناسخ التواریخ وغیرہ کی کتابوں میں درج ہے کہ آپ کا شجرہ نسب ماں باپ دونوں ہی کی طرف سے بہت اعلیٰ ہے اس کے بعد مولا علیؑ کی اجازت سے حضرت عقیل ابنِ ابیطالب جناب ام البنین کے والد کی خدمت میں پہونچے اور اس رشتے کا ذکر کیا۔ مولائے کائنات شیر خدا فاتح خیبر سے کون آگاہ نہ تھا۔ وہ تو مومنِ کامل تھے

خوش ہوکر کہا - بیشک اس رشتے سے علیؑ کا فخر نہیں بڑھے گا - بلکہ ہمارے لئے صد افتخار ہو گا۔ جب طرفین کی رضامندی ہوگئی تو بعد عقد مومنات کے جھرمٹ میں جناب ام البنین خانۂ حیدر کرار میں جلوہ فگن ہوگئیں۔ کس شان سے کہ لب پر حمد و ثنائے رب جلیل کے ساتھ منقبت علی مرتضیٰ مدحت فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ علیہا ہے۔ فرمارہی تھیں کہ فخر ہے میرے لئے کہ میں سیدۂ نساء العالمین خاتون جنت کی کنیز اور تاجدار عالم وصی فضل الانبیاء کی زوجہ ہوں۔ حجرے میں داخل ہوتے وقت پہلے ڈیوڑھی کو بوسہ دیا۔ اور سب سے پہلے حضرت حسنینؑ علیہم السلام کے قریب آئیں تین بار طواف کیا۔ زلفوں کا بوسہ لیا۔ رخسار ماہتاباں چومے اور عرض کرتی ہیں۔ اے میرے آقاؤ۔ اے میرے آقازادو مجھے اپنی کنیزی میں قبول کرلو۔ میں تم پر نثار میں تمہاری خدمت کرنے آئی ہوں۔ محترم سننے والو۔ زوجہ علی ابن ابیطالب کا عمل ایسا عمل تھا کہ مولا علی خرم و مسرور ہوئے روح جناب فاطمہؑ ضرور شاد ہوگئی ہونگی رسول خدا خوش ہوگئے ہونگے۔ پنجتنؑ پاک خوش ہوئے تو خالق دو جہاں راضی ہوگیا ہوگا۔ ہاں محبان اہلبیتؑ رسولؐ آج بھی ہمارے معاشرے کو ایسی انکساری و خلوص کی اشد ضرورت ہے۔ اکثر بن ماں کے بچے دوسری ماں کی آمد

سبع ستارے

سے برباد ہو جاتے ہیں ۔ مرد کی زندگی برباد ہو جاتی ہے ۔ جب کہ ہمیشہ ایسے
حالات کسی بڑی مصیبت کے سبب ہوتے ہیں ۔ جس میں معصوم بچے
بے خطا اور بے سہارا ہوتے ہیں ۔ کاش مومنات اس سیرت جناب
ام البنین پر نظر کریں ۔ لوگ بچوں والے باپ سے رشتہ کرنے کو تیار نہیں ہوتے
کاش وفائے مادر مولا عباس عام ہو جائے ۔ کاش سننے والے بگوش دل
سنیں ۔ اور عمل کریں ۔ لیکن افسوس سید کہنے والے بہت ہیں مگر اعلیٰ ظر
کا ثبوت دینے والا کوئی نظر نہیں آتا ۔ بہر حال جناب ام البنین جیسی
سیرت بی بی کہیں اور سوائے مولا علیؑ کے گھر کے نظر نہیں آتی ۔ اگر ہم تار
کا مطالعہ کریں تو کوئی عورت چاہے پیغمبر زادی ہی کیوں نہ ہو جناب سا

جناب ہاجرہ سے کتنی بیزار تھیں کہ صورت دیکھنا گوارا نہ تھا ۔ رسولؐ
کی ازواج کے جھگڑے قرآن پاک میں پڑھ لیجئے ۔ سوتیلی ماں کے طعن و تش
سے میری بی بی کا جگر زخمی ہوتا تھا ۔ ورنہ حضرت لوطؑ کی زوجہ حضرت نو
کی زوجہ خود مولا علیؑ کے بڑے فرزند حسنؑ مجتبیٰ کی ملعونہ بیوی ۔

تو مولود کعبہ محترم اسدِ کبریا کو مبارکباد دیتی ہوں یا علیؑ آپ بیشک
ہیں ۔ میں خدا کے رسولؐ کے جملے عرض کردوں تو بہتر ہے ۔ فرمایا حض

سیدالانبیاء نے۔ اے علیؑ تم چار باتوں میں مجھ سے افضل ہو۔ اوّل یہ کہ تمہارا خسر میں ہوں اور میرا کوئی ایسا خسر نہیں۔ اے علی تمہاری زوجہ خاتونِ جنّت ہے اور میری کوئی زوجہ ایسی نہیں۔ اے علیؑ تمہارے حسنینؑ جیسے جنت کے جوانوں کے سردار فرزند ہیں اور میرے پاس ایسے لولو و مرجان نہیں۔ اے علی تمہاری جائے ولادت کعبۂ محترم ہے۔

اور میری نہیں۔ اَب یہاں مجھے کسی شاعر کا ایک شعر یاد آگیا۔ قسم بھی کھائیے تو تعالیٰ زلیخا کی۔ کہ جس نے عزیز مصر سا غلام لیا۔ بہرحال رب کائنات جب مہربان ہوتا ہے تو ایسے ہی دیتا ہے کہ جناب زلیخا نے یک غلام خریدا تو وہ بادشاہ دین و دنیا نکلا۔ اولاد اور مال زینت ہیں ایسے اکران کا استعمال صحیح ہے۔ عادات و اطوار قابلِ رشک ہوں تو ن کو پانے کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔ جیسا کہ خالقِ کائنات نے اپنے کلامِ پاک میں دعائے جناب خلیلؑ۔ جناب زکریاؑ اور حضرتِ مریمؑ کی منت کا تذکرہ ہے۔ اکثر راوی لکھتے ہیں کہ مادر حیدر کرار جناب فاطمہؑ بنت اسد نے مولائے کائنات کے لئے دعائے طلب اولاد کی تھی۔ میں جناب فاطمہ بنت اسد کو مبارک باد دیتی ہوں کہ خالقِ کائنات نے

سبع ستارے

انھیں حیدر کرار قاتل کفار، فاتح بدر و حنین، مولود کعبہ جیسا فرزند عطا فرمایا۔ صد فخر و مباہات کہ آپ کی نسل میں امامت کی بارہ دری قائم ہو گئی اب آپ کا فرزند بارگاہ ایزدی میں دست بہ دعا ہے۔ اور اپنے رب سے بہادر باوفا فرزند طلب کر رہا ہے مجیب الدّعوات نے تمنا اسکے فرزند دلبند کی دعا میں ملا قبول فرمائی اور نخل تمنا بارآور ہوا۔ آغوشِ ام البنینؑ گوہر یکتا سے درخشاں ہو گئی سیّدِ شبابِ جنت کے بازو قوی ہو گئے۔ گھر قمر بنی ہاشم سے روشن ہو گیا آل عبا کے دل کی کلی کھل گئی۔ جناب زینبؑ اور جناب ام کلثوم نہال ہیں۔ مولا علی کی پیشانی مبارک سجدۂ شکر میں جھک گئی۔ شادی کے نو ماہ بعد بدر کامل خانہ حیدر کرار میں اتر آیا۔ شارح زیارت ناحیہ نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے کہ جس وقت فرزند رسول الثقلین حسینؑ ابن علیؑ نے یہ مژدہ مسرت سنا شاداں و فرحاں تشریف لائے۔ مولود حیدر کرار آنکھیں بند کئے تھے۔ جب آقا حسینؑ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ تو فوراً گل مرتضیٰؑ نے چشمہائے مبارک وا کئے۔ رخِ زیبائے امام کی زیارت کی۔ ابھی تک کوئی دودھ غذا بھی نہ پائی تھی۔ اب فرزندِ رسولِ اکرمؐ نے اپنی زبانِ مبارک دہن پاک غازی عباسؑ میں دی۔ آپ فرزند رسولؐ کی زبانِ مبارک کو چوس کر سیراب ہو گئے

آقا حسینؑ نے اپنے نانا کی طرح زبانِ مطہر چوس کر عہد وفاداری لے لیا۔ پھر آپ نے اپنی عبا کے دامن کا سایہ کیا اور مسجد میں لیکر آئے۔ بابا کے قریب آکر فرمایا۔ بابا یہ طفل مجھے بہت ہی عزیز ہے۔ بابا اس کی پرورش میں کروں گا۔ مولائے کائنات نے فرمایا۔ بہت خوب حسینؑ تیری خوشی میری خوشی ہے۔ اب رات ہو کہ دن جب حسینؑ گھر میں ہوں۔ عباس کو اپنے علمدار کو سینے سے لگائے رہتے تھے ایک دن بابا سے عرض کرتے ہیں۔ بابا کیا وجہ ہے کہ جب اس کی محبت کا جوش ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ میرا دل بھی غمزدہ ہو جاتا ہے۔ مولا حیدر کرار نے فرمایا حسینؑ خاصانِ حق کے لئے خوشی و غم ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ میرے لال ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے۔ جب تم اَلْاٰنَ اَنْکَسَرَ ظَھْرِیْ کہہ کر روؤ گے امام مظلوم نے عرض کیا بابا وضاحت کیجئے۔ مولا بتانا نہیں چاہتے تھے۔ مگر جب مظلوم کربلا کا اصرار بڑھا تو آپ نے فرمایا بیٹا جب محضرِ شہادت آیا تھا تو اس رکھا تھا اَلْحُسَیْنُ سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ وَالْعَبَّاسُ حَامِلُ اللِّوَاءِ حسینؑ شہدا کے سردار ہونگے اور عباسؑ علمدار کربلا ہونگے۔ پھر فرمایا اے میرے لال حسینؑ۔ میں نے رسولؐ اکرم کو بار بار یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرا حسینؑ تین دن کا بھوکا پیاسا صحرائے کربلا میں ہوگا۔ ننھے ننھے بچے پیاس سے تڑپتے ہونگے۔ عباس سوکھی سی مشک

لیکر پانی کے لئے نہر فرات پر جائیگا۔ اس کے دونوں شانے مثلِ جعفر طیار قلم ہونگے۔ اب مولا فرماتے ہیں اے حسینؑ عباس کے دونوں بازوؤں پر سے کپڑا ہٹا کر دیکھو۔ مظلوم آقا نے لباس سرکایا۔ دونوں شانوں پر نشان نظر آئے مولا علیؑ نے فرمایا بیٹا ایک علم کا نشان ہے۔ اور ایک مشک سکینہ کا ہے آہ میری بی بی کے گھر جب بھی کوئی مولود ہوا ولادت کی خوشی کے ساتھ شہادت کا ماتم بھی ہوا۔ ساتویں دن غازی عباسؑ کا عقیقہ ہوا۔ اسم مبارک تجویز ہوا۔ پہلی روایت تو وہی ہے جو ابھی عرض کر چکی ہوں کہ جناب رسولؐ خدا بشارت کے ساتھ نام بھی عباس فرما چکے تھے۔ عبّاس کے معنی شیر کے ہیں حیدر کے معنی بھی شیر اور اسد بھی شیر کا نام ہے۔ غازی عبّاس کی دادی فاطمہ بنتِ اسد بابا حیدر اور آپ کا اسم گرامی عبّاس۔ دوسری روایت کتاب عبد الصّالح صفحہ نمبر ۲۲۴ پر رقم ہے کہ سورہ دہر کی آیت اِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِیْرًا سے ماخذ ہے۔ عبوس سخت ترین مصیبت کا دن کہا جاتا ہے۔ اور اس سے ہی نکلتا ہے۔ عباسؑ اور عابس جو شیر کو کہتے ہیں۔ شیر کی صفت ہے کہ بڑی سے بڑی مصیبتوں کو جھیل لیتا ہے۔ ہر سختی کا مقابلہ بڑی دلیری سے کرتا ہے۔ اس سے غازی کا اسم پاک

عباس ہوا۔ ایک اور خوبی اس اسم پاک کی ہے۔ کہ اس میں زیر نہیں ہے۔

صرف زبر یا الفتح ہے۔ لہٰذا کسی سے زیر نہیں ہو سکتے۔ مغلوب نہیں ہوتے بہر حال شیر کا فرزند شیر ہی ہو گا۔ غالب کل غالب کا پسر بھی غالب ہے زیر نہیں آسکتا۔ اور اس آیہ مبارکہ میں اسم اعظم اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی حاجت ہو تو ۱۳۳ بار پڑھے اول و آخر درود شریف پڑھ کر باب الحوائج مولا عباس کا واسطہ دیکر دعا مانگے تو حاجت پوری ہوتی ہے۔

جب فرزند کے اسم کا ذکر ہو رہا ہو تو ماں کے بھی اسم کی بات ہو جائے۔ آپ کا نام نامی فاطمہ کلابیہ تھا۔ ام البنین کنیت تھی۔ یہ کنیت آپ کی والدہ لیلٰے بنت شہید اور والد حزام بن خالد نے نیک شگون کے لئے رکھی تھی (بیٹوں کی ماں) تاکہ یہ بیٹوں کی ماں ہو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ کے بھی بیٹے ہوئے اور حضرت حسنین علیہم السلام بھی آپ کو ماں سمجھتے تھے۔ حالانکہ آپ ہر وقت خود کو فرزندان رسولؐ کی کنیز کہا کرتی تھیں۔ علاوہ اسکے دوسری ماؤں کے فرزند بھی آپ کو ماں سمجھتے تھے۔ لہٰذا مولا علی کے کل فرزندوں کی وجہ سے آپ کی کنیت ام البنین ہو گئی۔ آپ کے بطن مبارک سے کوئی بیٹی نہ تھی۔ شاید یہ بھی

متقصد ہوکر صرف بیٹوں کی ماں۔ جناب ام البنین زوجۂ شیرِ خدا آپ پر ہزارہا سلام ہو بی بی کیا کیا درِ نایاب آغوش مبارک میں لئے رہو۔ اولاد بھی ایسی جو طرفین سے بہادر، جاں نثار، وفاشعار بی بی بڑی خوش قسمت ہو۔ درآبدار کی لڑیاں زینت گلو ہیں ۔ پھر کیا اعلیٰ تعلیم دی۔ کہا جاتا ہے کہ ماں کی آغوش اولاد کی پہلی تربیت کا گہوارہ ہے۔ اس پر شیر مادر کا بھی اثر ہوتا ہے۔ یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی۔ سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی۔ یہ مولا علی کا فیضان کہوں۔ آقا حسین کی نگاہِ لطف کہوں یا جناب ام البنین کی عالی مزاجی کا نمونہ کہوں۔ ابوتراب کی زوجہ نے کیا خاکساری کا سبق دیا ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ جب سے در اہلبیت رسولؐ پر آئیں خود کو بی بی کی کنیز ہی کہتی رہیں۔ ان کے بچوں کی کنیزی اپنا فخر سمجھ کر کرتی رہیں۔ پیغمبر زادی میں سوت کی جلن ہوئی مگر در آل عبا کے قربان کر اس در پر سلمان آئے تو ریکردار کہ خدا کا رسولؐ سلمانؓ منّا اہل بیت کہہ دے۔ قنبر آئے تو بے مثال غلام بن جائے۔ حبشہ کی شہزادی فضہ ہو جائے۔ بلال حبشی آئے تو ایسا مقرب بارگاہ الٰہی ہو جائے کہ اگر وہ اذان نہ دے تو نماز نہ ہو۔ اصل میں یہ در آن کے لئے عرش کے برابر ہے جو چشم بصیرت رکھتے

میں جو دیدۂ حق بیں سے دیکھ کر اس در پہ جھک جاتے ہیں ان کو یہاں معراج نصیب ہوتی ہے۔ جناب ام البنین پہ کنیزیں سلام کرتی ہیں۔ بی بی اگر ابوالفضل العباس تصویر حیدر کرار ہیں تو اور بیٹے بھی کم نہیں۔ آہ کربلا میں میری بی بی کی کمائی لٹ گئی۔ باری باری میدان قتال میں جاکر سب بیٹے قربان ہو گئے۔ آپ کے دوسرے فرزند عبداللہ ابن علی ہیں جب میدان کارزار میں تشریف لائے پہلے رجز پڑھا ور اس طرح حملہ آور ہوئے کہ روایت ہے کہ افواج کوفہ و شام کو چکی کی طرح پیس ڈالا۔ پہلے ایک بار پورے میدان کا چکر لگا کر گول دائرہ بنایا پھر تیغ ید اللہی کے جوہر دکھا کر فوجِ شام میں ہل چل ڈال دی۔ تحفۂ حسنیہ اور دیگر تواریخ میں درج ہے کہ اتنا بڑا لشکر مجبور ہو رہا تھا کہ ایک پیاسے پر کیسے قابو حاصل کریں۔ آہ جب زخموں سے چور ہو گئے غازی عباس کو آواز دی۔ یہ واقعہ ذمّس کتب تواریخ میں یونہی درج ہے۔ جناب عبداللہ ابن علی پر امام زمانہ نے سلام اس طرح بھیجا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَبْدُ اللّٰہ۔ ابن امیر المومنین۔ عبداللہ ابن علی پر سلام ہو جنہوں نے بلا پر بلا جھیل کر موقعِ امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ اور میدان کربلا میں اپنی محبت کا ثبوت دے گئے۔ دشمنوں نے انہیں چار جانب سے زخمی کیا۔ اس کے بعد آپ کے دوسرے بھائی عثمان ابن علی نے جوش

شجاعت دکھایا ۔میدان کارزار میں آکر رجز خوانی ہی میں لوگوں کے چھکے چھڑا دیئے
بہت سے دشمنوں کو تہہ تیغ کیا مگر ایک تنِ تنہا تین دن کی بھوک پیاس اور
زخموں سے چور ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے۔ جناب عثمان ابن علی
پر بھی امام زمانہ نے سلام بھیجا۔ عثمان ابن علی پر سلام ہو ان کے دشمنوں
پر لعنت ہو۔ آہ اب غازی عباس کے تیسرے بھائی جعفر ابن علی میدانِ
جنگ میں تشریف لائے۔ اور ثابت کر دیا کہ حیدر کرار کے فرزند اور شیر
غضبناک غازی عباس کے بھائی ہیں۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام
نے آپ پر بھی سلام بھیجا ہے۔ جعفر ابن علی پر سلام ہو جو اپنی جان بخش کر
میں بڑے صابر تھے۔ آہ غازی عباس کے اس بھائی کی عمر ۱۹ سال کی تھی
آہ مولا ابوالفضل العباس نے بڑے صبر و تحمل سے جوان بھائیوں کو دم توڑتے
خاک پر ایڑیاں رگڑتے دیکھا۔ اگر غم تھا تو آقا حسینؑ کی مصیبت کا ہائے امام
زمانہ نے آپ پر بھی سلام بھیجا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاس ابن علی پر
اپنے بھائیوں کو قربان کرنے والے تھے۔ اور اپنے آقا حسین کے بچوں کے لئے
طلب آب میں دونوں بازوؤں کو کٹا دینے والے تھے۔ آہ جب آقا عباس عرش
زیں سے فرش زمین پر تشریف لائے اور آقا کو آواز دی آقا وقت آخر ہے۔

مدد کیجیے آہ اس صدائے جاں کاہ کا سننا تھا کہ رنگ مبارک متغیر ہو گیا کمر پکڑ کر فرمایا بھیا عباس۔ حسین کی کمر ٹوٹ گئی۔ بھیا راہ چارہ مسدود ہو گئی بھیا اب زندگانی دنیا پر خاک ہے۔ ہائے شہزادے علی اکبر نے بابا کا بازو پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرایا۔ آپ لاشِ علمدار پر پہونچے۔ ہائے تصویر حیدر کرار خاک و خوں میں غلطاں دیکھی۔ دونوں شانے جدا تھے۔ تیروں کی کثرت سے سینہ غربال ہوا ہے۔ چشم پاک میں بھی تیر پیوست ہے۔ سر پر نور گرز گراں سے شگافتہ ہے ہائے لاشِ مبارک پر گر کر بیہوش ہو گئے۔ علی اکبر نے شانہ ہلا کر بابا کو ہوشیار کیا آپ نے غازی کی آنکھوں سے تیر ستمگر کھینچا۔ بھائی کو گلے لگا کر فرمایا بھیا عباس کچھ تو بولو۔ عباس بھائی سے کچھ وصیت تو کر لو۔ بھیا حسین آیا ہے۔ اس وقت غازی نے آنکھیں کھولیں۔ رخِ امام کی زیارت کی اور فرمایا آقا غلام کی لاش خیمۂ اطہر میں دے جایئے گا۔ مولا غلام شرمندہ ہے۔ پانی نہ پلا سکا۔ ہائے سکینہ ہائے پیاس۔ یہ کہہ کر ہچکی لی اور رخصت ہو گئے۔ حسین تڑپتے رہ گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آہ عزادارو عباس علمدار کا پرسہ لینے کے لئے بی بی فرش عزا پر موجود ہیں۔ چاہنے والی بہن زینب علیا ہیں۔ غازی کا پرسہ دیجیے۔ مادر عباس غازی پر ہمارا اسلام ہو۔ ان کی وفا

پر اطاعت پر بہار اسلام ہو۔ آہ جب خبر شہادت آقا حسینؑ اور انصارہ بنی ہاشم کی پہونچی تو جناب ام البنین ہائے حسینؑ ہائے ہائے حسین کہہ کے گریہ فرماتی رہیں آپ نے چار یا بروایت دیگر چھ فرزندوں کا غم نہ کیا۔ ہاں مگر کوئی ام البنین کہتا تو بی بی کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا۔ کہتی تھیں۔ ہائے میرے جوانوں ہائے نونہالو ہائے شجاع و جری آقا کے جاں نثارو تم نے روز حشر کی آبرو رکھ لی۔ پھر کہتی تھیں وہ فرزند کہاں گئے جن کی ماں تھی۔ آہ جناب ام البنین جنت البقیع میں جا کر جو مرثیہ پڑھتی تھیں تو سننے والوں کے کلیجے پھٹ جاتے تھے۔ بی بی کے مرثیے کا شعر ہے۔ لَا تَدْعُوْنِیْ وَیْكِ اُمَّ الْبَنِیْنَ تُذَكِّرِیْنِیْ بِلُیُوْثِ الْعَرِیْنِ۔ ہائے اے سرزمین مدینہ کی رہنے والیو مجھے ام البنین کہہ کر نہ پکارو اس لئے کہ میرے شیر دل نوجوان مجھے یاد آجاتے ہیں۔ لَوْ كَانَ سَیْفُكَ فِیْ یَدَیْكَ لَمَا دَنَا مِنْكَ اَحَدٌ۔ میرے بہادر فرزند مجھے یقین ہے کہ اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو کوئی تیرے قریب نہ آسکتا۔ یَا لَیْتَ شِعْرِیْ اَكَمَا اُخْبِرُوْا۔ بِاَنَّ عَبَّاسًا قُطِعَ الْیَمِیْنُ۔ اے کاش مجھے کوئی صحیح صحیح بتا دیتا کہ یہ سچ ہے کہ ہمارے بیٹے عباسؑ کے ہاتھ دست ظلم سے کاٹے گئے تَنَازَعَ الْخِرْصَانُ اَشْلَائَهُمْ۔ فَكُلُّهُمْ اَمْسٰى صَرِیْعًا طَحِیْنٌ ہائے ان بیٹوں کی اس طرح شہادت

ہوگئی کہ بھوک اور پیاس سے ان کے اعضا خشک ہو گئے تھے۔ سہارا اسلام بی بی ام البنین مادر عباس علمدار پران کے ایثار و قربانی پر۔ عزادارانِ حسینؑ جب میں زیارت کو کربلائے معلی گئی۔ بعد زیارت آقا حسین درگاہ ابوالفضل پر گئی رواق میں ایک جانب نظر پڑی وہاں سنہرے حروف میں باب ام البنین لکھا دیکھا۔ جگر غم سے پھٹ گیا۔ دروازے پر موٹی سی زنجیر لگی ہے۔ عراقی عورتیں اس زنجیر کو پکڑ کر بڑی بے تابی سے گریہ کر رہی تھیں۔ ایک ایک بی بی اپنا سر پٹک پٹک کر رو رہی تھی۔ میں نے مزید معلومات کے لئے ان لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بی بی یہاں تک اپنے بیٹے عباس علمدار کی قبر کی زیارت کے لئے آئی تھیں۔ غش آگیا ضریحِ مولا ابوالفضل تک نہ جا سکیں۔ آہ یہ امر تو یقینی ہے کہ چار بیٹیاں سال دو سال سے زیادہ نہ زندہ رہیں۔ آہ پیاسوں کے ماتم میں کوئی بی بی نہ کھانا کھاتی تھیں نہ پانی پیتی تھیں۔ نہ سایہ میں بیٹھتی تھیں۔ ہائے وہ ماں کیسے سایہ میں بیٹھتی جس کے ایسے ایسے جوان رعنا بے غسل و کفن لاشے ریگ گرم پر پڑے رہے۔ آہ جن کے اعضا بکھر گئے سر کہیں دفن ہوئے جسم کہیں۔ کوئی لاشوں کو اٹھانے والا نہ رہا۔ ہائے امام زمانہ زیارتِ ناحیہ میں اپنے جدامجد کو سلام عرض کرتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَدْفُوْنِیْنَ

نِیْنَ بِلاَ اَکْفَانَ سلام ہو اس پر جس کو بغیر کفن کے دفن کیا گیا۔ آ
ع۔ ادار و شہید کو کفن نہیں دیتے اس کا لباس ہی کفن ہوتا ہے۔ آہ پھر کیوں
امام نے فرمایا ہائے بعد شہادت لباس کہنہ بھی لعین اتار کرلے گئے۔ اَلسَّلا
عَلَی الْخَدِّ التَّرِیْبِ سلام خدا ہو اس رُخسارۂ مقدس پر جو خاک میں
بھر گئے تھے اَلسَّلاَمُ عَلٰی مَنْ بَکَتْہُ مَلاَئِکَۃُ السَّمَاءِ سلام ہو اس پر جس
پر ملائکہ آسمان روئے ہائے ملائکہ آسمان روئے۔ چاہنے وا
بیٹی اور بہن کیوں نہ روتی۔ آہ کیسے روتی۔ جب بن باپ کی بچی ہائے
کہہ کے روتی تو شمر دروں سے جفا کرتا۔ آہ بہن کے بازوؤں میں رسن
بندھی تھی۔ بی بی ہمارے پرسے قبول ہوں بی بی ہمارے سلام قبول ہوں
ہم آپ کے تشنہ لب فرزندوں کی نظر کے لئے ہدیہ اشک عزا لاتے رہیں۔
قبول ہو آقا حسینؑ اپنے بھائی و علمدار کے صدقے میں یہ ذکر غم قبول ہو۔ آمین

maablib.org

سبع ستارے

اَعوذ باللہ مِنَ الشیطٰن الرَّجِیم

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا
وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ؕ

ترجمہ: بہ تحقیق پہلا گھر جو تمام لوگوں کے واسطے روئے زمین پر بنایا گیا۔ وہ گھر (مکہ معظمہ) میں (خانہ کعبہ) ہے۔ وہ گھر خلائق کے واسطے باعثِ برکت وہدایت ہے!

تمام حمد وثنا اس اللہ کے لئے جس نے خلقت آفرینش کی تمام خوبیاں ہمارے لئے منتخب کیں۔ پاک وپاکیزہ رزق کا سلسلہ ہمارے لئے جاری کیا اور ہمیں کائنات پر غلبہ وتسلّط دے کر تمام مخلوقات پر برتری عطا کی۔ سارے جہان اس کی قدرت سے ہمارے زیرِ فرمان ہیں۔ اس قادر وتوانا کے حکم ومشیّت کی بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہیں۔ اے ہمارے مالک خالق آقا ہمیں اپنے کرم سے شکر ادا کرنے کی توفیق خیر عطا فرما۔ اور اپنے کرم سے ہمارا نام شکر گذاروں۔ نیکو کاروں میں لکھ۔ آمین

بعد حمد وثنائے لم یزل وبرتر ہمارا درود وسلام اُن ذواتِ مقدسہ پر جو بنائے تخلیقِ کائنات ہیں۔ اگر ان کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا۔ کچھ بھی نہ ہوتا۔

اے اللہ ان پر ہمارا بے حد درود ہو جن کے توسّل سے ہم نے تجھے پہچانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے جو گھر بنایا گیا ہے وہ خانہ کعبہ ہے اور وہ گھر تمام خلائق کیلئے باعث برکت وہدایت ہے اگر اس گھر کے تمام فضائل بیان کرنا چاہوں تو ساری عمر بیان کروں پھر بھی کم ہے۔ اس دنیائے رنگ وبو میں انسان کی آمد اور گھر دو [illegible] چیزیں لازم و ملزوم نظر آتی ہیں۔ یوں تو احادیث اور تفاسیر سب عبادت ہی کے مفہوم بیان کرتی ہیں۔ یقیناً یہ بہت عظیم جائے عبادت ہے۔ کلام پاک کی اکثر آیات میں گھر کا تذکرہ ہے۔ سورہ نور کی ایک آیت میں بعد آیت نور ارشاد ہوتا ہے۔

فِی بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ ترجمہ:- وہ مصباح درخشاں اور چراغ تاباں ان گھروں میں روشن ہیں جن کی نسبت اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بلند کئے جائیں اور وہ گھر ایسے ہیں کہ جن میں صبح وشام ذکر خدا ہوتا ہے اب ایک آیت اور عرض کرتی چلوں' وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا ۙ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۙ گھر میں پچھلی طرف سے داخل ہونا نیکی نہیں ہے۔ نیکی یہ ہے کہ متقی بنو اور گھر میں دروازے سے آؤ۔ گھر کی حاجت اس پاک ذات کو نہیں جو جسم وجسمانیت سے منزہ ہے

جو زمین و زمان میں نہیں۔ بظاہر یہ گھر خالقِ یکتا کا کہا جاتا ہے۔
مکاں کی اسکو کیا حاجت تھی۔ عالم آفریں ہو کر۔
بنایا اس لئے کعبہ علی آئیں مکیں ہو کر۔ مبارک ہو فاطمہ بنت اسد یہ چاند سا بیٹا جس کی ولادت پر کعبے کو بھی ناز ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔ سجدہ تو علیؑ کی جائے ولادت کی طرف کرنا ہے۔ دور سے ہو یا نزدیک سے ہو۔ اگر قریب نہیں تو رُخ ہی ادھر کرنا ہے ورنہ آپ کا سجدہ نہیں ہوگا۔ مگر اس خاص بندے کو جس کو وہ فضیلت دینا چاہتا ہے تو دیوار بے در میں در بنا دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے وہ جہاں رہتے ہیں اور اپنی فطرت کے مطابق حکم ربی کے تحت عبادت رب اکبر کرتے ہیں۔ ان کی جائے رہائش کو مصباحِ درخشاں اور ماہِ تاباں کے نام سے پکارتا ہے۔ جہاں وہ ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ وہیں مسجد بن جاتی ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ جب مسجد نبویؐ میں سب کے دروازے بند کئے گئے تو مولائے کائنات شیر خدا کا دروازہ مسجد کے اندر ہی قائم رہا۔ یہ ایسے رب اکبر کے خاص بندے پاک و پاکیزہ ہیں جن کی سانس لینا بھی عبادت ہے۔ یہ جہاں قیام کریں وہیں تقرب الٰہی ہے۔ بہرحال بنائے کعبۂ محترم کے بارے میں حیات القلوب جلد نمبر ا پر درج ہے کہ جب حواؑ اور حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی تو حکم پروردگار

سے۔ جبریلِ امین ایک خیمہ لائے جو کعبے کی بنیاد اور اس کے ارکان کے برابر اس کو نصب کیا۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ کو کوہ صفا سے اور جناب حوّاؑ کو کوہ مروا سے نیچے لائے اور دونوں کو خیمے میں یکجا کیا۔ خیمہ کا ستون یاقوتِ سرخ کا تھا جس کے نور سے مکہ معظمہ کی تمام پہاڑیاں اور اس کے قرب و جوار روشن ہو گئے جہاں تک یہ نور پھیلا وہاں تک حرم محترم مانا جاتا ہے۔ ایک بار کسی سائل نے حضور سرورِ کائناتؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ سب سے پہلے کونسا مقام لوگوں کے لئے عبادت کی غرض سے بنایا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا مسجد الاحرام اس کے بعد بیت المقدس۔ اور ان دونوں کے درمیان چالیسؑ سال کا وقفہ گذرا۔ خانۂ کعبہ کے بارے میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے بنایا پھر قوم جرہم ان کے بعد قوم عمالقہ اور پھر قریش نے بھی تعمیرِ نو کی۔ مگر جب تعمیر کعبہ کی بات ہو گی تو تنہا حضرت ابراہیمؑ کا ذکر نہیں ہو گا۔ بلکہ ان کے ساتھ انکے فرمانبردار فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر بھی ضروری ہو گا۔ مسجد کی زینت نمازی سے اور مکان کی زینت مکین سے ہے۔ ورنہ کچھ ایسے بنانے والے بھی تھے جنہوں نے مسجد ضرار خدا کے حبیبؐ کی دشمنی میں بنا ڈالی حکم ربِّ اکبر ہوا کہ میرے حبیبؐ وہاں نماز پڑھنے نہ جائیے۔ اور کچھ گھر بلندی اور

سبع ستارے

رفعت میں ایسے ہیں کہ جب اہل آسمان دیکھتے ہیں تو انہیں وہ آفتاب درخشاں کی طرح روشن نظر آتے ہیں۔ اہلِ خانہ کی عبادت، اطاعت، تسبیح وتحلیل، تمجید الٰہی اور طہارت کو دیکھ کر فرشتے طواف کرتے ہیں۔ قرآنِ پاک نغمہ سرائی کرتا ہے۔ آیت پکار کر کہہ رہی ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○ جناب ابراہیمؑ جب طاعتِ الٰہی میں اتنا سرشار ہوئے کہ خواب میں فرزند ارجمند کو ذبح کرتے دیکھ کر عمل کیا تو رحمٰن ورحیم نے بھی شانِ کرم دکھادی اور دُنبہ بھیج دیا۔ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے بچا لیا۔ اور قیامت تک کے لئے قربانی کرنا رائج کر دیا علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

بیٹے کی اطاعت بھی حدِ کمال پر پہنچی ہوئی۔ باپ نے مشورہ لیا فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی اور بیٹا کہتا ہے۔ بابا آپ عمل کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابرین میں پائیں گے۔ سبحان اللہ یقیناً یہ اس پاک ماں کے آغوشِ تربیت کا اثر تھا جو اپنے شوہر کی اطاعت میں اس کے حکم پر اپنے ننھے بچے کو لے کر

صحرائے بے آب و گیاہ آگئی تھی۔ جب معصوم پیاس سے تڑپتا تو پانی کی تلاش میں جاتی اور پھر بچے کی محبت سے بے چین ہو کر پلٹ آتی۔ واپس آجاتی تھی لیکن زبان پر حرفِ شکوہ نہیں کوئی گلہ نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ماں کی آغوش سے جو فطرت نیک یا بد حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہی انسان کے لئے لازوال ابدی ہوتی ہے۔ حیات القلوب جلد اوّل صفحہ نمبر ۹ پر تحریر ہے کہ جناب اسمٰعیلؑ نے قبیلۂ عمالقہ کی سامہ نامی عورت سے عقد کیا۔ اس وقت جناب ہاجرہ وفات پا چکی تھیں۔ مگر چونکہ جناب سارہ جناب ابراہیمؑ سے قسم لے چکی تھیں کہ اگر اپنے فرزند کو دیکھنے جایا کریں تو سواری سے نہ اُتریں۔ بس فوراً خیریت معلوم کر کے واپس آجایا کریں۔ ایک مرتبہ جناب ابراہیمؑ تشریف لے آئے۔ جناب اسمٰعیلؑ گھر پر نہ تھے۔ آپ نے ان کی زوجہ سے پوچھا تمہارے شوہر کہاں گئے ہیں۔ کہا شکار کرنے گئے ہیں۔ پوچھا تم لوگوں کا حال کیسا ہے کہا بہت خراب زندگی دشوار ہے۔ اس بداخلاق عورت نے آپ سے اُترنے کو بھی نہیں کہا۔ کچھ کھانے پینے کو نہ پوچھا۔ اب جناب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آجائے تو اس سے کہنا کہ ایک مرد پیر آیا تھا اس نے کہا ہے اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دو۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ گھر آئے آپ نے اپنے پدر

زرگوار کی خوشبو محسوس کی۔ سامنے سے پوچھا کوئی آیا تھا۔ اس نے کہا ہاں ایک مردپیر آیا تھا۔ اور حکم دیا ہے کہ اپنے گھر کی چوکھٹ میں تبدیلی کر دینا۔ جناب اسمٰعیلؑ نے اس عورت کو طلاق دیدی۔ اب پھر کچھ دنوں کے بعد جناب ابراہیمؑ بیٹے سے ملنے کی غرض سے تشریف لائے۔ اتفاق سے اس دن بھی جناب اسمٰعیلؑ گھر پر نہ تھے۔ اب آپ عقد ثانی کر چکے تھے۔ لہٰذا دوسری نیک با اخلاق زوجہ گھر پر تھی۔ جناب ابراہیمؑ نے اس سے بھی وہی سوال کیا۔ تیرا شوہر کہاں ہے اس نے جواب میں عرض کیا۔ خدا آپ کو عافیت دے وہ شکار کو گئے ہیں۔ پوچھا تم لوگ کیسے ہو۔ کہا بہت اچھے ہیں۔ آپ نے پوچھا تمہارا حال کیسا ہے۔ جواب میں کہا۔ خدا کا فضل وکرم شامل حال ہے۔ آپ سواری سے اُتریئے۔ خدا آپ پر رحمت نازل کرے۔ جب تک اسمٰعیلؑ واپس نہیں آتے آپ قیام کیجیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے انکار کیا۔ اور وہ مومنہ اصرار کرتی رہی پھر اس نے کہا اچھا آپ اپنا سر آگے بڑھا دیجئے۔ میں گرد و غبار صاف کر دوں۔ یہ کہہ کر پانی لائی اور ساتھ ہی ایک پتھر بھی لائی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنا ایک پیر پتھر پر رکھا اور سر کو قدرے جھکایا۔ اس بی بی نے ایک طرف کا سر دھویا پھر اسی طرح دوسری طرف کا سر بھی دھویا۔ آپ نے اس کو

دعائیں دیں اور فرمایا کہ جب تیرا شوہر آجائے اس سے کہنا کہ ایک مرد پیر آیا تھا اس نے کہا ہے اپنے گھر کی چوکھٹ کی رعایت اور حفاظت کرنا۔ اب جناب اسمٰعیلؑ تشریف لائے۔ گھر میں نبی اللہ کی خوشبو محسوس کی۔ زوجہ سے پوچھا کوئی یہاں آیا تھا۔ مومنہ نے عرض کیا ہاں ایک ضعیف بزرگ آئے تھے یہ ان کے قدموں کے نشان پتھر پر باقی ہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ نشانِ قدم پر گرے اور بوسے لئے۔ معلوم یہ ہوا کہ گھر کی بلندی پاک اور اعلیٰ چوکھٹ سے ہوتی ہے۔ پورے گھر کی بلندی اور عظمت رفعت میں دیوار چھت اثاث البیت کسی کا بھی اتنا حصہ نہیں جتنا چوکھٹ کا ہے۔ ایک گھر ایسا بھی دنیا والوں نے دیکھا ہے۔ لکھنے والوں نے لکھا ہے اگر بی بی حالت صوم میں ہیں۔ ضعف و نقاہت کا غلبہ ہے تو چکی خود بخود چل رہی ہے۔ تسبیح کے دانے گردش میں ہیں۔ حسنینؑ علیہم السلام کا گہوارہ ہل رہا ہے فرشتوں کے سلام آرہے ہیں۔ افضل الانبیاء در پر آکر فرماتے ہیں:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَھْلَبَیْتِ نبوت۔ قرآنِ پاک قیامت تک کے لئے سنا رہا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ آج کی اس مجلس میں کچھ مختصر ذکر دو ایسی بہنوں

سبع ستارے

کا کرنا چاہتی ہوں کہ اگرام المومنین جناب خدیجۃ الکبریٰ کے برابر نہیں مگر سننے
لا یہ کہہ دیگا کہ حقیقتاً ان کی بھی رگوں میں وہی خون دوڑ رہا تھا۔ جو بی بی
خدیجۃ الکبریٰ کی رگوں میں تھا ۔ یہ دونوں بہنیں امرأالقیس کی بیٹیاں ہیں
رخت کی پہچان اس کے پھل سے ہوتی ہے۔ اعلیٰ نسل کا گھوڑا اپنی خوبصورت
چال سے پہچانا جاتا ہے اعلیٰ خاندان کی پہچان اعلیٰ کردار سے ہوتی ہے۔ جیسا
ابھی آپ نے جناب ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی دونوں ازواج کی گفتگو سنی
علیٰ کردار کے لئے بلند اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے پہلی بیوی کو اس کی بد اخلاقی
بدمزاجی کی وجہ سے نبی اللہ نے طلاق دلوادی۔ دوسری کو خوش اخلاق، صابرہ
ہونے کے سبب دعائیں دیں۔ بیٹے کو پیغام دیا کہ یہ اعلیٰ چوکھٹ ہے
س کی حفاظت کرنا۔ بہرحال امرالقیس جناب خدیجہ کے چچازاد بھائی ہوتے
تھے۔ آپ اصل میں مکہ معظمہ کے ہی رہنے والے تھے قریشی نسب تھے۔
ہایت شریف النفس نیک انسان تھے۔ اپنی شرافت، لطافت اور خوش اخلاقی
کے سبب پورے عرب میں مشہور تھے۔ آپ مکہ معظمہ کے ہی رہنے والے قبیلہ
قریش کے تھے مگر کچھ ایسے حالات ہوئے کہ پورا خاندان ہجرت کر کے یمن چلا گیا
تھا۔ وہاں ان لوگوں نے خوب کاروبار کیا۔ بہت دولت کمائی اور عیاشی

مذہب اختیار کر لیا۔ عیسائیت کو عروج تھا۔ رہبانیت ان کے یہاں جائز ہے۔ پورا خاندان راہب ہوتا چلا گیا۔ تمام دولت خاندان کی سمٹ کر جناب خدیجہ کے والد کے پاس آ گئی ان کے بھی صرف ایک بیٹی جناب خدیجہ تھیں خویلد اپنی زندگی ہی میں مکہ معظمہ واپس آ چکے تھے۔ امرالقیس جناب خویلد کے بھتیجے ہوتے تھے۔ یہ بھی یمن کے مالدار تاجر تھے۔ خوش کردار، خدا پرست انجیل کے عالم تھے۔ اب زمانہ یہاں تک پہونچ چکا تھا کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ حضور کے عقد میں آ چکی تھیں۔ اسلام کا ڈنکا بج چکا تھا۔ آلِ رسولؐ کا نور پُر نور عیسائیوں پر غالب آ چکا تھا۔ اِدھر امراؤالقیس کے یہاں جب دوسری بیٹی کی ولادت ہوئی تو ان کی زوجہ کا انتقال ہو گیا

یہ ایک ایسی بی بی کی داستان حیات ہے جو غم سے ابتدا اور غم ہی سے انتہا ہوتی ہے بی بی پیدا ہوئیں تو شیر مادر نہ ملا۔ آغوش مادر نصیب نہ ہوئی یقین جانئے ٹوٹے دلوں کا سہارا اللہ رسولؐ کے سوا کہیں نہیں ہے چونکہ یہ صاحب اخلاق تھے۔ اس مصیبت کے بعد انکے قلب حزیں میں شمعِ ایمان روشن ہو گئی۔ دل نور ایمان سے منور ہوا اور تہیہ کر لیا کہ بہن خدیجہ کے گھرانے کو ڈھونڈ کر کلمہ پڑھ لیں گے اور اپنی دونوں بیٹیوں کو بھی انہیں کے دامانِ عصمت میں چھپا دیں گے۔ یمن سے چلے۔ مسافتیں طے کرتے ہوئے مدینہ

سبع ستارے

منورہ پہونچے۔ خاندانِ رسالت کی تلاش میں حیران وسرگرداں دربارِ خلافت میں پہونچے۔ غنی کو دیکھا مگر یہ تو مالِ دنیا سے غنی تھے۔ اسلام پر پردے نظر آئے یہاں حساب نہیں ہو رہا ہے۔ اگر آپ کو گنتی آتی ہے تو شمار کر لیجئے کچھ دنوں دل ہی دل میں غور کرتے آنکھوں سے دیکھتے عقل کی کسوٹی پر پرکھتے رہے۔ ہاں اکثر ایک ایسے مزدور پر نظر جا پڑتی تھی جو دن بھر یہودی کے کھیت پر جا کر مزدوری کرتا تھا۔ شام کو مزدوری کی رقم یتیموں، اسیروں اور بیواؤں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ اور نہ جانے کیا جمال کیسا جلال کیا کرم کیا شانِ یکتائی نظر آئی کہ ایک دن ان کے گھر پر آکر خاک پر بیٹھ گئے۔ اور عرض پیرا ہوئے۔ پہلے کلمہ پڑھا لیجئے۔ دولتِ ایمان دیجئے۔ اس کے بعد میری تمنا ہے کہ میرے پاس دو گوہر آبدار ہیں انھیں آپ کے خزانۂ عصمت میں محفوظ کر دوں۔ آپ اگر انھیں اپنے در کی زینت بنا کر میری بڑی بیٹی سلمیٰ کو فرزند رسول الثقلین سبطِ اکبر کی زوجیت کا تاج عطا کر دیں۔ مولا میری چھوٹی بیٹی کی پیدائش کے بعد ہی اس کی ماں دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ اسے میں نے بڑے دکھوں سے پالا ہے۔ ابھی چھوٹی ہے مگر جب میری چھوٹی بیٹی سلامہ عقد کے قابل ہو تو اپنے چھوٹے فرزند سبطِ اصغر کے لئے قبول کر لیجئے۔ مولا اگر ایسا ہو جائے تو یقیناً میرے لئے موت آسان ہو جائے

گی۔ مجھے اس سے بہتر گھر کہیں نہیں ملے گا۔ مولا میری بیٹیاں بھی صاحب ایمان و ادراک ہیں۔ ع۔ اداران حسین و محبان علی۔ یہاں آہ اور وا دونوں امرا القیس کے جذبۂ ایمانی پر پکار اٹھتا ہے۔ سبحان اللہ۔ اپنے دُرِ شہوار کے لئے۔ گلِ ریحانۂ قلب کے لئے کیا گوہر یگانہ کو تلاش کیا۔ دُرِ یگانہ دریائے مجمع البحرین یعنی تبیرۂ کرب وبلا امام حسینؑ۔ روایت میں ہے کہ یوں ہی جناب حسنؑ مجتبیٰ کا عقد سلمٰی سے ہوا اور آپ کا اسلامی نام ام فروہ رکھا گیا۔ آپ مادر جناب قاسم و عبداللہ ہیں۔ آہ دوسری بہن کا عقد واقعۂ کربلا سے کچھ پہلے ہوا تھا۔ آپ کا اسم گرامی رباب رکھا گیا تھا ایک بار پھر مجھے درِ اہلِ بیت رسولؐ کی عظمت یاد آگئی کہ جب وقتِ افطار سائل آتا اور یتیم، مسکین بنکر سوال کرتا تھا تو فضہ کنیز جناب فاطمۃ الزہراؑ بھی اپنے کھانے کی روٹی سائل کو دے دیتی تھیں۔ اب وہ وقت آرہا ہے کہ بناتِ امرا القیس بھی وہ نمونہ پیش کر رہی ہیں جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اگر جناب ہاجرہ اپنے فرزند کے لئے تلاشِ آب میں دوڑیں تو فرزند سیراب ہوا ایسا چشمۂ آب جاری ہوا جو قیامت تک کے لئے جاری ہے۔ مگر قربان درِ رسولؐ کے جس کے در پر آنے والے اپنا سکہ لوگوں

کے دلوں پر بیٹھا دیتے ہیں۔ کردار کی ابدی بلندی حاصل کر لیتے ہیں۔ بی بی رباب کی پہلی بیٹی جناب سکینہ ہیں جن کے لئے بابا نے نماز شب میں دعائیں کی تھیں۔ دوسرا فرزند جس کے نام سے ہی مومن کا دل ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ علی اصغر بےشیر ہے۔ آج بھی جب زائر حسینؑ زیارت کرتا ہے۔ ضریح امام مظلوم میں علی اصغر بھی بابا کے قریب سو رہے ہیں۔ شاید چھ مہینے والے کی پیاس پر صدائے گریہ مولا کو بے چین کرتی ہے۔ ہائے وہ ننھا سا گلا وہ تیر سہ شعبہ۔ آہ جناب رباب کیسے صبر کیا ہو گا۔ ۶۰ ادارو۔ ۶۰ مدینہ منورہ سے بنت زہرا بھی چلیں۔ رباب بھی چلیں بی بی زینب نے اپنی زندگی کی پوری بضاعت بھائی پر قربان کر دی۔ تو رباب نے بھی کچھ اپنے پاس نہ رکھا۔ کربلا میں اپنے چھ مہینے والے فرزند کو بنا سنوار کر دستِ فرزندِ رسولؐ پر لا کر رکھ دیا۔ آقا بڑی نادار ہوں۔ آقا پیدا ہوئی تو ماں کو نہ دیکھا نہ بھائی نہ کنبہ مولا۔ اس در کی کنیزی کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آقا دار کا ہدیہ رد نہ ہو ہائے میری صابرہ بی بی جناب رباب ہماری جانیں آپ قربان۔ بی بی بڑے دکھ اٹھائے۔ ۶۰ ادارانِ امام مظلوم اگر جناب خدیجہ کی دولت نہ ہوتی تو اسلام نہ غالب ہوتا۔ اور اگر خون علی اصغر نہ ہوتا تو

واقعۂ کربلا پر ایسی مہرِ عبرت نہ لگتی۔ ہوسکتا ہے ظالم ظلم کے سیاہ پردے ڈال دیتے۔ ہائے وہ خونِ ناحق جس کے ایک قطرے کو زمین و آسمان لینے پر راضی نہ ہوئے۔ مولا نے بیکسی سے چہرۂ انور پر مل لیا۔ دینِ اسلام کا بجھتا ہوا چراغ خونِ علی اصغر سے روشن ہوگیا۔ رباب کا دیا بجھ گیا۔ بابا کی گود اجڑ گئی۔ تخت الٹ گیا۔ سرکار لٹ گئی۔ بی بی قیدی بنی دربدر بے ردا پھرائی گئی۔ مگر کہیں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ہائے شہزادی زینب کو جلال آگیا۔ بی بی کے خطبے گواہ ہیں۔ مگر کہیں بھی بی بی رباب کی بے صبری کا ذکر نہیں۔ سکینہ سی لاڈلی کے گوشوارے چھن گئے۔ کانوں سے خون جاری ہوا۔ رباب نے صبر کیا۔ بچی بابا بابا پکارتی رہی دکھیا ماں خاموش زندان کے گھپ اندھیرے میں سکینہ کی میت کو گلے لگایا۔ ہائے کیا حال ہوا ہوگا۔ جب ننھی سی قبر دکھیا ماں کے سامنے بنی ہوگی۔ ہائے قسمت نے اس قبر سے بھی چھڑایا۔ جسے آغوش میں لیکر تسلی ہوتی تھی۔ آہ روایت ہے کہ رہائی کے بعد بی بی جب وطن آئیں تو صحنِ خانہ میں بیٹھ گئیں۔ کسی طور اپنے حجرۂ خالی میں نہ جاتی تھیں۔ ہائے نہ پانی پیتی تھیں۔ نہ کھانا کھاتی تھیں۔ نہ سونا نہ آرام کرنا۔ زنانِ ہاشمیہ سمجھاتی تھیں۔ بی بی تھوڑا پانی پی لو

کہتی تھیں بیبیو میرے گروالی کی زبان میں پیاس سے کانٹے پڑ گئے تھے۔ ہائے وہ
حموں سے چور جسم نازنین۔ ہائے وہ تیروں پر حسینؑ کا لاشہ۔ بیبیاں کہتی
تھیں بی بی حجرے میں چلو یوں کب تک دھوپ میں بیٹھو گی۔ ہائے رباب
کہتی ہائے میرا بے کفن والی ووارث ہائے میرا بے کفن بے شیر۔ ہائے بے شیر
ئے سکینہ۔ بیبیو سکینہ کی صدائے العطش۔ اب بھی میرے کانوں میں آرہی
ہے۔ ہائے چچا پانی۔ اماں ہمارے عموں کب دریا سے آئیں گے اماں بابا مجھے
چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔ ہائے بھیا علی اکبر بھی نہیں آتے۔ آہ عزادارو روایت
مختلف ہیں ایک سال یا آٹھ ماہ یونہی گذارے۔ ایک دن بیمار امام نے
کرماں کا بازو تھاما۔ بڑی منت سماجت کی فرمایا اماں میں رونے کو
منع نہیں کرتا۔ بابا کے حجرے میں چلئے بابا کی مسند سونی پڑی ہے۔ بابا
مسند کو آنکھوں سے لگا کر رو یئے۔ حکم امام سے بی بی اُٹھیں۔ چلیں
ھی صرف ایک قدم حجرے کے در میں رکھا تھا کر گر پڑیں۔ کلمۂ شہادت
زبان پر جاری ہوا۔ اور اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئیں۔ اب امام
دیکھتے ہیں کہ سکینہ کی چھوٹی سی چادر میں ذرجو خون سے بھرے ہیں۔ ایک
ننھا سا شلوکہ علی اصغر کا ہے جس میں تیر سہ پہلو سے سوراخ ہے۔ علی

اصغر کی ہنسلی ہے۔ بی بی سینے سے لگائے تھیں۔ آہ اس وقت کنبے میں کہرام مچ گیا۔ ہائے صابرا امام رونے لگے ہائے میری دکھیا ماں ہائے میری غمزدہ ماں۔ ہائے میری بی بی علی اصغر کربلا میں چھوٹے۔ سکینہ سی پیاری زندان تنگ و تار میں جدا ہو گئی۔ ہاں رونے والو بی بی فاطمہ بی بی زینب اس بزم غم میں موجود ہیں۔ ان کو جناب رباب مادر علی اصغر و سکینہ کا پرسہ دیجئے بی بی رباب آپ پر ہمارا اسلام بی بی آپ کی اجڑی کوکھ پر ہمارا سلام۔ بی بی سکینہ و علی اصغر کے صدقے میں ہمیں دنیا میں کوئی رنج و غم نہ ہو۔ بی بی یہ عزادار جام اشک لائے ہیں قبول ہو

سبع ستارے

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ
حسنۃ و قنا عذاب النار ٥

ترجمہ: اے میرے پالنے والے مجھے دنیا میں نعمت دے۔ اور
خرت میں ثواب دے اور دوزخ کی آگ سے بچا۔ (پارہ ۲۔ آیت ۲۰۰)

تمام تعریف اس اللہ کے لئے جس کا حکم اور قابل تعریف صفات دنیا میں ظاہر ہیں اور دستِ عطا فیاضی کے لئے پھیلا ہے۔ وہ جس کے خزانے کبھی گھٹتے نہیں۔ اور جو دوسخا کی زیادتی اس کو بخیل نہیں ساتی بلکہ سخاوت وکرم بڑھتا ہی رہتا ہے۔ یقیناً وہی بڑی عزت دینے الا اور بڑا عطا کرنے والا ہے۔

یہ آیۂ مبارکہ حسنِ خالقِ دو جہاں کی عطاوکرم کے بارے میں بتاتی ہے۔ مختصر مگر ایسی جامع آیت ہے کہ ایّام حج میں عمرے میں سعی کرتے وقت اس کو پڑھتے رہتے ہیں۔ ہر فقہ والا اس آیت کی تلاوت کرتا ہے قبل ظہورِ اسلام بھی حج ہوتا تھا۔ اس وقت وہ لوگ اپنے طریقے پر حج کرتے تھے اور اس آیۂ مبارکہ کا صرف پہلا حصہ پڑھتے تھے چونکہ ان کا

عقیدہ صرف مادی دنیا تک تھا۔ مگر ایک حدیثِ رسولؐ مقبول ہے کھجور
میں مومن کا حصہ دو ہے۔ یعنی دنیا میں بھی خوب شکم سیر ہو کر کھا لے
اور آخرت میں بھی جتنا چاہے گا کھائیگا۔ قبل ظہورِ اسلام اہل عرب ایام
حج میں دعا یوں مانگتے تھے۔ پروردگار ہمیں دنیا میں نعمت عطا فرما۔ مگر
بعد اسلام کلام پاک نے بتایا کہ تمہارا تعلق صرف اس دنیائے ناپائیدار سے
ہی نہیں بلکہ ایک اور ہمیشہ کی زندگی ہے۔ وہاں کی نعمتیں یہاں سے
زیادہ ہیں۔ عذاب سخت ہے۔ تو وہاں کے لئے بھی خالق کائنات کا جود و
جاری ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ حسنہ کے کیا معنی ہیں۔ مولانا فرمان
کا ترجمہ نعمت ہے۔ نعمت کا لفظ بھی بہت وسیع ہے۔ پوری کائنات
سمٹ کر آگئی ہے۔ اول تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کوئی شمار نہیں کر سکتا
پھر کچھ نعمتہائے ظاہری ہیں اور کچھ نعمتہائے باطنی ہیں۔ جو ظاہری ہیں ان کو دیکھا
تو جا سکتا ہے۔ یعنی آپ مختصر دیکھ سکتے ہیں مگر جو باطنی ہیں ان کا دیکھنا
تو بہت دور سمجھنا بھی مشکل ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نعمت کہہ کر آیت
جو وسعت دیدی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ دوسرا لفظ حسنہ کے معنی
کرنا۔ نیک عمل یہاں حقوق العباد بھی آجاتا ہے۔ صلہ رحمی بھی ہے۔ ج
نیکی بھی ہے۔ نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، حقوق والدین، اقربا، ہمسایہ

کچھ اس دعا میں شامل ہے۔ قبل ظہور اسلام قیامت جزا و سزا پر لوگ عمل نہیں کرتے تھے۔ مگر زندگانی دنیا کے لئے نیک انسان بننا چاہتے تھے بہرحال ایک حدیث یہ بھی ہے کہ دنیا کی نعمت سے مراد علم ہے۔ اور آخرت کے ثواب سے مراد بہشت ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ جس شخص کو شکر گذار دل ورد ذکرِ خدا کرنے والی زبان۔ اور ایماندار بیوی ملے جو اس کے دین و دنیا کے کاموں میں مدد کرے تو اُسے دنیا کی نیکی مل گئی۔ جہاد فی سبیل اللہ عدل انصاف یہ بھی اعمال حسنہ ہیں۔ اور وہ پاک ذات جس کے یہاں ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر بدی کا بھی بدلہ دیا جائیگا جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ۔ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

مشہور حدیث ہے کہ اگرچہ" کافر تھے مگر حاتم طائی اپنی سخاوت اور نوشیروانِ دل اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے عذاب میں کم مبتلا ہونگے۔ یا انکی روح جنت میں ہوگی۔ جسم جہنّم میں۔ بہرحال یہ تو اس رحمٰن و رحیم کا عدل ہوگا۔ اس نگاہِ کرم ہوگی جو غفور الرحیم ہے۔ مگر دنیا میں بھی وہ اپنے کرم کا نمونہ دکھا دیتا ہے۔ نوشیروانِ عادل کو جیسا کہ عطا ہوا۔ اس کے عدل و انصاف کے سبب اس کی نسل کو نسل جناب ابراہیمؑ۔ نسل محمدؐ و آل محمدؐ میں شامل کر دیا

پھر یہی نہیں بلکہ ۹ امام ہیں اور ان میں ایک امام قائمؑ حضرت حجتؑ ہیں۔ جن
کی حکومت پوری دنیا میں ہوگی۔ بے مثال عدل وانصاف ہوگا۔ شیر اور بکری
ایک ساتھ رہیں گے کوئی کسی پر ظلم نہیں کریگا۔ یہ عقیدہ تمام مسلمانوں کا
ہے عیسائیوں کا ہے۔ اگر فرق ہے تو یہ کہ کوئی کہتا ہے کہ ابھی وہ پیدا نہیں
ہوئے۔ ہونگے۔ کوئی کہتا ہے ہو چکے۔ پروردگار عالم نے اپنی قوت کاملہ
سے پردۂ غیب میں رکھا ہے جب چاہے گا ظہور فرمائیگا۔ منتظر رہو۔

ہے یہ خالق کی عدالت کا تقاضا دمبدم
جان لیوا ہے اگر کوئی تو جاں پرور بھی
چھپ کے جب پردے میں بہکاتا ہے ابلیس لعیں
ہے تقاضا عدل کا پردہ میں اک رہبر بھی ہو

دمعتہ الساکبہ جلد اوّل صفحہ ۳۰۷ پر ایک روایت لکھی ہے کہ مولائے
کائنات شیرِ خدا کے ساتھ عمار ساباطی تھے۔ آپ ایک میدان میں تشریف
لائے۔ پھر ایوانِ کسریٰ میں داخل ہوئے اور عمار ساباطی کو بتانے لگے۔ اے
عمار دیکھو یہ محل نوشیروانِ عادل بادشاہ عجم کا ہے۔ یہاں اسکے نوکر چاکر
رہتے تھے۔ فلاں مقام پر اس کے اہل خانہ ہوتے۔ وغیرہ وغیرہ عمار ساباطی نے

ے غرض کی مولا آپ تو ایسے بتا رہے ہیں جیسے آپ ان کے ساتھ رہتے تھے۔ مولا نے
رمایا۔ عمار ہمارا یہ علم اللہ رب العزت کا عطا کردہ علم ہے جو ہر نبی اللہ اور اس کے
صی کو عطا ہوتا ہے۔ لوگ تو اسے علم غیب کہتے ہیں مگر وہ بھی غلط نہیں کہتے
ہ ان کے لئے علم غیب ہوتا ہے۔ لیکن جس کو خدا چاہے اس کیلئے علم غیب نہیں
ہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مولا نے فرمایا آؤ آج تمہیں نوشیروان عادل کی باتیں سنائیں
پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ایک کاسہ سر پڑا ہے اٹھا لاؤ۔ پھر حکم دیا کہ اس کاسہ
سر کو ایک طشت میں رکھ دو۔ جب طشت میں رکھ چکے تو آپ نے اس میں پانی
بھروایا۔ اب آپ نے اس کاسہ سر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا تو بتا سکتا ہے میں کون
ہوں اور تو کون ہے کاسہ سر نے فصیح عربی زبان میں جواب دیا آپ امیر المومنین
المتقین اور سید الوصیین ہیں۔ اور میں اللہ کے عبد اور کنیز کا بیٹا نوشیروان ہوں۔ مولا نے
پوچھا بتا تیرا کیا حال ہے۔ کھوپڑی نے کہا مولا میں ایک مہربان رحم دل اور عادل
بادشاہ تھا۔ میں نے کبھی ظلم نہیں کیا اور نہ کسی کو ظلم کرنے میں اس کی مدد کی
مذہب میرا مجوسی تھا۔ پیغمبر آخر الزماںؐ کی ولادت میرے ہی دور میں ہوئی جہاں اور
بہت سی نشانیاں خاتم الانبیاء کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئی تھیں ان میں ایک میرے
محل میں بھی رونما ہوئی۔ اور وہ یہ کہ چودہ کنگرے میرے محل کے گر پڑے تھے میری
صد حیف کی بد قسمتی تھی کہ مشرف بہ اسلام نہ ہو سکا۔ بہر حال میں ہزار ہزار

سبع ستارے

شکر اس اللہ کا جو مہربان رحم کرنے والا سب سے زیادہ عادل ہے۔ اس نے مجھے آتش جہنم بجائے ایسی جگہ عنایت کی ہے جو نہ جنت سے دور ہے اور نہ جہنم سے قریب ہے۔ بیشک مالک ہے روزِ جزا کا بڑی عطا والا ہے آج کی اس مجلس میں امام زین العابدین بن سید الساجدین کی مادر گرامی جناب شہر بانو بنت ہرمز بن یزد جرد بن نوشیروان عادل کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکی ہوں کہ احکم الحاکم نے نوشیروان عادل کو اس کے عدل و انصاف اور رحمدلی کے سبب یہ عزت عطا کی۔ تاکہ اس کی نسل میں ۹ امام عطا فرمائے۔ اسلام میں تمام احکام الٰہیہ میں عورت اور مرد مساوی ہیں۔ علاوہ دو چار احکام کے۔ قرآن پاک میں نے خود پڑھا جس میں دس احکام ایسے ہیں جس میں مومنین و مومنات کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے قابل تعریف وہ بیبیاں ہیں جن کے بطن مبارک سے پیغمبر نبی یا امام پیدا ہوئے۔ پاک درخت کے پھل بھی پاک ہوتے ہیں جیسا کہ آگے عرض کر چکی ہوں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے جس شخص کو شکر گذار دل۔ ذکر خدا کرنے والی زبان اور ایماندار زوجہ ملے تو یہ بھی بڑی نعمت ہے میرے مولا و آقا حسینؑ ابن علیؑ کو جیسی ایماندار ازواج نیک جاں نثار اولاد و اصحاب ملے ایسے حضورؐ کو بھی نہیں ملے تھے۔ آپ کی ازواج کا ذکر نہ کرنا بڑی حق تلفی ہوگی۔ کیا شکر گذار صابر و شاکر ازواج تھیں جن کے

بطن مبارک سے ایسی اولادیں پیدا ہوئیں جو قیامت تک لائق مدح و
ہیں۔ اولادِ امام مظلوم میں بہت مختلف روایات ہیں مگر جس روایت
لو بحار الانوار جلد نمبر ۱/۲ صفحہ نمبر ۱۵۷ پر لکھا ہے۔ یہی مستند مانی جاتی ہے
خاب رباب کے متعلق اس میں بھی دو فرزند ایک دختر لکھی ہے۔ علی اکبر کی
الدہ کا نام برہ بنت عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔ آپ کے ایک اور فرزند علی اصغر
ھی تھے دو فرزندوں کے نام لکھے ہیں۔ اور اس تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام
ین العابدینؑ پہلے فرزند کے بعد دوسرے نمبر پر تھے۔ جو علی اکبر کربلا میں شہید
ے وہ چوتھے امام سے بڑے تھے۔ فاطمہ و زینب دو بیٹیاں ام اسحاق بنت طلحہ
ے تھیں واللہ عالم۔ بہرحال یہ امر طے شدہ ہے کہ جناب شہر بانو واقعہ کربلا
مں وفات پا چکی تھیں۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایران میں جو پہاڑی پر
مشہور زیارت ہے تو کب کس وقت اور کونسی بی بی تھی جو یہاں آئی۔ چونکہ
رسی میں بانو زوجہ کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور
جہ بعد واقع کربلا یہاں آئی ہوں اول تو میرا علم ہی کتنا محدود ہے۔ دوئم یہ
اب تک کوئی ایسی مستند یا غیر مستند حدیث نظر سے نہیں گزری جس سے ثابت
کہ کوئی ازواج فرزند رسولؐ آقا حسینؑ ایران گئی ہوں۔ اصل میں زمانہ دشمنان

دین کے ہاتھوں میں تھا۔ جناب فاطمۃ الزہرا بنت رسولؐ کے متعلق صحیح قبر کا نشان نہیں ملتا بس یہی ایک دعا ہے کہ امام زمانہ جلد با خیر و عافیت ظہور فرمائیے اور اپنے جدا مجد کے خون ناحق کا بدلہ لیجیے۔ آہ مخدرات عصمت کے روضات مقدس کے کہیں نشان نہیں ملتے جن کے کیسے کیسے جوان رعنا سرزمین کربلا پر تین شب و روز کے بھوکے اور پیاسے شہید کئے گئے۔ جن کو کفن دگور بھی نہ میسر ہوا۔ ہم اپنے رونے کے لئے اس حدیث رسولؐ پر عمل کرتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص جو اپنے گناہوں کی معافی کا طلبگار تھا۔ حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوا کہ یا نبی اللہ کوئی ایسا عمل خیر بتائیے کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں۔ حضور سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ تیرے ماں باپ ہیں؟ ان کی خدمت کر۔ اس نے عرض کیا نہیں آقا۔ آپ نے فرمایا اچھا تو ان دونوں کی قبر پہ جا کے انکی زیارت کر۔ اس نے عرض کیا مولا ان کی قبروں کا نشان بھی نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تو کسی قبرستان میں چلا جا اور ایک قبر اپنی ماں کے نام سے اور ایک اپنے باپ کے نام سے بنا لے۔ وہیں بیٹھ کر ان کے لئے توبہ و استغفار کر رب غفور تیرے گناہوں کو بخش دیگا۔ لہٰذا ہم بھی تصور میں جہاں کہیں کسی بی بی کے نشان قبر کو سنتے ہیں جا کر زیارت کرتے ہیں اگر جا نہیں سکتے

تواپنے عزا خانوں میں ان کی مصیبتوں کو یاد کر کے اشک فشانی کرتے ہیں۔
ن کے زخمِ جگر کا مرہم اس کے علاوہ ہمارے پاس نہیں۔ آہ بعد کربلا بھی اہلبیت
رسولؐ کی مصیبتیں نہ ختم ہوئی تھیں یزید لعین کے دور حکومت کا دوسرا بدنما
دھبہ واقعہ حرّا ہے۔ جہاں تین دن قتل عام رہا مدینۂ رسولؐ کی گلیاں
مہاجرو انصار کے خون سے بھر گئی تھیں۔ جناب زینبؑ کی شہادت اس واقعہ
حرا کے اسباب میں ہوئی میرے مظلوم اسیر بلا امام نے نانا کے مدینے کو چھوڑا
تاریخ گواہ ہے کہ آپ مدینۂ منورہ سے کچھ دور منبع نامی گاؤں میں قیام پذیر
ہوگئے جو آپ کی ذاتی اراضی تھا۔ خاندان ہاشم بھی ساتھ میں تھے۔ بلکہ آپنے
اپنے دیرینہ دشمن کو بھی اپنے جائے رہائش پہ پناہ دی ہوا یہ کہ اس جنگ میں مروان
کو اپنے بال بچوں کے لئے فوجِ یزید کی طرف سے خوف ہوا۔ پہلے وہ عبد اللہ
ابن عمر کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے حکومت کی طرف سے خوف ہے۔ مجھے
میرے اہل و عیال سمیت تم پناہ دو انہوں نے صاف انکار کیا۔ اب یہ منبع
جود و کرم بحر سخا امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گذارش
کی کہ مجھے اور میرے متعلقین کو تباہی و بربادی سے بچا لیجئے قربان جایئے
علی کرم اللہ کے پوتے کے کرم کے آپنے مروان کے اہل و عیال جن میں حضرت

عثمان کی بیٹی عائشہ بھی تھیں۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ رکھا۔ ائمہ اطہار اولاد رسول کے رحم و کرم لطف و عنایت پر دشمن بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ وقت بیعت دوست تو دوست ہیں۔ یہ پاک و متبرک ہستیاں دشمن کے بھی مددگار ہیں یہی معدن جود و کرم ہیں انھیں پر درود و سلام ہے۔

علامہ مسعودی تاریخ کامل صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ مدینۂ منورہ کے ان قیامت خیز حالات میں ایک دن مسلم بن عقبہ نے امام زین العابدینؑ کو بلا بھیجا ابھی آپ تشریف نہیں لائے تھے کہ لعین آپ کے اعلیٰ خاندان کی برائی کرنے لگا جو جو دل میں تھا زبان سے بکتا رہا لیکن اللہ اللہ جلال اسد اللٰہی تھا جیسے ہی آپ تشریف لے آئے گھبرا کر تعظیم کے لیے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا آپ کو بصد احترام بٹھایا بات کی۔ با احترام رخصت کیا۔ دیکھنے والے حیران کہ یہ کیسا انسان ہے کہ ابھی آپ کو اور آپ کے کنبے کو کیا کچھ کہہ رہا تھا۔ اور جب آپ آگئے تو عزت و تکریم۔ جب آپ رخصت ہو گئے تو مصاحبین نے پوچھا کہ کہاں تو تو اتنا برا بھلا کہہ رہا تھا کہاں تو نے اتنی تعظیم توقیر کی۔ کہنے لگا میں نے قصداً و ارادۃً ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان کے رعب اور جلال سے مرعوب ہو کر فطرتاً ایسا ہوا۔ عزادارِ حسینؑ بھی رعب و بندگی اور تائیدِ غیبی تھی واقعہ حرا جو دورِ یزید کا

کا سیاہ ترین باب بعد کربلا ہے۔ امام کا قیام مدینہ منورہ میں رہا اور ایسے حالات میں کہ زیادہ لوگوں سے بہ جبر یزید کی بیعت لی گئی جس نے بیعت نہ کی قتل کر دیا گیا۔ مگر بیمار کربلا سے بیعت کا سوال نہیں کیا گیا۔ علامہ جلال الدین حسینی اپنی کتاب ''الحسینؑ'' میں لکھتے ہیں کہ یزید کا حکم سختی کے ساتھ تھا کہ سب سے بیعت لینا مگر علی ابن الحسینؑ سے کوئی سوال نہ کرنا ورنہ ایک دوسری کربلا ہو جائے گی اور بیعت نہیں کریں گے۔ جہاں اس تاریک دورِ اسلامی میں کربلا کے شہیدوں نے اپنے خون سے چراغ جلا کر تاریکیِ ضلالت کو دور کیا وہاں اس چراغ کی لو کو بڑھانے اور ظلم و جور کے تند و تیز جھونکوں سے بچانے میں دو اہم رکن ہیں۔ دو ایسے محافظ اعظم بے مثال صابر و شاکر ہیں کہ اگر ان کا عزم استقلال نہ ہوتا کربلا زندہ نہ رہتی قائم نہ رہتی مقصد رسولؐ فوت ہو جاتا اور دو ارکانِ عظیم ہیں۔ ثانیِ زہرا بنتِ حیدرِ کرار۔ اور شہزادۂ عرب و عجم مجسم صبر و شکر بیمار و اسیر امام سید الساجدینؑ۔ میرے ماں باپ فدا دونوں راہِ تسلیم رضا کے آفتاب و ماہتاب درخشاں و تابندہ ہیں جس نے دینِ اسلام پر احسان عظیم کیا۔ آہ وہ امام کی امامت کی پہلی شب مقتل میں بے گور و کفن لاشے بھوکے پیاسے تڑپتے معصوم۔ شام غریباں میں بنتِ زہراؑ کے کارنامے فطرتِ انسانی سے بہت دور ہیں۔ آہ وہ بی بی

جن کے اتنے چاہنے والے ناز اُٹھانے والے تھے۔ عباس سا بھائی علی اکبر سا بیٹا وہ تنِ تنہا جلی ہوئی قنات کو درست کر کے یتیموں بیواؤں کی حفاظت کر رہی تھی۔ میرا بے حد سلام مظلوم و تشنہ لب شہید جفا پر جسکے اہل حرم ایسے عظیم المرتبت ہوں۔ ہم ایک مرتبہ اولاد علیؑ و فاطمہؑ سے ہٹ کر دیکھتے ہیں تو ان بیبیوں میں ہمیں جناب ام فروا زوجہ حسنؑ مجتبیٰ جناب رباب مادر علی اصغر بشیر و سکینہ ستم رسیدہ، مادر علی اکبر شبیہ رسولؐ جناب لیلیٰ۔ بنتِ ابی مرہ مسعود ثقفی زوجہ مولا عباس زوجہ حضرت مسلم اور انکے علاوہ کچھ کنیزیں بھی غم زدہ مصیبت کی ماری نظر آتی ہیں مگر کسی منزل پر کسی بی بی کے بین رونے پیٹنے یا کسی بے صبری کا کوئی واقعہ نہیں ملتا اور کوئی بی بی ایسی تھی جس کے دو چار فرزند بھوکے پیاسے شہید نہ ہوئے ہوں بنت زہرا آپ کے عزم و ہمت پر ہمارا اسلام مادر علی اکبر جناب لیلیٰ آپ کے صبر ایوبی پر ہمارا اسلام۔ ہائے جناب رباب آپ کی اُجڑی گود پر ہمارا اسلام جناب رقیہ بنت علی چار فرزندوں کو قربان کیا بخت اُجڑ گیا بی بی ہمارا اسلام زوجۂ غازی عباس۔ لبابہ بنتِ عبید اللہ ابن عباس پر ہمارا اسلام جس کے دو فرزند شوہر کی شہادت کے بعد فوراً شہید راہِ خدا ہو گئے۔ آہ بھری گودیاں اُجڑ گئیں۔ گھر خالی ہو گئے۔ کیسے کیسے گوہر نایاب کشتۂ تیغِ جفا ہو گئے۔ جناب ام فروا کے متعلق روایت ہے قاسم ابن حسن کو دولہا

بنا کر میدان کو روانہ کیا تھا۔ یوں تو تاریخ آپ کے تین فرزندوں کی قربانی بتاتی ہے جو میدان قتال میں جا کر جوش شجاعت دکھا کر شہید ہوئے ان سب پر سلام ہو مگر آہ عبداللہ ابن حسنؑ اور علی اصغر بشیر ایسے شہید ہیں جو ناقۂ صالح سے کم نہیں آہ ام فروہ کا لال یتیم حسنِ مجتبیٰ۔ جب کوئی فدا ہونے والا باقی نہ رہا۔ ہنگام عصر آ گیا امام مظلوم نے چھٹا استغاثہ بلند کیا۔ خیمۂ مظلوم میں کہرام برپا ہو گیا گھبرا کے اہل حرم درِ خیام پر آ گئے۔ عبداللہ بن حسنؑ جو بہت کم عمر تھے ماں سے اپنے ہاتھوں کو چھڑا کر خیمے سے باہر آ گئے۔ دیکھا کہ آقا زخموں سے چور گھوڑے سے گر کر خاک گرم کربلا پر بیٹھے ہیں۔ عدو دین چاروں طرف نیزہ و شمشیر لئے گھیرے ہیں۔ وہ طفلِ مثلِ برق جانب مقتل دوڑا ادھر میدان سے مظلوم آقا نے آواز دی۔ بہن زینب یتیم حسنؑ کو روکو بہن مقتل میں نہ آنے دینا۔ بہن فرزند حسنؑ شہید ہو جائے گا۔ جناب زینب دوڑیں۔ ماں نے پکارا میرے لال بیوہ ماں پر رحم کرو۔ تمہیں روحِ حسنؑ کا واسطہ۔ حسنؑ کے یتیم واپس آؤ۔ اے عبداللہ ابھی قاسم کا غم تازہ ہے۔ میرے لال غربت میں ماں کو نہ تنہا چھوڑو۔ آہ عبداللہ ابن حسنؑ نے کسی کی فریاد نہ سنی دوڑ کر چچا کے گلے سے لپٹ گئے۔ آہ ایک ظالم نے سر امام پاک پر تلوار لگانا چاہی بچے نے بیتابی سے اپنا ہاتھ امام مظلوم پر سپر کر دیا۔ لعین کی تلوار

سے عبداللہ کا دستِ مبارک قطع ہو گیا۔ عبداللہ نے فریاد کی یا اُماہُ ادرکنی۔ لعین نے دوسرا وار کیا۔ شیر دل فرزند نے دوسرا دستِ مُبارک چچا پر سپر کر دیا۔ آہ جب دونوں دست مُبارک قطع ہو گئے۔ بچہ آغوشِ امام مظلوم میں گر کر تڑپنے لگا۔ آہ ایسے میں حرملہ لعین نے ایک تیر کھینچ کر یتیم حسنؑ کے گلوئے مبارک پر لگایا۔ یتیم حسنؑ نے کہا میں فدائے علی اصغر ہو گیا۔ ہائے امام مظلوم نے بڑے کرب سے گریہ کیا۔ ہائے میرے بھائی حسنؑ کی نشانی مٹ گئی۔ بیٹا دنیا سے جلتے جلتے چچا کو اپنے غم میں رُلا گئے۔ فردوس سے زہرا کی صدائے آہ و فغاں نکل گئی۔ خیمے سے دھواں کا بسمل نکل آئی آہ یہ ہدیہ آخر ایسا تھا کہ مظلوم آقا رخسار و کھے بل زمین پر گر پڑے۔ شمر لعین خنجر ظلم چمکا ہوا آگے بڑھا اور وہ ظلم کیا کہ زمین کربلا کو زلزلہ ہوا فرات کا پانی اچھلنے لگا۔ سورج کو گہن لگا صدائے علی قتل الحسین بکربلا۔ علی ذبیح الحسین بکربلا بلند ہوئی آہ امام زمانہ زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں۔ اَلسَّلامُ عَلَی الْمَنْحُورِ فِی الْوَرٰی۔ اَلسَّلامُ عَلَی الْمَذْبُوحِ مِنَ الْقَفَاءِ۔ سلام خدا ہو اس پر جو مخلوق خدا میں نحر کیا گیا۔ سلام خدا ہو اس پر جو پس گردن سے ذبح کیا گیا اَلسَّلامُ عَلَی الرَّاْسِ الْمَرْفُوعِ۔ سلام ہو اس پر جس کا سرِ انور بدن سے جدا کر کے نوکِ نیزہ پر نصب کیا گیا۔

آہ تصور کیجئے کون سی ایسی بی بی تھی جسکے پیارے شہید نہیں ہوئے تھے۔ ہائے تمام بیبیاں غم اولاد میں مبتلا تھیں۔ اس پر مال واسباب لٹ گیا چادریں چھن گئیں ایک گوشہ نہیں کہ پیاروں کے لئے چند آنسو بہالیں۔ آہ یہی نہیں ہاتھ پس گردن سے باندھے گئے۔ شتران بے کجاوہ پر بٹھا کر شہر بہ شہر تشہیر ہوئی اپنے پیاروں کو کفن نہ دے سکیں۔ ہمارا سلام ان تمام مخدرات عصمت پر ان کے صبر واستقلال پر جو اپنے پیاروں کے سرہائے بریدہ نیزوں پر بلند دیکھتی ہوئی اپنی سردار زینب علیا کے ہمراہ دربار کوفہ وشام میں گئیں یا بی بی فاطمہ خاتون قیامت آپ پر ہمارا سلام ہو۔ بی بی یہ عزادار ہدیہ تعزیت پیش کرتے ہیں۔ یہ در اشک عزا قبول ہوں۔

بی بی آپ کی آل کے غم کے علاوہ کوئی اور غم نہ ہو۔

14 Feb. 2004. Saturday. 22 Zilhijj

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط

تمام تعریفیں اُسکے لئے ہیں جس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں۔ وہ حیّ ہے قیوم ہے جہانوں کا پروردگار ہے، روزِ جزا کا مالک ہے، مدبّر و منتظم ہے۔ اسکے بعد ہمارا درود و سلام ان ذواتِ مقدسہ پر جو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔

اس خالقِ یکتا نے جب اس کائنات کو خلق کیا تو سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ جیسا کہ ارشادِ ربّ العزت ہے کہ ہم نے ہر شئے کو پانی سے پیدا کیا اور زندہ رکھا ہے۔ یعنی مخلوق کو خلق بھی کیا پانی سے اور پانی ہی باعثِ حیات ہے۔ اس پر تمام حکماء متفق ہیں کہ یہ دنیا پہلے صرف پانی تھی۔ بخارات اٹھے تو آسمان پیدا ہوا، پانی سے جو جھاگ جما اور سخت ہوا اُس سے زمین ظہور میں آئی۔ اور میرے مولا و آقا بابِ علم نے بھی تخلیقِ کائنات میں ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔ اب بھی یہی کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی اس دنیا میں تین حصہ پانی ہے۔ اور ایک حصہ آبادی تمام انس و جن وحش وطیور پہاڑ وغیرہ ہیں۔ باوجود تین حصہ پانی ہونے کے آسمان سے بھی آبِ باراں کو نازل کرتا ہے۔ پہاڑوں پر جو برف جمتی ہے وہ بھی آبشاروں سے

چشموں کو بناتی، اور دریاؤں میں پانی کی پیداوار بڑھاتی ہے۔ اسی پانی سے لہلہاتے سبزہ زاروں کو اگایا، رنگ برنگے پھولوں کو کھلایا۔ ہمارے لئے پھلدار درخت پیدا کئے۔ غلہ، اناج، طرح طرح کی سبزیاں اور بے شمار نعمتیں پانی ہی کے سبب ہیں۔ غرضیکہ ہر شے کی پیدائش اور زندگی پانی ہی سے ہے۔ اشجار۔ نباتات۔ جمادات انسان حیوان سب کی زندگی پانی سے ہے۔

پانی کمزور ایسا ہے کہ تنکے سے جدھر کوئی چاہے پھیر دے اور طاقتور ایسا ہے کہ بڑی بڑی چٹانوں کو بہا دیتا ہے۔ اکثر پہاڑوں کو میدانوں کے ساتھ ہموار کر کے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ انکساری کا یہ حال کہ ہمیشہ نشیب کی طرف جاتا ہے، ہر اونچی نیچی سخت و نرم زمین پر مارا مارا پھرتا ہے، طہارت کا یہ عالم ہے کہ ہر رکے ہوئے کیچڑ کو گند کو صاف کرتا چلا جاتا ہے، چلتے ہوئے راہ میں کوئی بیج پڑا ہوا پایا اُسے اُگا دیا۔ میدان کو لہلہاتا، سبزہ زار بناتا، ہر تنِ مُردہ میں جان ڈالتا ہوا گذر جاتا ہے۔ اس پر فخر کی بات یہ ہے کہ جو پانی کا نام ہے وہ حضور سردارِ انبیاء، فخرِ موجودات، احمدِ مجتبیٰ کی کنیت ہے۔ یعنی ابوطاہر۔ اسی مناسبت سے اہلبیتِ رسولؐ کو آلِ اطہار کہا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا۔ یعنی ہم نے آسمان سے طاہر و مطہر پانی اُتارا، ادھر پانی تخلیقِ کائنات میں معاون و مددگار ہے۔ اُدھر

حضورؐ کے لئے لَولاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلاک ۔ اے حبیبؐ ہمارے اگر آپ کو پیدا کرنا م
نہ ہوتا تو ہم زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورِی۔
یہ بھی معلوم ہے کہ سب سے پہلے آپؐ کے نور کو پیدا کیا گیا، اس کے بعد مولا علیؑ
نور کو اور پھر پنجتنِ پاک علیہم السلام اور باقی ائمہ کے نور کو خلق کیا، اور آپ
انوارِ مقدسات سے چاند، سورج اور ستاروں کی قندیلیں روشن کی گئیں۔
ابوطاہر حضورؐ کی کنیت، ابوتراب شیرِ خدا کا لقب، پانی اور مٹی سے کائنات
تخلیق ہوئی، اب جو اپنی خلقت کو نہ پہچانے تو اس کی مٹی خراب ہوگی یا نہیں۔ تمام مسلم فقہ میں یہ
حکم ہے کہ بغیر غسل یا وضو کے نماز مت پڑھو، کلام پاک مت چھوؤ۔ یعنی جب تک
آپ غسل یا وضو نہ کریں، کلام الٰہی کو مَس نہیں کرسکتے۔ نجاست کیسی ہی ہو جسم کی
کپڑوں کی، بغیر پانی سے دھوئے پاک نہ ہوگی۔ اگر کوئی ایسا موقع آجائے کہ پا
دستیاب نہ ہو، یا پانی ہے مگر آپ بیمار ہیں، خدانخواستہ پانی سے تکلیف بڑھ جا
خوف ہے۔ تو حکم ہے کہ آپ نماز نہ قضا کریں اور خاک سے تیمم کرلیں، پاک ہو جائیں
اب نماز بھی پڑھ سکتے ہیں، قرآن کریم کو بھی مَس کرسکتے ہیں۔ اب بتائیے! میں
کہوں، بس بے ساختہ لب پر آتا ہے، اشارہ یہ ہے کہ جب رسولؐ کو نہ
بغیر فاصلہ علیؑ ابن ابیطالبؑ (ابوتراب) سے رجوع کرو، گناہوں کے عذا

پاک ہو جاؤ گے۔ (صلوات)

مولا علیؑ کی محبت گناہوں کو یوں کھا جاتی ہے جیسے لوہے کو زنگ کھا جاتا ہے۔ ؎

فردِ گناہ جل گئی حبِ ابوتراب سے دامنِ تر سکھا لیا حدتِ آفتاب سے

پانی جب مٹی پر پڑتا ہے تب گل کھلتے ہیں، شیطان مردود کج فہم نہ سمجھ سکا کہ تراب کیا ہے، اُس نے مٹی کو ذلیل سمجھا، جناب آدمؑ کو سجدۂ تعظیمی کرنے سے انکار کر دیا۔ دلیل یہ پیش کی کہ یہ مٹی سے بنا ہے میں آگ سے پیدا ہوا حالانکہ مردود کو یہ خبر نہ تھی کہ آگ بھی مٹی اور پانی سے ہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ سورۂ یٰسین میں ارشاد ہوتا ہے سورۂ یٰسین آیت نمبر ۹، میں درج ہے۔ نِ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝

جس نے تمہارے واسطے ہرے درخت سے آگ کو پیدا کیا، پھر تم اُس سے اور آگ سلگا لیتے ہو۔ معلوم ہوا کہ پانی اور مٹی کے بعد جب زمین سخت ہو گئی ہو گی پھر درخت اُگا ہو گا۔ اور اس درخت سے آگ پیدا ہوئی، آگ سے شیطان پیدا ہوا۔ گویا آگ سے آگ ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم بوترابی ہیں۔ تراب کا ذکر ہو تو وجد میں آجاتے ہیں۔ اب ذرا خاک کی تعریف سنیئے

امین ہے، امانت دار ہے، ایک بیج زمین میں چھپا دو برسوں چھپا رہے گا۔
جہاں پانی ملا برسوں کے بعد درخت نکل آئے گا۔ بروز قیامت پیش پروردگار
بیشمار انسانوں کو اپنے سینے سے اگل دے گی۔ ادھر حکم رب ہوگا، ادھر حاضر
کیا۔ برخلاف اسکے آگ خائن ہے۔ کھا جاتی ہے جو شئے آگ میں ڈال دو نیست و
نابود کر دیتی ہے، جو بھی اس میں گیا راکھ ہوا۔ پھر دوسری خصلت یہ بری ہے کہ
تکبر پسند ہے، بلند ہوتی ہے یعنی اس کے شعلے ہمیشہ اوپر کو اٹھتے ہیں، مغرور ہے
اور غرور اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں۔ شیطان لعین آگ کی روشنی کو نور سمجھا، اسکی
حقیقت اور فطرت کو نہ پہچان سکا کیونکہ آگ نے، جس کو معمولی نور عطا ہوا، سرکشی
اور بلند پروازی سے جلنا پگھلنا شروع کیا۔ اس لئے اس کو راکھ بنا کر نیچے ڈال دیا۔
گویا خاک مذلت پر پھینک دیا۔ شیطان کی طینت خلقت آگ سے تھی اسی
سبب اس نے غرور و فخر کیا اور راندۂ درگاہ ہوا۔ خاک نے یہ عجز و انکساری تھا
کی کہ ہر نیک و بد کے پیروں تلے رہی، پامال ہوئی۔ اس سبب سے اس کو حاکم و
رحمٰن و رحیم نے ظاہری اور باطنی رحمتوں کا محل قرار دیا، تمام لالہ و گل تمام انسانوں
کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا کیں پھر انسان کی تخلیق یہی نہیں بلکہ انسان کو اشرف المخلوقات
بنایا۔ اس کو عقل و ادراک علم و فہم، محبت و کرم عطا کیا، اور ایسی روایتی نعمتیں عطا کیں

جہ بقا بن گئیں۔ خاکِ زمین کو عرشِ اعلیٰ تک پہنچایا۔ علومِ زمین و آسمان کی کنجی عطا کی، آگ کے سر پر سرکشی کے سبب خاک پڑی۔ اور خاک عجز و انکساری سبب مسجودِ ملائکہ بن گئی، پانی اور مٹی کو آگ پر فضیلت دی گئی ہے۔ اگر رُوئے پر چشمہ زَم زَم حاجت روا ہے، آبِ شفاء ہے اسکے پینے سے صحت نصیب ی ہے، دعا مستجاب ہوتی ہے۔ جب آبِ زَم زَم نصیب ہو تو خوب پیو اور دُعائیں مانگو۔ آبِ زَم زَم کے بہت فضائل ہیں تو مٹی بھی خاکِ شفا ہے کربلا خاکِ شفا ہے، اُس کی تسبیح کے دانے پر جو بھی تحلیل و تمجید تسبیح پڑھو قبول س مانگو مستجاب، کفن پر لکھو فشارِ قبر دور ہے

کفن میں جو کہ صرہ خاکِ شفا نہیں رکھتے
قبر کا ڈر ہو تو اُن کو ہو

اس خاکِ شفا پہ سجدہ کرو ثواب زیادہ حاصل ہو تقربِ الٰہی نصیب ہو۔

ہم بوترابیوں کو ہے خاکِ شفا پسند
ل کو گل پسند گلوں کو ہوا پسند

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مٹی نے آگ کو پیدا کیا۔ آگ سے شیطان ا ہوا۔ جیسا کہ قرآن کی آیت آگ کے درخت کے بارے میں بتا رہی ہے۔ اس آگ سے تم دوسری آگ سُلگا لیتے ہو۔ آگ سے آگ پیدا ہوتی ہے مگر ل تو سب کی پیداوار مٹی ہی ہوئی، تو اب سُنیئے کہ تراب ہر مٹی کو نہیں کہا جاتا حضورؐ نے چودہ ۱۴ سو سال قبل مولا علیؑ کو بڑے پیار سے 'ابوتراب' کہہ کر پکارا تھا۔

سبع ستارے

لیکن اب سائنس کی ایجاد یہ ہے کہ ہمارے کرۂ ارض کی تمام مٹی یکساں نہیں ہے بلکہ ایک خاص قسم مٹی کی ہے جس کو سائنس کی زبان میں تراب کہتے ہیں۔ اسکا پریکٹیکل ہوتا ہے۔ اس مٹی میں سونا چاندی، تانبا، پیتل بہت سے معدنیات پائے جاتے ہیں۔ اب سمجھ میں آیا کہ شیطان کی نسل علیحدہ ہو گئی۔

بہرحال تذکرہ تھا پانی کا، جو اس رنگ و بو کی دنیا کی سب سے اہم ترین اور پہلی پیداوار ہے اور ہر شے کی بقاء کا حیات کا سبب ہے۔ انسان بغیر غذا کے کچھ دنوں زندہ رہ سکتا ہے، مگر بغیر پانی کے مشکل ہے، اس کے لئے میں نے ایک انگریزی محاورہ پڑھا تھا کہ اگر تمام دنیا کا پانی سونا بن جائے تو ہم اپنی پیاس کس طرح بجھائیں گے، اور ہم ہی کیا سارے جانور، انسان، کوئی بھی ذی حیات زندہ نہیں بچ سکیگا۔ شاید یہی سبب ہے کہ جنابِ آدمؑ سے اب تک ہر شریعت میں پانی پلانے کا ثواب بہت زیادہ ہے بلکہ صاحبِ خصائصِ حسینیہ تو لکھتے ہیں کہ اور تمام عبادتوں سے پانی پلانے کا اجر زیادہ ہے۔

امام جعفر صادقؑ اپنے جدِ امجد، مولائے کائنات سے روایت کرتے ہیں کہ جب روزِ حشر حساب کتاب ہو چکے گا، اور لوگوں کو ان کے کاموں کا اجر دیا جانے لگے گا تو سب سے پہلے ابتداء اس شخص سے ہو گی جس نے

نیا میں کسی پیاسے کو پانی پلایا ہوگا۔ مصادف امام جعفر صادقؑ کے ایک
نانی بیان کرتے ہیں کہ درمیانِ مکہ و مدینہ امام عالی مقام کے ساتھ سفر کر رہا تھا
راہ دیکھا کہ ایک شخص ایک درخت کے نیچے پڑا ہے امامؑ نے فرمایا
"اے مصادف میرے ساتھ چل کر دیکھیں وہ قریب المرگ شخص کس حال میں
۔ایسا لگتا ہے کہ پیاس کی شدت سے اسکی حالت خراب ہے ۔آپ اُس کے
یب آئے، گھوڑے سے اترے۔ پوچھا "تو پیاسا ہے" اس نے کہا" ہاں۔"
راٹھا امام بے چین ہوگیا۔ مجھ سے کہا مصادف ہماری مشک سے اس کو
راب کرو۔ میں نے اُس کو خوب پانی پلایا، وہ بالکل ٹھیک ہوگیا، اب ہم اپنے
ھوڑوں پر سوار ہوئے ۔میں نے امامؑ سے عرض کی "مولا یہ شخص تو نصرانی معلوم
رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا" ہاں کافر کو بھی ایسی حالت میں سیراب کرو۔ مہمان
ے لئے حکم ہے کہ پہلے پانی کے لئے پوچھو۔ میرے ہر امامؑ نے، خود حضورؐ نے
رتک کی پیاس کو برداشت نہیں کیا، خدا کی قسم میں نے خود حدیث پڑھی کہ
مور رحمت اللعالمین ایک مرتبہ وضو کرنے بیٹھے ، ایسے میں ایک بلی نہایت
راسیمگی کی حالت میں آپکے سامنے آگئی، آپ سمجھ گئے کہ یہ پیاس سے بیچین
ہے آپ نے وضو کا پانی اُس کی طرف کر دیا، بلی نے خوب سیر ہو کر پیا، اسکے بعد

آپؑ نے وضو کیا۔ شرح میں ہے کہ اگر آپ کے پاس پانی کم ہے۔ راہ میں سواری کا جانور یا انسان کوئی پیاسا رہ جائے گا تو آپ تیمم کر کے نماز پڑھ لیں میرے مولا و آقا حسینؑ ابنِ علیؑ نے عالم غربت اور مصیبت میں جتنا پانی منزل اشراف سے بھرا تھا وہ سب حضرت حُرؑ کی فوج کو اور اُن کی سواری کے جانورو کو پلا دیا۔ یہ آپ کے خاندانی وقار اور عالی مرتبت ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے خاندانِ بنی ہاشم کا بہت بڑا شرف یہ بھی ہے کہ ہمیشہ خانہ کعبہ کی کلید برداری آپ ہی کے کنبے والوں کے پاس رہی، اور ایامِ حج میں سقایت کا کام بھی بنی ہاشم کے سپرد تھا، کبھی بنی امیہ نے یہ کام نہیں کیا۔ جنگِ صفین میں بھی دریا کا گھاٹ روک دیا گیا تھا۔ مولا علیؑ کی فوج پر پیاس کی شدت ہوئی، آپ نے اپنی فوج کو بھیجا، وہاں بھی کثیر فوج تھی جو لشکر گیا وہ کامیاب نہ ہوا، لوگ پریشان واپس آئے آقا حسینؑ اگرچہ کم عمر تھے مگر بے چین ہوئے کہا بابا مجھے اذنِ جنگ دیجئے۔ مولاؑ نے اجازت دیدی، خدا کی قسم، بحار الانوار میں ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آقا حسینؑ نے صفِ اعدا کو درہم برہم کر کے گھاٹ پر قبضہ کیا۔ سب پانی سے سیراب ہوئے، خیمے بھی لبِ دریا برپا کئے گئے جب آقا حسینؑ اپنے بابا کے سامنے خرم و مسرور فتح یاب تشریف لائے تو بے تحاشہ

میرالمومنینؑ کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہوگئے۔ لوگوں نے کہا یا مولا یہ خوشی کی بات ہے کہ فرزند رسولؐ فتحیاب ہو کر لوٹے۔

آپؑ نے فرمایا جو میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں تمہیں کیسے بتاؤں۔ عزادارانِ حسینؑ، جیسا کہ ارشادِ رب العزت ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنی کائنات کی تخلیق پانی سے ہوئی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ تمام اشیاء کی زندگی بھی پانی ہی سے ہے۔ دنیا کی آبادی میں تین حصہ پانی، ایک حصہ آبادی۔ ایسے ہی ہر انسان کے جسم میں ہے، طفلِ شیر خوار کے شیر میں چار حصہ پانی اور پانچویں حصے میں تمام اجزاء ہیں، پانی کی کمی انسان کے جسم میں موت کا سبب بن جاتی ہے، پانی نہ ملے تو درخت سوکھ جاتے ہیں، کھیت اجڑ جاتے ہیں، جانور ختم ہو جاتے ہیں پانی نہ ملنے سے انسان کے جسم کے وہ اعضا جن پر زندگی کا دار و مدار ہے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں، جگر سوکھ کر پارہ پارہ ہو جاتا ہے آنکھیں حلقۂ سر میں دَب جاتی ہیں۔ نظر نہیں آتا، ہائے لب سوکھ کر نیلے پڑ جاتے ہیں، آہ زبان میں کانٹے پڑ جاتے ہیں۔

ہائے عزادارو! میرے مولا و آقا تشنہ لب حسینؑ دمِ ذبح قاتل سے کہہ رہے تھے "اے شمر! مجھے تھوڑا سا پانی پلا دے کہ پیاس سے میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ کبھی فرماتے "ارے ظالم! میرا جگر پیاس سے بریاں ہو رہا ہے

ہائے زبانِ مبارک سوکھ کر ایسی کانٹا ہو گئی تھی کہ جوان بیٹا میدانِ جنگ سے اتنی

ملاعین کو مار کر آیا اور کہا" بابا پیاس مارے ڈالتی ہے۔ تھوڑا سا پانی مل جائے تو پھر میدانِ جنگ سے فتحیاب آتا۔ باپ نے کہا" بیٹا علی اکبرؑ باپ پر بہت شاق ہے کہ ایک قطرہ بھی نہیں دے سکتا۔ اے شبیہہِ رسولؐ پیارے علی اکبرؑ تم میری زبان اپنے منہ میں لے لو۔ شاید کچھ تسکین ہو جائے۔ علی اکبرؑ نے بابا کی زبان لی اور چھوڑ دی اور کہا بابا آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔

آہ عزادارو! یہ وہی زبان ہے جسے رسولِ خداؐ چوسا کرتے تھے۔ ہائے پیاس کے اثر سے مولاؑ کے گردن کی رگیں سوکھ گئی تھیں، اسی سبب سے وقتِ ذبح شمرِ لعین کا خنجر رُک رُک جاتا تھا۔ ہائے، کسی نے بعدِ شہادت شمر ملعون سے پوچھا" ارے ظالم تُو نے اپنا خنجر کیوں کُند کر رکھا تھا؟ ملعون نے جواب دیا کہ خنجر کُند نہ تھا۔ پیاس کی شدت سے رگ ہائے گردن خشک ہو گئی تھیں جس سے خنجر کُند ہو جاتا تھا۔ جب میں نے پسِ گردن سے ذبح کرنا چاہا تو کوئی بی بی خنجر سے لپٹ جاتی کہتی تھی

؎ کیا اسے پالا تھا میں نے تیرے خنجر کیلئے
میرے بچے کو نہ کر ذبح پیمبرؐ کیلئے

ہائے شمر میں نے چکی پیس پیس کر پالا ہے اپنا لال حسینؑ۔ اے شمر میرے بچے پر رحم کر، ارے ظالم دو بوند پانی پلا دے، ہائے جانور کو بھی یوں ذبح نہیں

کرتے، ہائے سید بھی ہے یہ مسافر بھی ہے، ہائے زخموں سے چُور چُور ہے۔ ہائے میرے لال حسین تیری مصیبت کے ماں صدقے ہو جاتی۔ ہائے میرے لال کا جسم نازنیں تیروں سے چھلنی ہے۔ واولدی واحُسینا۔ واقرۃ العینی، واحُسینا مظلوم حُسینا، بیکس حُسینا، ہائے بی بی بین کرتی رہی، ظالم سر مظلوم جُدا کرتا رہا۔ ہائے ہمارے رونے کو ایک سرِ امامِ پاک کی ہی مصیبت عظیم ہے۔ وہ سرِ انور جو آغوشِ رسولِ پاک میں پلا، اس پر کیا کیا نہ ستم ہوئے — آہ! جسمِ اطہر سے جُدا کیا گیا، نوکِ نیزہ پر نصب کر کے دیار بہ دیار پھرایا گیا، دربارِ کوفہ و شام میں تختِ ملعون پر رکھا گیا، کبھی تنور میں رکھا گیا، کبھی دیرِ راہب میں رکھا کبھی خُولی لعین نے اپنے گھر میں رکھا، ہائے امام عصر الزماںؑ زیارتِ ناحیہ میں فرماتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَذْبُوحِ مِنَ الْقَفَا میرا سلام اُس ذبیحِ راہِ خُدا پر ہو، جو پُشتِ گردن سے ذبح کیا گیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الرَّاسِ الْمُفَرَّقَةِ عَنِ الْاَبْدَانِ: سلام ہو اس پر جس کا سر مبارک تنِ اطہر سے جُدا کیا گیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الرَّاسِ الْمَرْفُوعِ سلام ہو اس پر جسکا سر مبارک نوکِ نیزہ پر بلند ہوا۔

آہ! عزادارو، اس فرشِ عزا، پر بی بی کے ساتھ ہمارے امامِ زمانہؑ بھی

موجود ہیں۔ امامِ عصرؑ کو ان کے جدِ امجد کا پُرسہ دے لیجئے۔

ہائے مومنات زیارتِ ناحیہ میرے امامؑ کا مرثیہ ہے۔ ہائے امامِ زمانؑ ہمارے اشکوں کو قبول کیجئے۔ یا جنابِ فاطمہ بی بی ہمارے پُرسے قبول کیجئے آقا حسینؑ آپ کی تشنہ دہانی کے صدقے، مولاؑ اشکوں کے جام لے کر یہ عزادار حاضر ہیں اور کہتے ہیں

"کاش ہم کربلا میں ہوتے اور آپ پر اپنی جانیں قربان کرتے، مولاؑ ہمارے اس ذکر کو قبول کیجئے اور بجز آپ کے غم کے ہمیں کوئی غم نہ ہو۔

آمین!

سبع ستارے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً
مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔ جس کا حکم سب پر جاری ہے۔ جس کا علم ہر شے پر حاوی ہے۔ لائق حمد و ثناء وہی ذاتِ پاک ہے جو سب کا خالق و مالک اور رازق ہے۔ رازق ایسا کہ تحت الثرٰی میں ننھے سے کیڑے کو بھی اُس کا رزق پہنچاتا ہے۔ اس کے بعد بے حد درود و سلام ان ذواتِ مقدسات پر جس کو ہمارے لئے وسیلہ بنایا۔ جن کے ہاتھوں پر اسلام سربلند ہوا کفر کو ذلّت نصیب ہوئی۔

خالقِ کائنات نے اپنی بے شمار مخلوق میں انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب عطا کیا ہے تو کیوں۔ اس لئے کہ اس کو چند قوّتیں تمام مخلوق سے زیادہ دی ہیں۔ اگر سب کو بیان کروں تو مجلس کو طول ہوگا۔ مختصر عرض کرتی ہوں تمام ذی جان حیوان ہیں۔ پہاڑ، دریا، رات، دن، چرند، پرند، درند، حشرات الارض

یعنی زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑے وغیرہ اور انسان بھی حیوان ہے۔ مگر انسان حیوانِ ناطق ہے، یعنی اس کو قوتِ گویائی، علم کلام و بیان عطا کیا ہے اور کچھ نفوس عطا کئے ہیں، جن کے سبب یہ اشرف کے خطاب کا مستحق ہو گیا۔

یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ یہ تعریف ہو رہی ہے اُن خاص بندوں کی، جن سے وہ راضی و خوشنود ہوا، اور یوں اپنے دربار میں بُلا رہا ہے کہ اے نفسِ مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف رُجوع کر اس حالت میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلا آ یعنی ہم نے باغِ جنت کو تیرے لئے سنوارا ہے۔ اسمیں اھلاً و سہلاً قیام پذیر کر۔ اب سوال یہ ہے کہ نفس کیا چیز ہے۔ تو یہ وہ قوتیں ہیں جن سے انسان بہتر بنا۔ اعلیٰ ہوا تو ایسا ہوا کہ مسجودِ ملائکہ بن گیا، اس سے بھی اعلیٰ ہوا تو وہاں پہنچا جہاں جبرئیلؑ امین جیسا مقرب بارگاہِ الٰہی فرشتہ بھی کہہ دے کہ اگر سرِ مُو قدم آگے بڑھایا تو بال و پر جل جائیں گے، یا نبی اللہ دریائے نُور حائل ہے۔ اور اللہ کا بندہ دریائے نُور پار کرتا ہوا قابَ قوسین اَوْ اَدنیٰ کی منزل تک پہنچ گیا۔ اب ذاتِ باری ہے یا وہ ہے حبیبِ محبوب میں راز و نیاز ہو رہا ہے ہمیں کچھ پتہ نہیں گفتگو کیسے ہوئی کس لہجے میں ہوئی مگر مولانا حسن امداد صاحب کی حمدِ باری جو مجھے بہت پسند ہے۔

سمجھی محمدؐ کو حیرت یہ کیا راز ہے   یاں تو کوئی یار اور نہ دمساز ہے
پھر یہ ہے کون یہ کسکی آواز ہے   یہ تو کچھ میرے بھائی کا انداز ہے
اے خدا سچ بتا یہ علیؑ ہیں کہ تُو،   اللہ ہو اللہ ہو۔ اللہ ہو۔ اللہ ہو

آپ نے دیکھا، یہ کرشمہ ہے نفس کی قُوت کا۔ بہرحال مفسرین کہتے ہیں کہ نفس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلا نفس، نفسِ امارہ ہے اسے نفسِ بہیمیہ بھی کہتے ہیں، تمام بُرائیاں اسی نفس کے سبب سے ہوتی ہیں، یہ نفس شیطانی ہوتا ہے۔ گویا شیطان کے اُس وعدے کا نتیجہ ہے کہ جب وہ راندے درگاہ ہو کر نکالا گیا تو کہتا ہوا چلا کہ جاتا تو ہوں، مگر تیرے بندوں کو خوب بہکاؤں گا۔ جواب ملا، جا تو بہکا لے جو میرے بندے ہیں وہ تیرے بہکانے میں نہیں آئیں گے۔ جو نفسِ امارہ کا بندہ ہے وہ درندوں سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔

دوسرا نفس، نفسِ لوّامہ ہے۔ یہ ملامت کرنے والا، بُرے کاموں سے روکنے والا نفس ہے، اس نفس کی ذاتِ باری نے قسم کھائی ہے لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ قسم ہے ملامت کرنے والے نفس کی۔ اس کو ضمیر بھی کہتے ہیں، یہی تو ہے جو ہر بُرے کام سے روکتا ٹوکتا ہے، کبھی نفسِ امّارہ کے کہنے پر عمل کرنے کے بعد یہ نفس ملامت کرتا ہے کہ تُو نے چوری کی، بُرا کیا، قتل کیا گناہ کیا، جھوٹ بولا۔

چغلی کھائی، یا کسی کا دل دکھایا غلط کیا، تجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا. غرض یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر ضمیر زندہ ہے اور اُس نے ملامت کی تو اکثر انسان راہِ راست پر آجاتا ہے، شاید انسان کی یہی فطرت اللہ تعالیٰ کو پسند آئی ہوگی کہ یہ جلد نادم ہو جاتا ہے، اور جب اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے بارگاہِ ایزدی میں عفو بخشش و درگذر کے لئے سر جھکایا یا چند قطرے آنسو سے پلک پُرنم ہوگئی تو رحمتِ ایزدی بڑھ کر دامن میں چھپا لیتی ہے علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لئے　　قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

یہ اُس رحمٰن و رحیم کا کرم ہے۔ جس کے کرم کو غضب پر سبقت ہے۔ جو سَرِیعُ الرِّضَا ہے۔ (صلوٰت) اِدھر بندے کی چشمِ پُرنم ہوئی، اُدھر اُس کی رحمت نے آگھیرا۔ بیشک وہ ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے، ستّار ہے، غفّار ہے۔ کتنا کریم ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اسکے لکھنے والے فرشتوں کو حکم نہیں کہ فوراً لکھیں۔ سات منٹ تک وہ انتظار کرتے ہیں کہ بندہ توبہ واستغفار کرلے۔ گویا ہمیں یہ سات منٹ کی مہلت دی جاتی ہے کہ اے بھٹکے ہوئے راہی ہوش میں آ اور اپنا سیدھا راستہ دیکھ لے۔ اس مستعار زندگی پر بھروسہ نہ کر یہاں ہمیشہ نہیں رہنا ہے۔ مسافر اپنی منزل کو مت بھول تیرا نفس

نفسِ مطمئنہ ہے۔ اسے نفسِ ناطقہ اور نفسِ ملکوتی بھی کہتے ہیں۔ یہ نفس تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے، اب ذرا اس نفس کی شان دیکھیے۔ نمرود کے سامنے بیٹھے ہیں۔ قصر کے آگے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ ایک سال سے جلتے ہوئے شعلے شباب پر ہیں۔ اب نمرود کا حکم ہوتا ہے اس بندے کو منجنیق پر بٹھا کر ان شعلوں میں ڈال دیا جائے۔ منجنیق آجکل کی کرین اپ سمجھ لیجیے اس لئے کہ آگ کافی چوڑے حصے میں تھی اور بہت بلند تھی کوئی محل یا بلند مکان قریب نہیں، بہرحال یہی ایک صورت تھی جو اسکے فہمِ ناقص میں آتی تھی۔ نفس کی شان دیکھیے، منجنیق پر بیٹھے ہوا پر بلند ہوئے۔ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرف جا رہے ہیں، کائنات میں تہلکہ پڑ گیا، تمام فرشتے درگاہِ ایزدی میں عرض کرنے لگے الٰہا تو ہمیں حکم دے ہم تیرے اس بندے کی مدد کو جائیں اے اللہ! تیری اس اتنی بڑی دنیا میں یہی تو ایک نیک بندہ ہے، جواب ملا جاؤ اگر میرا بندہ تمہاری مدد قبول کرے تو اسکی مدد کرو۔ ہوا کے فرشتے آئے، عرض کیا یا نبی اللہ حکم دیجیے ہم تمام آگ نمرودیوں پر ڈال دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں! میرا رب کافی ہے، اب عذاب کے فرشتے حاضر ہوئے یا نبی اللہ! آپ اشارہ کیجیے ہم انہیں معذب بعذاب کردیں۔ اور آپ بلا سے بچ جائیں۔ فرمایا "نہیں"

بھائیو اگر میرے محبوب کو یہی منظور ہے تو میں سرِ تسلیم خم کئے دیتا ہوں۔
اب نہ برداشت ہوا، امینِ وحی نے درخواست کی کہ بارالٰہا! اجازت دے تو
میں پہنچوں۔ آئے اور عرض کی یا نبی اللہ کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔
دیکھئے۔ اب یہ نہیں کہا کہ کوئی حاجت نہیں، بلکہ یوں کہا "اخی جبرئیل حاجت
تو ہے پر آپ سے نہیں، جس سے حاجت ہے وہ خوب جانتا ہے۔ اس لئے کہ
اگر یہ کہہ دیتے کہ حاجت نہیں، تو غرور کا شائبہ پایا جاتا۔ جبرئیلِ امین بھی افسردہ
واپس گئے۔ اِدھر خلیلِ رب آگ پر پہنچے اُدھر آگ کو حکم ملا "یَا نَارُ کُونِی بَرْداً وَّ
سَلَاماً عَلٰی اِبْرَاهِیْم (اے آگ ابراہیمؑ کے لیئے سرد ہو جا۔
بس پھر کیا تھا، آگ لہلہاتا ہوا لالہ زار بن گئی۔ خلیل کا خطاب ملا۔
خلیل کے معنی ہیں: دوست کے۔ یہ اُس توکل اور بھروسے کا نتیجہ تھا جو انہوں نے
مستقل مزاجی سے کیا، اور یہ اُن کے نفسِ مطمئنہ کی طاقت تھی۔
آپ نے دیکھا کہ یہ کمالِ نفسِ مطمئنہ کا ہے، کسی سائل نے آکر پانچویں
امام حضرت محمد باقرؑ سے کہا کہ "اے وارثِ خلیلؑ و کلیمؑ بتائیے کہ جناب موسیٰؑ کا
عصا اژدہا بنا تو آپ ڈر گئے، اور ایسا ڈرے کہ حکمِ رب ہوا لَا تَخَفْ خُذْهَا "اے موسیٰؑ ڈرو
نہیں، اسے اٹھالو۔ یہ پھر تمہارا عصا بن جائے گا۔ لیکن جناب موسیٰؑ نے

اس لئے پروردگار کے باوجود جب عصا کو اٹھایا تو اپنی عبا کے دامن کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا۔ پھر عصا کو تھاما۔ اب رُوح الامینؑ تشریف لائے اور کہا "اے موسیٰؑ آپ نے اپنے دامن کو کیوں ہاتھ پر لپیٹا؟ اگر تمہارا پروردگار نہیں ...ھانا نہ چاہتا تو کیا یہ دامن تمہیں بچا لیتا؟

جنابِ موسیٰؑ نے کہا" اخی جبرئیلؑ مجھے اپنے رب پر بھروسہ تھا۔ مگر کیا ...ں صرف اطمینانِ قلب کے لئے ایسا کیا۔

اب میرے پانچویں امام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا" اے بھائی ۔ چونکہ ہمارے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کی پشتِ مبارک میں نُورِ محمدؐ و علیؑ تھا اس ...لئے اُن کو کوئی خوف نہ ہوا" اور وہ بے خطر نارِ نمرودؔ کی طرف چل پڑے۔ آیئے۔ ...ہیں کہ بنتِ اسدؑ کا لال جھولے میں لیٹا انگوٹھا چوس رہا ہے کوئی گھوائے ...ں نہیں، عرب کے پہاڑی علاقے کا نہایت خطرناک اژدہا گہوارے پر چاہتا ...حملہ کرے۔ ادھر اژدھا قریب آیا، ادھر خدا کے شیر نے دونوں ننھے ...ستِ یداللّٰہی اژدر کے گلے میں ڈال کر دو ٹکڑے کر دیئے۔ ماں دوڑی ...ئیں دیکھا اژدر کے دو ٹکڑے پڑے ہیں۔ بے ساختہ چلائیں حیدر حیدر ...میرا گہوارے والا چیرنے پھاڑنے والا ہے' اب دیکھا آپ نے خدا کے

کلام کرنے والا پیغمبرؑ اپنے ہی عصا کے بنے ہوئے سانپ سے ڈر گیا۔ ؎

سنا ہے مہد میں اژدر کے کلّے چیر ڈالے ہیں   علیؑ نے بچپنے میں یا نبیؐ تیغے لگائے ہیں

ایک محاورہ ہے کہ پوت کے پاؤں پالنے میں ہی نظر آجاتے ہیں کہ جب جوان ہوگا تو کیا ہوگا۔ یہی زور ید اللّٰہی تو تھا کہ ہمیشہ دشمن کے دو ٹکڑے کرتے تھے۔ بلکہ جس سواری پر دشمن سوار ہوتا اسکے بھی دو ٹکڑے ہوتے تھے۔ مرحب کو جب پچھاڑا تو راکب اور مرکب دونوں کے چار ٹکڑے کئے، جس کافر کو مولاؑ واصل جہنم کرتے تو وہ اسی سبب سے پہچان لیا جاتا تھا کہ یہ دو ٹکڑے ہے یہ ذوالفقار حیدری کا مقتول ہے۔ صفیہ (مرحب کی بہن) نے جب اپنے بھائی کی لاش دیکھی تو روئی نہیں کہ اس کو علیؑ جیسے بہادر نے قتل کیا ہے جس کا کوئی نظیر نہیں ہے آپ سب خیبر، خندق، اُحد، بدر بہت سے غزوات کے بارے میں جانتی ہیں اور یقین کیجئے کہ مجھے بھی خیبر کا تذکرہ پڑھ کر بہت لطف آتا ہے جوش و ولولہ ہوتا ہے مگر استاد قمر جلالوی کے ایک شعر نے سارا جوش چند لفظوں میں سمیٹ لیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

مرحب کا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا

پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اتار کے

یہ معرکے ایسے سنے ہیں جیسے خود آنکھوں سے دیکھے جب کبھی سنو

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

کان محسوس کرتے ہیں کہ اب بھی آوازِ غیبی آرہی ہے یقین جانیئے کہ ذکرِ حیدرؑ
ے ہماری رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے چہرے مثلِ گلاب کھل جاتے ہیں۔

آج میں دمعۃ الساکبہ جلد نمبر اول صفحہ ۳۶۱ دیکھ رہی تھی، اچانک میری نظر
ؑ کے غزوات پر پڑی جنگ وادی یابس دیکھا اور بس خیبر کا طویل محاصرہ میری
کھوں میں پھر گیا۔ صرف تین دن کی لشکر کی تکان اور تیسرے دن کوئی تازہ دم
ج نہیں بلکہ سواری کے گھوڑے ایسے تھکے کہ حملہ کرنے کے لئے جاتے اور پریشان
ل بے نیل و مرام ناکام واپس آتے گویا سردارِ لشکر کو نامرادی نے گھیر لیا تھا۔

مرے دن وہ علمدار گیا جو کرار ہے فرار نہیں۔ ایک تو منحوس سائے کے سبب
دن لگاتار بچارے گھوڑے بھاگتے ہوئے جاتے واپسی میں نامراد سردار
کر کو اپنی جان کے زیاں کا دھڑکا، گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے واپس لاتے۔

سرے دن جو علمدار آیا وہ ایسا جری کہ ان بھاگے ہوئے ساتھیوں کو واپس
ھگاتا ہوا لایا۔ مگر آج اس یقین بلکہ عین الیقین کے ساتھ دوڑے کہ جنگ
یتنا ہے یا مرجانا ہے، نہ دشمن کی زیادتی کا خوف ہے نہ جان کا خطرہ اس لئے

جس کے لئے جنگ کر رہے ہیں ہیں وہی جان کا مالک ہے، اب ذرا دیکھئے ہم کلام الٰہی کیسے صاف صاف بیان کر رہا ہے نام میں لوں نہیں لیتی کہ مالکِ جزاء سزا نے بھی نام نہیں لیا، ہاں کیفیاتِ قلب کی ترجمانی خوب کر دی۔ آج جو سردار کے ساتھ فوجی بھی جانباز ہیں لہٰذا سورہ وَالعَادیات ضَبحاً لیکر رُوح الامین آ گئے۔ ابتداء غازیوں کے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، جو نتھنوں سے فراٹے لیتے ہیں۔ پتھر پر ٹاپ مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں۔ یہ تو ان جانوروں کی تعریف ہے جو نفسِ امارہ کے مارے ہوئے انسانوں کے مقابلے میں خالصتاً خوشنودیٔ رب کے لئے خود کو تعب میں ڈال دیتے ہیں۔ اب بہادر نڈر علمدار اور اس کی فوج کی تعریف سُنیئے۔ پھر صبح کو چھاپہ مارتے دوڑ دھوپ سے گرد و غبار بلند کرتے ہوئے دشمن کے نرغے میں یعنی قلبِ لشکر میں گھس جاتے ہیں، یقیناً اسی دشمن کی کثرت سے کچھ لوگ بھاگ گئے تھے۔ فوج بھی وہی ہے دشمن کی کثرت بھی وہی ہے میدان بھی وہی ہے نفسِ غمزہ! بدلا ہے جو قلبِ مطمئنہ کا حامل ہے جس کو کبھی ہراس نہیں ہوا جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔

یہ ابتدائی آیات تھیں۔ ذرا آخر میں بھی سُن لیجئے۔ بیشک انسان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے، گویا جو کچھ اس کی حالت ہے وہ اس سے بھی آگاہ ہے

وہ مال کا حریص ہے، اس کو اتنا بھی علم نہیں کہ اللہ اس کی تمام باتوں کو جانتا ہے۔ اور جب وہ قبروں سے نکالے جائیں گے تو جو کچھ انھوں نے دلوں میں چھپایا ہے سب اُگلوالیا جائے گا، یقیناً اللہ اُن کی نسبت اُن کے رازوں سے زیادہ باخبر ہے۔ نفس مطمئنہ یہ ایسا نفس ہے جس کے یہ نفس نہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

مولائے کائنات نے بڑے معرکے سر کئے، مگر کیسے، کبھی عطائے رب اکبر ہو رہی ہے، کبھی آوازِ غیبی آ رہی ہے لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ کبھی کہا جا رہا ہے علیؑ کی ایک ضرب ثقلین کی عبادت کے برابر ہے۔ رسولؐ سینے سے لگا رہے ہیں، لیکن اس وقت مجھے ایک اور نفسِ مطمئنہ کی جنگ یاد آ گئی، آہ، دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، ہائے کس وقت میں یہ خدا کا پیارا بندہ میدانِ جنگ میں یل ہے۔ وقتِ ظہر ہے بھائی بھتیجے بھانجے سب شہید ہو چکے ہیں، تین دن کی پیاس ہے لب خشک جگر بریاں ہے ہائے انتیس سال کا قوتِ بازو بھائی کمر توڑ چکا ہے، آنکھوں کی بینائی کڑیل جوان بیٹے کے ساتھ گئی۔ رباب سے یہ کہہ کر علی اصغرؑ کو لاتے تھے "رباب علی اصغرؑ کو لاؤ ان کے لئے سوال اب بھی کریں گے، ہائے سوالِ آب تو کیا مگر بے شیر کا گلا تیرِ جفا سے چھد گیا۔

سبع ستارے

ننھا مجاہد بابا کے ہاتھوں پر خون اُگل کر رخصت ہو گیا، خیمے میں جانے کی ہمت نہیں۔ آگے بڑھتے ہیں پھر پیچھے پلٹ آتے ہیں، ہائے رباب کو کیسے منہ دکھائیں، کیسے کہیں، رباب چھ مہینے والے نے گردن پر تیر کھایا، آہ میدان میں آئے، ذوالفقار سے ننھی سی قبر بنا رہے ہیں، ذوالفقار رونے لگی فریاد کرتی "اے مولا میں تو آپ کے دشمنوں کا گلا کاٹنے کے لئے تھی، آہ یہ آپ کیا کام مجھ سے لے رہے ہیں، ہائے مولا یہ چاند تہہ خاک چھپایا نہ جائے گا۔

مولا نے کہا: اے ذوالفقار تیری کاٹ بابا کے لیے تھی حسینؑ کو اب اِس خشک گلا کٹنا ہے۔ ایسے میں ندائے غیب آئی "اے حسینؑ تیری مظلومی تو دیکھی ذرا میری زہرا کے شیر کی طاقت بھی دکھا۔ آہ: امام پاکؑ نے ٹوٹی کمر کو پٹکے سے باندھا آنکھوں کو عمامۂ رسولؐ سے مس کیا۔ ذوالفقار کو میان سے باہر نکالا "ایکدم یا علیؑ" کہہ کر فوج اعداء پر جھپٹ پڑے عزادارو خدا کی قسم تاریخ گواہ ہے مولاؑ نے جنگ کی نہ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے مکار نابکار افواج کوفہ و شام دہائی دینے لگی "حسینؑ علی اکبر کی روح کا واسطہ ہم پر رحم کرو، تمہارے نانا کی امت میں ہیں

ادھر مولا جنگ کرتے ہوئے لاش جناب علی اکبرؑ پر پہنچ گئے تھے، فرمایا: "بیٹا علی اکبرؑ اٹھو۔ ذرا بابا کی جنگ تو دیکھو، علی اکبرؑ یہ لعین دم تمہارا نام

کا واسطہ دے رہے ہیں۔ علی اکبرؑ ترے نام نے جگر پر ایسی برچھی لگائی ہے کہ اب باپ جنگ کرنے کے لائق نہیں رہا۔ پھر دریا کی طرف رُخ کر کے کہا" بھیا عباسؑ تم نے تین دن کے بھوکے پیاسے کی جنگ نہ دیکھی۔ بھیا عباس اب حسینؑ زخموں سے چُور چُور ہے۔ بھیا اب گھوڑے پر سنبھلا نہیں جا رہا ہے، بھیا آ کر حسینؑ کی مدد کرو۔ آہ ابھی امام بھائیؑ سے فرما رہے تھے کہ ندائے غیب آئی۔

"اے حسینؑ، اے نفسِ مطمئنہ، ہمارے پاس آؤ۔ اس حالت میں کہ ہم تم سے راضی و خوشنود ہیں، تمہارے لئے آٹھوں بہشتوں کو سجایا ہے۔ بیشک اے فاطمہ کے لال، جو جنگ تم نے کی ہے یہ بشر کا کام نہیں۔ میرے پیارے یہ تیرا ہی حوصلہ تھا۔

آہ، صدائے فاطمہ زہراؑ آئی" اے حسینؑ عباسؑ کے دونوں شانے جدا ہیں، میرے لال یہ ماں آ رہی ہے، میرے حسینؑ تیرا سرِ ماں اپنی آغوش میں لے گی، حسینؑ تمہارے نانا قریب ہی گریہ کناں ہیں" آہ عزادارو! عرشِ بریں زمین پر گرا حسینؑ پشتِ زین سے زمین پر تشریف لائے، شکر کے سجدے میں جھکے رخسارِ پاک کو ریگِ گرم پر رکھا، چاہنے والی بہن درِ خیمہ سے دیکھ رہی ہے بھائی نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ہائے کہتی ہیں ہائے ماں جائے، میری ماں کا چاند کس بادل میں

چھپا، ہائے زخمی بھائی۔ پیاسا بھائی۔ ایسے میں زمین کربلا کانپنے لگی۔ سورج کو گہن لگا۔ زینب سراسیمہ خیمہ سے نکل پڑیں، اے کربلا میرے بھا کو بتا دے میدان میں آئیں بھائی نظر نہیں آتے۔ نشیب کی طرف چلیں۔ ہائے کہتی ہیں اے زمین کربلا تو اتنی بلند ہو جا کہ دکھیا بہن بھائی کو دیکھ لے ادھر حسینؑ نے دیکھا بہن زمین سے فریاد کر رہی ہے "اے زمین میرے ماں جائے کو دکھا دے۔ ہائے شمر ملعون سینۂ اقدس پر سوار ہے۔ ہائے حسینؑ کہتے ہیں اے زمین اتنی پست ہو جا کہ نشیب میں چلی جا تاکہ دکھیا بہن بھائی کو ذبح ہوتے نہ دیکھ سکے۔

آہ! زمین کو زلزلہ ہوا فرات کا پانی اچھل رہا تھا، سورج کو گہن لگ گیا آواز ما بین زمین و آسمان آرہی تھی "علیٰ قتل الحسینؑ بکربلا۔ علیٰ ذبح الحسینؑ بکربلا" قبے خیام شہ دیں کے ہلنے لگے۔ ایسے میں ایک بار سید سجادؑ غش سے چونکے تو کہا، "فضہ ذرا میرا عصا لا دے، اور خیمے کا پردہ تھوڑا سا سرکا دے۔ ہائے میرا بابا کہا، عصا کے سہارے کھڑے ہوئے۔ ہائے آفتاب درخشاں اور خوں نیزے پر نظر آیا، بے ساختہ فرمایا السلام علیک یا ابا عبد اللہ۔ ہائے ملاعینوں نے اسی ظلم پر اکتفا نہ کیا۔ لاشے کو لوٹنے لگے۔

ہائے پیراہنِ مولا لے گئے لعین　　　سر سے عمامہ تن سے قبا لے گئے لعین

ہائے بہن کو بھائی کی لاش پر رونے نہ دیا سیدانیوں کے سر سے چادریں چھین لیں

بیو ؤں سے اشقیا زر و زیور کو لے گئے　　　او چھین کر مریض کے بستر کو لے گئے

یاں تک کہ گاہوارۂ اصغرؑ کو لے گئے　　　اعدا غرض کہ لوٹ کے سب گھر کو لے گئے

بالوں سے چھین لے گئے مسندِ امامؑ کی　　　سرکار لٹ گئی شہِ عالی مقام کی

امام زمانہؑ زیارتِ ناحیہ میں فرماتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَکَتْہُ مَلَائِکَۃُ السَّمَآءِ سلام ہو میرا اُس پر جس پر ملائکہ آسمان روئے۔ مولا چاہنے والی بہن کہاں تھی کیوں نہ روئی ــــ وہ سینے پر سونے والی بیٹی کیوں نہ روئی۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَدْفُوْنِیْنَ بِلَا اَکْفَانٍ۔ سلام ہو اُس پر جس کو بغیر کفن کے دفن کیا گیا۔ آہ عزادارو شہید کو کفن نہیں دیتے اس کا لباس بدن ہی کفن ہوتا ہے پھر کیوں امام زمانہؑ کہتے ہیں کہ بلا کفن کے دفن ہوئے۔ ہائے یہی وجہ ہے کہ لباسِ کہنہ بھی نہ رہنے دیا تھا۔ اس فرشِ عزا پر بی بی بھی موجود ہیں چاہنے والی بہن بھی تشریف لائی ہیں بی بی کو ان کے مظلوم لال کا پرسہ دو بی بی جب تک زندہ رہیں گے ترے لال کا ماتم کرتے رہیں گے۔ ہم اشکِ غم کے سوا کچھ نہیں رکھتے، یا بی بی ان اشکوں کو اور اس ذکر کو قبول کیجیے۔

شامِ غریباں

شامِ غریباں

کھٰیٰعٓصٓ۔ یہ سورۂ مریمؑ کے ابتدائی حروفِ مقطعات ہیں۔

تمام تعریفیں اسی خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہیں جو یگانہ بلند و خالق ہے جس نے اَحسنِ تقویم پر انسان کو پیدا کیا، اور بے شمار نعمتیں عطا کیں۔ قوتِ گویائی عطا کر کے علمِ بیان و کلام پر حاوی کیا۔ تمام تعریفیں اُس خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے زیبا ہیں جو رازق، مالک، خالق، اور محافظ ہے۔ جو خبیر و بصیر ہے۔ اے ہمارے رب ہم تیرا شکر تیری حمد کے ساتھ کرتے ہیں تُو قبول فرما۔ آمین!

اس کے بعد ہمارا درود و سلام ان ذواتِ مقدسات پر جن کے لیے تُو نے اس جہانِ رنگ و بُو کو سنوارا۔ جزا و سزا کا دن مقرر فرمایا۔ ہمارے لئے ایسے رہبرانِ دین کو منتخب فرمایا۔ جنھوں نے تیری رضا و خوشنودی کے سوا کوئی کام نہ کیا، اے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ و آلِ محمدؐ پر۔

رشد و ہدایت کے بلند مینارے ہیں جن کو تونے اپنے نور سے خلق کیا ہے۔

صلوات؛ کٓ ھٰ یٰ عٓ صٓ۔ یہ سورۂ مریم کے ابتدائی الفاظ ہیں ان کا شمار حروف مقطعات میں ہوتا ہے۔ اکثر کلام پاک کی سورتوں کے ابتدا میں حروف مقطعات آتے ہیں۔ بلکہ کلام پاک کے پہلے پارے اور پہلی سورہ بقرہ بھی الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے۔ طٰہٰ، یٰسین، قٓ حٰمٓ، عٓسٓقٓ وغیرہ، یہ سب حروف مقطعات ہیں ان حروف مبارکہ میں ایک عجیب امر یہ ہے کہ حروف مکررہ گرادینے کے بعد صرف چودہ ہی حرف رہ جاتے ہیں۔ اور اب دیکھئے کہ ہم جن کی کنیزی و غلامی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی چودہ ہیں یعنی ہمارے معصومین علیہم السلام بھی چودہ ہیں۔ ہمارا سلسلۂ مودت چودہ سے ہے۔ بہرحال جب ان حروف مکررہ کو حذف کردیا تو صرف چودہ حروف بچے اور ان حروف مبارکہ سے جو عبارت بنتی ہے وہ یہ ہے۔ صراط علی حق نمسکہ۔ جس کے معنی ہیں علی کا راستہ برحق ہے جس پہ ہم چل رہے ہیں۔ مگر ان حروف عجیبہ کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔ کلام الٰہی بہت فصیح و بلیغ کتاب ہے۔ اس کا سمجھنا ایسا آسان نہیں۔ علماء و مفسرین نے بہت سے معنی و مطالب بیان کئے ہیں۔ اگر بیان کروں تو طول کلام ہوگا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک

ایک حرف میں اسرارِ الٰہی پنہاں ہیں۔ اور ان اسرارِ ربانی سے سوائے حضورؐ یا جس کو حضورؐ نے تعلیم کیا وہی آگاہ ہو سکتے ہیں۔ مانی ہوئی بات ہے کہ گھر کی بات گھر والے جانتے ہیں۔ لہٰذا محمدؐ و آلِ محمدؐ سے زیادہ واقف دوسرا نہیں ہو سکتا۔

اب روایت یہ ہے کہ جب حضرت ذکریاؑ نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ پروردگار تو مجھے وہ کلمات تعلیم فرما جسکے وسیلے سے تو نے حضرت آدمؑ کی توبہ کو قبول کیا تھا تو خداوندِ عالم نے ان کو اسماء پنجتنؑ پاک تعلیم فرمائے۔ یعنی محمدؐ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ۔ جب جنابِ ذکریاؑ چار نام پاک وِرد کرتے تو انکے دل کو مسرت حاصل ہوتی سرور ہوتا مگر جب پانچواں اسم پاک حسینؑ کہتے تو خود بخود آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے۔ ایک دن روح الامین سے پوچھا اخی جبرئیل اس کا کیا سبب ہے کہ جب میں چار اسمائے پاک کا ورد کرتا ہوں تو دل خوش ہوتا ہے مگر پانچویں اسمِ پاک پر بے تحاشا گریہ طاری ہوتا ہے۔

روح الامین نے عرش پر پرواز کی اور واپس آئے تو یہی حروف مقطعات کھٰیٰعصٓ لے کر نازل ہوئے۔ فرمایا کہ یہ حروف بطور رمز یعنی اشارے کے طور پر ہیں۔ "ک" سے کربلا "ہا" سے ہلاکتِ عترتِ طاہرہ "یا" سے یزیدؑ "ع" سے

عطش اور ص سے صبر مراد ہے' اس کے بعد تمام واقعاتِ کربلا انھوں نے جنابِ ذکریاؑ سے بیان کئے۔ جنابِ ذکریاؑ اس تفسیر کو سن کر اتنا روئے کہ انکی آواز حلق سے باہر نہ نکل سکی' نہ کوئی کلام کر سکے نہ محرابِ عبادت سے باہر آئے۔

کلامِ پاک میں سورۂ مریمؑ میں پڑھ لیجئے کہ خداوندِ عالم سے ایکبار جنابِ ذکریاؑ نے عرض کیا "پروردگار! میں کب سے تجھ سے ایک وارث مانگ رہا ہوں مگر اب تک نہیں ملا' میں یہ نہیں کہتا کہ تُو نہ دے گا مگر مجھے کچھ اشارے دیدے کب ہوگا۔ تو اس وقت پروردگارِ عالم نے اُن سے فرمایا تھا کہ "اے ذکریاؑ! جب وقت قریب ہوگا تو تم تین دن تک نہ بات کر سکو گے اور نہ محرابِ عبادت سے باہر نکل سکو گے۔ جب جنابِ ذکریاؑ نہ بول سکے' نہ محرابِ عبادت سے باہر نکل سکے تو انکے اصحاب بیحد پریشان ہوئے تو تیسرے دن سب محرابِ عبادت کے قریب گریہ وزاری کرنے لگے' اس وقت آپ نے تھوڑا سا چہرہ ان لوگوں کی طرف کر کے اشارے سے کہا کہ میں بولنے سے قاصر ہوں۔ چونکہ آپ ان لوگوں کو حکمِ ربی کو بتا چکے تھے' لہٰذا سب کو یقین ہو گیا کہ اب ضرور وارثِ علم و حکمت آنے والا ہے۔

غمِ حسینؑ میں آنسو بہانے سے جنابِ ذکریاؑ کی دُعا قبول ہوئی، جنابِ جبرئیلؑ نے واقعاتِ کربلا بیان کئے تو جنابِ ذکریاؑ نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی بارِ الٰہا تو مجھے بھی ایک فرزند ایسا ہی عطا فرما جو تیری راہ میں شہید ہو، اور اس کی محبت سے مجھے بھی مفتون کر، پھر اُس کی محبت سے مجھے دردمند کرتا کہ میرا دل بھی اسی طرح غمزدہ ہو جیسے تیرے حبیبؐ کا ہوا۔

حق تعالٰے نے جنابِ ذکریاؑ کی دعا قبول فرمائی، اُن کو حضرت یحییٰؑ عطا کئے گئے۔ میرے چوتھے امامؑ فرماتے ہیں کہ جب نواسۂ رسولؐ سے مدینہ چھوٹا اور راہ مکہ و کربلا کے درمیان آپ کے لبِ مبارک پر زیادہ تر ذکرِ شہادتِ جنابِ یحییٰؑ رہتا تھا۔ عزادارو! جنابِ یحییٰؑ اور جنابِ امام حسینؑ کے واقعات میں بہت مماثلت ہے۔ جنابِ یحییٰؑ کا زمانۂ حمل چھ ماہ تھا، اور میرے مولا و آقا مظلومِ کربلا کا بھی زمانہ حمل چھ ماہ تھا۔

جنابِ یحییٰؑ کا سرِ مبارک اک فاسق و فاجر بادشاہ کے دربار میں تحفہ گیا میرے مولا و آقا کا سرِ مبارک یزیدِ فاجر و فاسق کے دربار میں لایا گیا۔

ہائے امام جعفرِ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں لَمۡ تَبۡكِ السَّمَآءُ اِلَّا عَلَى الۡحُسَيۡنِ ابۡنِ عَلِيٍّ وَ يَحۡيٰى ابۡنِ ذَكَرِيَّا۔ جب سے آسمان خلق ہوا، نہیں رویا کسی پر

مگر یحییٰ ابن ذکریا اور حسینؑ ابن علیؑ پر۔ پہلے ذاکرِ حسینؑ جبرئیل ہیں۔ رونے والے پیغمبرانِ اولوالعزم ہیں، ہر نبیؑ پر کچھ نہ کچھ ایسے حالات ہوئے اور انھوں نے گریہ کیا۔ روایت ہے کہ روزِ محشر تمام آنکھیں اشکبار ہونگی سوائے ان آنکھوں کے جو غمِ حسینؑ میں روتی ہیں۔

کلام پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے، "ہنسو کم روؤ زیادہ۔ خوفِ الٰہی میں جب مومن گریہ کرتا ہے تو اُس وقت عرشِ اعظم باوجود اتنی وسعت کے لرزنے لگتا ہے۔ خوفِ الٰہی اور غمِ حسینؑ میں رونا بخشش اور نجات کا سبب بنتا ہے، دُنیوی اور اُخروی غم سے نجات اور حاجت براری ہوتی ہے۔ جناب نوحؑ اتنا روئے کہ نوحؑ خطاب پڑ گیا یعنی نوحہ کرنے والا۔

اللہ ربّ العالمین ہے، اسکے حبیبؐ رحمت اللعالمین ہیں، حسینؑ اللہ اور اسکے رسولؐ کے پیارے ہیں خاتم النبینؐ کا ارشادِ گرامی ہے

حسینٌ مِنّی وَ اَنَا مِنَ الحُسَین

تمام تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب حضورؐ سجدۂ رب میں ہوتے تو حسینؑ پشت پر سوار ہو جاتے، خاتم النبیینؐ سجدے کو طول دیتے مگر یہ گوارہ نہ تھا کہ بہ جبر حسینؑ کو پشتِ مبارک سے اتار دیتے۔ غرضیکہ حسینؑ کائنات

کے رہنما ہیں، حسینؑ کے غم میں کائنات گریاں کناں ہے، حضرت آدمؑ سے لیکر خاتم الانبیاءؐ تک تمام نبیؑ، خود حضورؐ اور حضرت علی مرتضیٰؑ جناب سیدہؑ حسن مجتبیٰؑ سب قبلِ وقوعِ واقعہ روئے، بعد واقعہ آسمان رویا، زمین روئی، اس طرح سے کہ آسمان سے خون کی بُوندیں گریں۔ زمین کے بارے میں لوگوں کی گواہی ہے کہ بروزِ عاشورہ کوئی سنگ و کلوخ ایسا نہیں اٹھایا گیا کہ جس سے خون نہ جاری ہو۔ ہائے میرے چوتھے بیمار امامؑ اپنی تمام عمر بابا کی تشنہ دہانی پر آنسو بہایا کئے۔ میرے چھٹے امام جعفرِ صادقؑ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے، آپ کو پیاس معلوم ہوئی غلام سے پانی مانگا، غلام پانی لیکر حاضر ہوا، آپ کو جامِ آب دیا، پانی پر نظر پڑتے ہی آپکی چشمہائے مبارک سے اشکوں کا دریا جاری ہوگیا۔ روایت ہے کہ تمام جامِ آب میں آنسو شامل ہوگئے اور پانی پینے کے لائق نہ رہا۔ آپنے فرمایا "اے ہمارے دوستو! جب ٹھنڈا پانی پیو تو میرے جدّ کی پیاس کو یاد کرلیا کرو، اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجو اور گریہ کرو۔

روایت ہے کہ امام رضاؑ کے پاس آپکے اصحاب جن میں سے ایک کا نام ریان بن شبیب تھا، تشریف لائے وہ زمانہ ایام عزاداری کا تھا۔ آپنے ان سے فرمایا

سبع ستارے

اے پسرِ شبیب، یہ وہ ماہِ محترم ہے کہ اس میں جدال و قتال ایام جاہلیت میں بھی نہیں ہوتا تھا۔ ہائے پسرِ شبیب اس ماہ محترم کا احترام بھی نہیں کیا گیا، میرے جدِ امجد کو اسی ماہ میں تین دن کا بھوکا و پیاسا زمینِ کربلا پر مثلِ گوسفندِ قربانی کے ذبح کیا، ان کے خیموں کو لوٹا اور جلا دیا۔ اہلِ حرم کو دیار بہ دیار سر برہنہ پھرایا گیا۔ یہ کہہ کے امام گریہ کناں ہوئے، آہ کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ جنابِ آدمؑ سے لیکر اب تک کسی پر ایسی مصیبتیں ایک دن میں نہیں پڑیں۔ آہ کس کے گھر میں بہتر لاشے آئے۔ آہ روایت میں ہے روزِ عاشورہ جب تمام اصحاب شہید ہو چکے تو عزیزوں کی باری آئی۔ مشہور روایت ہے کہ اٹھارہ بنی ہاشم شہید ہو گئے، ہائے جو سواری پر سوار ہو کر جنگ کے لئے آئے وہ تو تھے ہی مگر علاوہ اس کے، چھ ماہ کا معصوم، جس کے قتل کی اجازت کسی مذہب میں نہیں، باپ کے ہاتھوں پر تیرِ سہ شعبہ سے شہید ہو گیا، مولا تو اپنے بے شیر کو پلانے لائے تھے، خدا گواہ ہے اصغرؑ میدانِ جنگ میں تیر و تلوار سے آراستہ ہو کر نہیں آئے تھے، صرف سوکھی زُبان صفِ اعدا کو دکھائی تھی۔ ہائے حری صد یہ بھی قبولِ بارگاہ ہو گیا ؎

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

اب مولا کے خزانے میں کچھ نہیں۔ چاہا کہ میدانِ قتال میں سرِ مبارک کا تحفہ بھی بارگاہِ ایزدی میں پیش کر دیں، وقتِ زوال آگیا، ایکبار سکینہؑ کا کُمھلایا ہوا چہرہ، پیاس سے نیلے لب یاد آگئے، رخصتِ آخر کے لئے آئے، درِ خیمہ پر آواز دی۔ اے رقیہؑ و سکینہؑ، اے زینبؑ و اُمِ کلثومؑ تم سب پر میرا سلامِ آخری ہو۔ سیدانیاں مضطرب ہو کر دوڑیں۔ زینبؑ نے دوڑ کر سہارا دیا۔

تھرا رہے تھے پاؤں شہِ تشنہ کام کے　　لائی حرم سرا میں بہن ہاتھ تھام کے

سکینہؑ دوڑیں بابا یہ بیٹی قربان، بابا آج صبح سے آپ کو نہیں دیکھا، بابا آج مجھے سینے سے نہ لگایا۔ نہ پیار کیا، آہ! رونے والو۔ ایک روایت میں ہے کہ اتنے زخم جسمِ مبارک پر تھے کہ بچی دیکھ کر سہم گئی تھی۔ ہائے آپ نے فرمایا "سکینہؑ بی بی، بابا کو رخصت کر دو بی بی۔ اب ہم نہیں آئینگے۔ علی اصغرؑ قتل گاہ میں اکیلے ہیں۔ اس کے بعد ایک ایک کو امر بہ صبر فرمایا۔ سید سجادؑ کو اسرارِ امامت تعلیم کئے۔ بہن کو گلے لگا کر کہا "زینبؑ وطن جا کر میری صغراؑ کو پیار کر لینا، کہنا صغراؑ تیرا بابا تجھے بھولا نہ تھا۔ زینبؑ میرے سب بچے تیرے حوالے، تجھے خدا کے سپرد کیا۔ بہن میری نازوں کی پالی میری سکینہؑ

ے ہشیار زینبؑ، میری بچی بڑی نازوں کی پلی ہے۔ میرے بعد اس پر ظلم و ستم نہ ہوں، زینبؑ اُسے شمر کے طمانچوں سے بچانا۔

ہائے شبیرؑ برآمد ہوئے یوں خیمہ کے در سے

جیسے کہ نکلتا ہے جنازہ کسی گھر سے

ہائے میدان میں تشریف لائے، دائیں اور بائیں جانب نگاہ کی، سوائے لاشہائے شہدا کے کچھ نظر نہیں آتا، اب ایک ایک دوست کا نام لے کر پکار رہے ہیں۔ اے حبیبؑ میرے بچپن کے دوست۔ آ کر ایکبار حسینؑ کے گلے سے لگ جاؤ، اے ابو ثمامہ زخموں سے چور رہوں مجھے گھوڑے سے اتار لے، اے علی اکبرؑ میری جان۔ تم تو میری پیری کا سہارا تھے۔ دریا کا رُخ کیا اے بھیا عباسؑ، اب تو پیاس سے جگر بریاں ہے۔ تمازت آفتاب سے زلور آہن گرم ہے، بھیا مدد کو آؤ۔ اے حسینؑ کے جانثاروں، ں ہو، پھر سوئے لشکر استغاثہ بلند کیا، کوئی ہے جو میری مدد کو آئے! ئے کسی نے کچھ جواب نہیں دیا، تیروں کی بارش شروع کر دی۔ آہ! دار و کتاب اکسیر العبادات میں رقم ہے کہ جنگ صفین میں جناب مرتضیٰؑ نے استغاثہ فرمایا تھا ھل من معین، ھل من ناصر، کوئی ایسا

سبع ستارے

ہے کہ اس وقت ہماری مدد کرے، کوئی ایسا ہے کہ ہماری نصرت میں اپنی
جان دے۔ لکھا ہے کہ بارہ ۱۲ ہزار آدمیوں نے جواب دیا تھا "یا مولاؑ ہم سب
آپ کے قدم پر نثار ہونے کو تیار ہیں، یہ کہہ کر اُن لوگوں نے اپنی اپنی تلوار وں
کی نیاموں کو توڑ دیا، اور ایسا جہاد کیا جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔
مگر آہ! یہاں کوئی ایسا نہ تھا، بلکہ چاروں طرف سے نرغہ کر لیا، زمین کو
زلزلہ ہوا، آسمان کانپنے لگا، سورج کو گہن لگا، رکن دیں زمیں پر گرا، ہائے
میدان میں اندھیرا ہو گیا، خنجرِ ظلم یوں چلا کہ رسولؐ اللہ کو غش آ گیا۔ علیؑ
بیقرار ہوئے، بی بیؑ نے بین کئے۔ "ارے ظالم میرا حسینؑ، ارے میرا حسینؑ
ہے۔ ہائے میں نے چکی پیس پیس کر پالا تھا اپنا لال حسینؑ ہائے ملاعینوں
اس ظلم پر بھی تسلی نہ ہوئی، اک گروہ خیمے کی طرف بڑھا۔ سیدانیوں کے سر کی
رِدائیں اتار لیں۔ خدا کی قسم جنابِ اُمِ کلثوم سے روایت ہے کہ ملاعین نوک
نیزہ چبھو کر ردائیں بے دردی سے کھینچتے تھے، سیدانیوں کی تمام پشت
فگار ہو گئی تھی جب سب لوٹ چکے تو خیموں میں آگ لگا دی۔ ایک
خیمہ جلتا تو بیبیاں دوسرے خیموں میں چلی آتی تھیں۔ حمید بن مسلم کہتا
کہ میں نے ایک بی بی کو دیکھا بار بار ایک جلتے ہوئے خیمے میں جاتی تھی میں نے
پوچھا بی بی اس خیمے میں تیرا کوئی قیمتی مال ہے، بی بی نے رو کے کہا ہائے ہمارا

بیمار بھتیجہ غش میں پڑا ہے آہ بی بی نہ معلوم کیسے اس جلتے ہوئے خیمے سے باھر لائی۔ سیدانیوں کے بچے ادھر اُدھر ہو گئے، اب میں نے دیکھا کہ ایک تین سال کی بچی جس کے کرتے کے دامن میں آگ لگی ہے این ابی این ابی کہتی نقتل کی طرف جارہی ہے، میں آگے بڑھا، کہا "بی بی ٹھہرو! تمہارے دامن کی آگ بجھادوں، بچی نے کہا" اے شیخ! ہم آلِ رسولؐ ہیں جل کے مرجائینگے مگر نامحرم کو ہاتھ نہیں لگانے دینگے۔ میں نے پوچھا" بی بی ادھر کہاں جارہی ہو؟ معصومہؑ نے کہا" میں اپنے بابا کو بلانے جارہی ہوں۔ میری پھوپھی کے سر کی چادر چھن گئی ہمارے خیموں میں آگ لگ گئی میرے کانوں سے خون جاری ہے میرے گوہر چھین لئے۔ آہ اس مصیبت میں کئی بچے اِدھر اُدھر ہو کر درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ اب میرے بیمار امامؑ کو ہوش آیا، بچوں کو شمار کیا تو دو بچے سیدانیوں کے اور سکینہؑ نہیں ملتیں، ہائے ام المصائب ہائے ثانی زہرا آپ کی ہمت وشجاعت پر ہمارا اسلام ہو۔ بی بی نے فضہ کو آواز دی " فضہ ادھر آؤ۔ ہائے بھائی کی لاڈلی سکینہ نہیں مل رہی ہے فضہ کا ہاتھ پکڑا میدان کی طرف چلیں، ایک جگہ نشیب میں کچھ پتری تھی، دیکھا دو بچے سہمے سے بیٹھے معلوم ہوتے، بی بی قریب آئیں۔

شانہ پکڑ کر ہلایا، ہائے دونوں دُنیا سے کوچ کر چکے تھے، فضہ نے دیکھا دونو
کے جسموں پر گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان تھے، ہائے۔ فضہ نے کہا
بی بی دونوں کو تشنہ لبی نے مارا، پانی کی نمی پاکر بچے یہاں بیٹھے تھے۔
ہائے دل پر پتھر رکھا آگے بڑھیں، پکار رہی ہیں سکینہؑ سکینہؑ کہاں ہو
بیٹیا۔ ہائے نشیب سے آواز آئی۔ زینبؑ ادھر آؤ میری بچی میرے پاس
سو گئی ہے۔ ہائے بی بی پہنچیں دیکھا سکینہؑ لاشہ بے سر کے پیروں سے
لپٹ کر سو گئی ہے۔ بی بی نے جگایا بی بی اٹھو یہ کس کی لاش بے سر سے لپٹی
ہو۔ کہا پھوپھی اماں یہ میرے بابا کا لاشہ ہے، کہا بی بی کیسے پہچانا۔ اے
آدمی کی پہچان تو سر سے ہوتی ہے، سکینہ نے کہا۔ "پھوپی اماں جب خیموں
میں آگ لگی، پھوپی جب اشقیا نیزوں کی نوکیں چبھو کر چادریں اُتار رہے
تھے میں بابا بابا کہتی اِدھر اُدھر پھر رہی تھی کہ اس لاشہ بے سر سے
آواز آئی" اِلَیَّ اِلَیَّ یَا بُنَیَّتِی اے بیٹی ادھر آؤ۔ اِدھر آؤ، پھوپھی اماں
میں جس سینے پر سوتی تھی تیروں سے چھلنی ہے، ہائے پھوپی اماں میں بابا
کے قدموں سے لپٹی تھی، ہائے کون ہے جو بابا کے سینے سے تیروں کو
نکالے، ہائے کس کو بلاؤں جو زخموں سے جلتی ریت چھڑائے، ہائے

بی بی بین کر رہی تھیں کہ شمرؔ جفا کار درہ لے کر آ گیا۔ ہائے جلے ہوئے خیموں کی راکھ پر آلِ رسولؐ بیٹھے ہیں، ہائے جن کے لئے عنکم الرجس اہل البیتؑ آیا تھا۔ ان کے سروں پر نیلے آسمان کا سایہ ہے، رات کی کالی چادر ہے، جلتے ہوئے خیموں کی چنگاریوں کے چراغ ہیں۔ ہائے فلکِ پیر اتنی جلدی بھلا دیا، جس در پر یتیم بن کر فرشتے آتے تھے آج ان یتیموں کے گلے رسی میں بندھے ہوئے ہائے ؎

آیا نہ کوئی غش سے اٹھانے کے واسطے
زنجیر لایا شمرؔ پہنانے کے واسطے

آہ! سارے عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی عرب مرتا تو اہلِ عرب اُسکے گھر پر بوقتِ شب حاضری کا کھانا بھیجتے تھے، اعزا کو تسلی ولاسہ دیتے تھے مگر آہ آہ، یہ سب دفنِ میت کے بعد ہوتا تھا۔ لاش پر رونے کے بعد ہوتا تھا، ہائے روایت ہے کہ جب اشقیاؑ بعدِ شہادت تاراجیٔ خیام سے فارغ ہوئے تو جشن منانے میں مصروف ہوئے، تقسیم انعامات و کھانے پینے کا ہتمام ہونے لگا، ایسے میں فوج کے کچھ لوگ اہلبیتؑ کی مصیبت سے متاثر ہوئے اور آ کر عمر سعدؔ سے کہنے لگے، ظالم! تو نے ظلم کی انتہا کر دی ہائے

تین دن کا بھوکا پیاسا اُن کے پیاروں کو شہید کیا، اب کس خطا پر ان بیکس بیبیوں اور ان معصوم بچوں پر پانی بند ہے ؎

بھوکا ہے تین روز سے کنبہ بتولؑ کا

فاقہ نہ ٹوٹا آج بھی آلِ رسولؐ کا

آہ! روایت میں ہے کہ لشکرِ شوم نے وہ اناج جو خیمۂ آلِ رسولؐ میں آگ لگنے سے بھن گیا تھا اور کچھ سرد پانی بھیجنے کا انتظام کیا مگر لشکرِ کفار میں کوئی ایسی عورت نہیں مل رہی تھی جو اس آب و طعام کو لے کر آتی عمر سعدؔ نے زوجہ سنان بن انسؔ سے کہا کہ تو لیکر جا، اس نے کہا "ہائے لیلیٰؑ کے کڑیل جوان کے سینے پر برچھی سنانؔ نے لگائی، ہائے کس منہ سے وہ جائے" حرملہ لعین کی زوجہ بلائی گئی، اُس نے منہ پیٹ لیا، اس کے شوہر نے ربابؑ کے بے شیر کے گلوئے نازنیں پر تیر سہ شعبہ لگایا بچہ ہمک کر باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہوا۔ زوجہ شمرؔ سے کہا گیا، وہ پکاری ارے جب زینبؑ پوچھیں گی کہ دم ذبح بھائی کو پانی کا قطرہ دیا تھا کہ نہیں، اے ظالم تو سرِ شہؑ جدا کر رہا تھا بہن دیکھتی رہی، تو نے زینبؑ کی فریاد کو سنا تھا۔ ہائے جب ایک ایک نے جانے سے انکار کیا تو زوجہ حرؔ کو بلا کر کہا "تیرا شوہر فدیۂ فرزندِ رسولؐ ہے تو یہ

اب و طعام لے کر جا تجھے ثواب ہوگا۔ ہائے وہ خوان لیکر کچھ اور کنیزیں زوجۂ حر کے ساتھ چلیں۔ ہائے وہ مقتل کی تاریکی، جا بجا لاشوں کے ڈھیر اندھیرا جنگل کچھ عورتوں نے مشعل روشنی کے لئے لی تھی، اب جو ثانی زہراؑ نے روشنی آتے دیکھا بچے اور بیبیاں ڈر گئیں کہ پھر رات کی تاریکی میں لوٹنے آرہے ہیں۔ ہائے آج زینبؑ زینبؑ نہیں، آج زینبؑ عباسؑ ہے، زینبؑ علی اکبرؑ ہے، زینبؑ عونؑ و محمدؑ ہے۔ اکیلی زینبؑ حسینؑ کا لشکر ہے۔ زینبؑ آگے تھی، ایکبار دبدبۂ حیدریؑ سے للکارا۔" خبردار ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا جو میری ماں کی کمائی تھی سب لٹ گئی۔ اگر اور لوٹنا ہے تو دن کے اجالے میں لوٹ لینا، مجھ سے پیاسے بچوں کو ابھی سلایا ہے۔ ہائے یہ سن کر زوجہ حر کا جگر پھٹ گیا۔

مرزا دبیرؔ کا ایک بند

یہ بات سن کے زوجۂ حرؑ روئی خوب سا
پردہ اٹھا کے خیمے میں آئی وہ باوفا
ہمراہ ساری عورتیں کرتی ہوئی بکا!
خوانِ طعام رکھ دیئے خیمے میں جا بجا
ہائے سب عورتوں کی شکل تھی پنہاں نقاب سے
زینبؑ نے سر جھکا لیا اپنا حجاب سے

زوجہ حر قریب آئی، سلام کیا کہا" بی بی میں آپ کو امامؑ کا پرسہ

دینے آئی ہوں، اور بچّوں کی فاقہ شکنی بھی کرا دوں۔

قربان خُلقِ جناب زینبؑ کے۔ بی بیؑ نے اٹھ کر حرؑ کی زوجہ کو گلے لگا کر حرؑ کا پُرسہ دیا ؎

وہ رو کے لیلیٰ نام نہ لو اُس غلام کا
میں تم کو دینے آئی ہوں پُرسا امامؑ کا

پھر اُس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔ "مادرِ علی اکبرؑ کہاں ہے۔ ہائے بی بی اٹھارہ سال والے کا پُرسہ لیجئے۔ امِ لیلیٰؑ نے کہا اے حرؑ کی زوجہ اکبرؑ کی ماں یہی ہیں۔ ماں کے ہوتے ہوئے دائی کو کب روا ہے کہ پُرسہ لے ہائے اسکے بعد اُس نے کہا بی بی بچوں کا فاقہ تڑوایے خود بھی تھوڑا پانی پی لیجئے۔

بی بی نے کہا ؎

انصاف کر تو پانی پیوں کیا میں خستہ جاں
پیشِ نظر ہے بھائی کی سوکھی ہوئی زباں
پیاسا مُوا حسینؑ کا فرزند نوجواں
کیا اڑیاں رگڑ رگڑ کے تا تھا اصغرؑ بھی الاماں
جب تک قضا نہ آئے گی مجھ دل ملول کو
رو ؤنگی پیاسے بھائی کو اور اپنی پیاس کو

زوجۂ حُر کی منت سماجت سے بی بیؑ نے سیدِ سجادؑ کو آواز دی۔ بیٹا بھائی

ے وصیت کی تھی بہن پانی کہیں ملے تو میری فاتحہ پانی پر دینا، بہن میری پیاس کو نہ بھولنا۔ آہ! شہیدِ تشنہ لب فاتحہ پانی پر ہونے لگی، حُر کی زوجہ نے ایک بی بی کے رونے کی آواز سُنی۔ مگر نظر کوئی نہ آتا تھا۔

بی بی نے پوچھا "اے زوجہ حُرؑ کسے تلاش کر رہی ہے" اُس نے کہا بی بی کوئی بی بی دلخراش بَین کر رہی ہے مگر نظر نہیں آتی۔

بی بی نے کہا "اے حُر کی زوجہ جس وقت شمرؔ میرے بھائی کے سے پر سوار ہوا ہے یہ میری ماں فاطمہؑ ہیں، پیاسے حُسینؑ کے تنِ بے سر پر بَین کر رہی ہیں۔

آہ اب بیمار امام آئے، پانی پر فاتحہ ہونے لگی، بہتر کی فاتحہ ہوئی اب پانی کے جام اٹھا کر سیدِ سجادؑ نے کہا "پھوپھی آپ پانی پی لیجئے تو اور سبیاں بھی پییں گی۔ زینبؑ نے کہا سجاد میرے لال ہائے میں اب پی نہیں ہونگی، ہائے میرا پیاسا بھائی زخمی بھائی۔ ربابؑ چلائیں ہائے مرا اصغرؑ بے زباں۔ کسی نے کہا "ہائے میرے کڑیل جوان علی اکبر آہ! بیمار امامؑ نے فرمایا۔ پھوپھی ادھر آیئے، میں آپ کو کچھ دکھانا چاہتا ہوں، ادھر نظر کیجئے۔ بی بی نے حکم امامؑ سے نظر اٹھائی، کیا دیکھتی ہیں

حوضِ کوثر کے کنارے سردارِ انبیاء، وصیِ مصطفےٰ، اور حسنِ مجتبیٰؑ بیٹھے ہیں۔
سامنے شہدائے کربلا ایستادہ ہیں، پاس ہی سیّد الشہداؑ تشنہ لب آقا ہیں۔
علیِ مرتضیٰؑ جام کوثر لئے کہہ رہے ہیں میرے لال ـ میرے تشنہ لب ـ
یہ جام کوثر پی لے ۔

حسینؑ کہتے ہیں "بابا ابھی نہیں میں جام کوثر سے سیراب ہوں گا۔
بابا ابھی میری دکھیا بہن زینبؑ ـ ہائے بہتّر کی سوگوار، کنبے کی عزادار
پیاسی ہے۔ میری سکینہؑ پیاسی ہے ـ بابا میرے اہلحرم پیاسے ہیں
زینبؑ نے دیکھا، جام آب بیمار سے اپنے ہاتھ میں لیا، سکینہؑ کو پیار کیا
میری جان بابا کی جان سکینہؑ یہ پانی پی لو نذرِ امامؑ ہے۔ سکینہؑ نے پانی
لیا، مقتل کی طرف چلیں، پھوپھی نے دوڑ کر پکڑ لیا" بیٹا یہ ڈراؤنا جنگل ہے
کہاں جا رہی ہو؟ سکینہؑ نے کہا پھوپھی اماں میرا بھیا علی اصغرؑ بہت
پیاسا ہے پہلے بھیا کو پانی پلا دوں۔ آہ عزادارو عشرۂ محرّم ختم ہو گیا۔
تعزیہ خانے اُجاڑ ہو گئے" ، ے

آداب تعزیت نہ ادا ہم سے ہو سکے حسرت یہ رہ گئی کہ نہ جی بھر کے رو سکے
ہائے ہمارے تشنہ لب پیاسے مہمانوں، یہ عزادار اشکوں کے جام لیکر حاضر ہیں قبول ہوں

سبع ستارے

شہزادیِ امّ المصائب آپ پر ہمارا سلام، بی بی ابھی تو بڑی مصیبتیں جھیلنی ہیں۔ بی بی آپ کے صبر، عزم و ہمت پر ہمارا سلام۔

ہائے اے قیدی امامؑ بیمار امامؑ صابر امام۔ آپ پر ہمارا سلام

عرصۂ ماہِ عزا نالہ کشی میں گذرے۔ سال بھر آپکے غلاموں کو خوشی میں گذرے۔

اللّٰھم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ہ

maablib.org

سبع ستارے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ

(۱۱ محرم کے لئے)

ترجمہ: ضرور بالضرور ہم تم لوگوں کا امتحان لینگے۔ آزمائیں گے، کچھ خوف کے کچھ بھوک سے۔ کچھ جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔

تمام تعریفیں اُس ربّ یکتا کے لئے، جو ایسا ایک ہے جس کا دوسرا نہیں، بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں، تمام حمد و ثنا اس ذات واحد کے لئے ہے جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کسی کو اس نے پیدا کیا لم یلد و لم یولد مگر خالق ہے بیشمار عالمین کا۔ اس کے بعد ہمارا درود و سلام ہو ان انوارِ مکرمات پر۔ کہ جن کی وہ خود تعریف کرتا ہے، درود و سلام بھیجتا ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہے کہ "ہم تمھارا امتحان لینگے، کبھی خوف کبھی بھوک سے، جانوں کے نقصان سے۔ اور تمھارے میوہ دل ثمر یعنی اولاد کے برباد ہونے سے۔ یہ اس لئے کہ ہم آزمائیں۔ پرکھیں کہ تم ہمارے

معیار پر پورے ہو کہ نہیں۔ جیسے سنار آگ میں ڈال کر سونے کو تپاتا ہے تاکہ کھرا اور کھوٹا الگ ہو جائے۔ چونکہ کلام پاک نہایت فصیح اور بلیغ کتاب ہے جس کا مثل کوئی ایک جملہ بھی نہیں لا سکتا، لہٰذا ثمرات سے مراد پھلوں کے باغات بھی ہو سکتے ہیں، کسی آفتِ ارضی و سماوی سے اکثر پھلوں سے لدے باغات تہس نہس ہو جاتے ہیں۔ یا امواتِ اولاد ہے۔ جیسا کہ جناب ایوبؑ کے بارہ بیٹے ایک ساتھ چھت کے نیچے دب کے ختم ہو گئے تھے، اس کے بعد حق تعالٰے نے انھیں صابر کا خطاب عطا فرمایا۔ جس طرح ترتیب سے الفاظ ایک کے بعد ایک آئے ہیں، یونہی ایک سے زیادہ سخت دوسرا ہے۔

مثلاً پہلے فرمایا۔ خوف۔ یہ جلدی جا سکتا ہے۔ پھر فرمایا۔ بھوک۔ اکثر پانی یا دودھ سے تسلّی ہو جاتی ہے۔ پھر نقصانِ مال۔ یہ اس سے زیادہ ہے۔ والانفس۔ نفس کی تکلیف سے۔ یعنی بیماری یا کمزوری۔ کیونکہ اگر صحت مند ہے، طاقت ور ہے تو صبر کی طاقت ہوگی۔ قوّتِ برداشت ہوگی۔ محنت کر کے مال حاصل کر سکتا ہے، لہٰذا یہ اس سے بھی زیادہ ناقابلِ برداشت ہے، آخر کا امتحان سب سے زیادہ سخت

ہے ثمرات، یعنی میوہ ہائے دل۔ یہاں بہت بحث کی گنجائش ہے۔ مگر طُولِ کلام سے بچنے کے لئے صرف اتنا عرض کرتی چلوں کہ افزائشِ نسل سب کے لئے انسان تو انسان ہے بلکہ بے جان کو بھی جو اس کا پھل ہے، جو اس کی نسل کو آگے بڑھنے کا سبب ہے، بہت ہی عزیز ہے۔

اب یہی وجہ ہے کہ یہ امتحان سخت ترین امتحان ہے۔ امتحان بھی درجے کے حساب سے ہوتا ہے، جو پرچہ امتحان پہلے درجے کے بچے کا ہوگا وہ دسویں یا بارہویں درجے کے طالبِ علم کے لئے نہیں ہو سکتا طالبِ علم کی صلاحیت علمی معلومات کے حساب سے اس کا امتحانی پرچہ تیار کیا جائے گا۔ پیمانے میں مئے ظرف کے حساب سے آسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس امتحان گاہ دنیا میں سب سے زیادہ انبیاء، اوصیا ولیِ خدا یا بہ حدِ ایمان مومن مبتلا ہوتے ہیں، جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔ رہ گیا یہ کہ اس حکیمِ مطلق نے امتحان لینے کے بعد انسان کو اس صورت میں کامیابی کی سندیں بھی عطا فرمائی ہیں، انعامات بھی دیئے اور درجات بھی بلند فرمائے ہیں۔ جتنے انبیاء و اوصیا اور امام گذرے ہیں، وہ سب کے سب طرح طرح کے آلام مصائب میں گرفتار ہوئے۔ اور یہی ابتلا یعنی ان امتحانات کے سبب

مدارج عالیہ و مراتب رفیعہ پر فائز ہوئے ورنہ وہ ماں باپ سے زیادہ مہربان خالق و مالک ہے۔ بے سبب مصیبت میں گرفتار کرنا پسند نہیں کرتا۔ اور نہ وہ ظالم ہے نہ حاسد ہے۔ معاذ اللہ اس کو کسی سے کینہ نہیں۔ عداوت نہیں۔ تمام انبیاؑ، اوصیاء و مومنین صالحہ بندے معصوم ہوتے ہیں، گناہوں سے پاک، برائیوں سے دور۔ مگر جیسے کہ صاف سفید براق کپڑے پر ذرا سی گندگی لگ جائے تو نمایاں ہو جاتی ہے، ذرا سا دھبہ نمایاں ہو جاتا ہے دیکھنے والوں کی نگاہوں میں برا لگتا ہے۔ یونہی انبیاء سے ذرا سی لغزش ترکِ اولیٰ کا سبب ہو جاتی تھی، فوراً وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے تھے اور بارگاہِ ایزدی میں رونے گڑگڑانے معافی مانگنے لگتے تھے، توبہ و استغفار کرتے تھے، جنابِ آدمؑ سے لغزش ہوئی، شیطان کے بہکانے میں آکر پھل کھا لیا، لباسِ جنت چھن گئے۔ زمین پر اتار دیئے گئے۔ مابین عزیز و ہمدم و دمساز جدائی ٹھہر گئی۔ اب دنیا میں آکر بجز گریہ کرنے کے کوئی کام نہ تھا۔ تین سو سال تک روتے رہے، شرم سے سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا۔ توبہ اور گریہ کرنا صرف دو ہی کام تھے۔ یہ کارخانۂ قدرت سجا ہوا تھا سوائے آدمی کے بہت سی مخلوق آباد تھی۔ آپ کے تین سو سال کی اشکباری سے

دریا جاری ہو گیا۔ جانورانِ صحرا جو آباد تھے آکے اسے پانی سمجھ کے پی لیتے تھے اور آپس میں کہتے یہ پانی بہت لذیذ ہے۔ جنابِ آدمؑ سب کی بولیاں سمجھتے تھے کہنے لگے "اے اللہ اب تو یہ حالت ہو گئی کہ جانورانِ صحرا بھی طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ بہرحال ہر نبی و پیغمبر سب کا امتحان ہوا۔ اور مرتبہ بڑھایا' وقتِ امتحان گذرنے کے بعد نبی بنایا گیا' پیغمبر بنایا گیا یا امامؑ بنایا گیا' کسی کی قوم نے پتھر برسائے اور کئی سال تک وہ پتھر کے زخم کھا کر ایذا اٹھاتا رہا' کسی کا مال' اسباب' اولاد' صحت سب برباد ہو گئی۔ کسی کی عمر کا طویل حصہ قید میں گذرا۔ کسی نے نافرمان اولاد کے سبب رنج جھیلا' کوئی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے روتا رہا۔ مگر یہ سب امتحانات انبیاء نے دیئے' کسی کے اہلبیتؑ آزمائش میں شامل نہیں۔ انبیاء پاک ہیں' معصوم ہیں نور ہیں۔ لیکن اہلبیت یقیناً نورِ پیغمبری کے حامل نہیں۔ اگر جنابِ رحمہ زوجۂ ایوبؑ کی شریکِ غم ہیں تو شانِ وفا ہے مگر آزمائش نہیں' جنابِ حاجرہؑ فرزند کی پیاس سے بے چین ہوئیں تو چشمۂ زم زم جاری ہو گیا۔ اور جب سب سے بڑی آزمائش اولاد کی قربانی سے لی گئی تو آپ موجود نہیں تھیں نہ معاملات سے آگاہ تھیں۔ آپ آئیں تو دیکھا دنبہ ذبح ہوا پڑا ہے۔ بیٹا سلامت ہے گلے پر ایک

وطا ایک لکیر چھری کے چلنے کی نمایاں ہے. برداشت نہ کرسکیں. سوچا کہ اگر دنبہ نہ آتا تو میرا بچہ تو ذبح ہو ہی گیا تھا' بس یہ سوچنا تھا کہ علیل ہو گئیں اور روایت ہے کہ صرف چھ ماہ بعد وفات پالی. اگر مبتلاء بلا ہوئیں بھی بیک وقت تمام مصیبتیں نہ تھیں. اب قرآن میں ہم پڑھتے ہیں کہ پروردگا لم ہر نبی کی خوبی بیان کرتا ہے اور سلام بھیجتا ہے. سلامٌ علیٰ ابراھیمَ سلامٌ علی موسیٰ وَھارون سلامٌ علیٰ نوحٍ فی العالمین مگر سلامٌ علیٰ لیٰسین نہیں رماتا ہے سلامٌ علیٰ آلِ لیٰسین. کہیں کہتا ہے اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَہِّرَکُم تَطھِیرَا. کہیں پورا سورۂ دہر اہلِ بیتِ رسولؐ ی شان میں قصیدہ پڑھ رہا ہے. خدا کی قسم کیا لطفِ ربانی ہے، مانو نہ مانو میر کچھ بھی بیان کرو. مگر تلاوت کرتا ہے ان آیات کو معاذ اللہ ہے کوئی ن سے حذف نہیں کرسکتا. پڑھتے وقت چھوڑ نہیں سکتا. اسکے بغیر قرآن ہی نہیں ہوگا. یاد نہ کرو حافظِ قرآن نہیں ہوگے' اور یہی دینِ محمدیؐ کے مکمل ہونے کی دلیل ہے' یہی قرآن کے باقی رہنے کا معجزہ ہے.

بیشک کلامِ الٰہی ایک ایسی جامع اور مبلغ کتاب ہے کہ جس میں ہر چھوٹی اور بڑی بات کو بیان کیا گیا ہے. جناب مریمؑ کے ذکر میں ہے کہ

سبع ستارے

ان کو کہا گیا:

یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَہَّرَکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۝

"اے مریم بیشک تم کو خداوندِ عالم نے برگزیدہ و پاک کیا اور تمام عالم کی عورتوں پر تمہیں فضیلت دی۔ تو ان عورتوں سے اُسی زمانے کی عورتیں مُراد ہیں۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے لئے بھی آیت ہے وَاِنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ـــــ اور بیشک میں نے تم کو عالم پر فضیلت دی۔ بنی اسرائیل اہلِ اسلام سے افضل نہیں۔ اہلِ اسلام کے لئے ارشادِ باری ہے کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ معلوم ہوا کہ شافعِ روزِ جزا خاتونِ جنت افضل الانبیاء کی جگر گوشہ ہیں۔ یہ مرتبہ بڑا ہے۔

ایک آزمائش جنابِ مریمؑ کی ہوئی۔ بھوک پیاس اور دردِ زہ کی بے چینی سے رات کے وقت تنہا بیت المقدس سے نکلیں نہ معلوم کتنی دور چل کر ولادِ جنابِ عیسیٰ پر آئیں کتنی ذہنی تکلیف ہوئی ہوگی کہ ایسی پاک و متبرک بی بی نے کہا: اس سے اچھا تھا کہ میں مر جاتی اس مصیبت میں تو مبتلا نہ ہوتی حکمِ خداوندی ہوا کہ اے مریمؑ سوکھے درختِ خرمہ کو ہلاؤ رطب تازہ کھاؤ دیکھو تمہارے قدموں کے نیچے ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ ہے پانی پیو اپنی

نخوں کو ٹھنڈا کرو۔ آپ سب کو روضۂ سید الشہداؑ کی زیارت نصیب ہو، روضے میں ہی مولدِ جناب عیسیٰؑ ہے۔ مرزا دبیرؔ اپنے مرثیے کی بیت میں فرماتے ہیں ؎

ٹھنڈا ہوا یاں مادرِ عیسیٰؑ کا کلیجہ — کٹ کٹ کے گرا خاک پہ زہراؑ کا کلیجہ

اسی امتحان کے بعد جناب مریمؑ صاحب کتاب پیغمبرؑ کی ماں ہو گئیں۔ ہائے قربان ہماری جانیں ان تمام مخدراتِ عصمت و طہارت پر جن کا امتحان اس طرح لیا گیا کہ جناب آدمؑ سے آج تک کسی پیغمبرؑ کی آل پر نہ گزرا تھا۔ جیسا ابھی آپ نے جناب ہاجرہؑ، جناب مریمؑ کے واقعات سُنے۔ آیئے کربلا میں دیکھتے ہیں، چند مصیبت زدہ بھوکی پیاسی سر برہنہ بیبیاں، کچھ روتے بلکتے، پیاس سے تڑپتے بچے ماؤں کے پاس تڑپ رہے ہیں، ہائے یہ بیکس بیبیاں اپنے بچوں کو آغوش میں بھی نہیں لے سکتیں۔ ہائے وہ نازک بازو پسِ پشت بندھے ہیں۔ ایک بچی سکینہ کی پیاری جس کے رُخسار ظالم کے طمانچوں سے نیلے ہیں۔ کانوں سے خون جاری ہے۔ لختِ دل کھا رہی ہے اور خونِ جگر پینے کے سوا سات محرم سے کوئی غذا نہیں ملی، نہ بابا کا سینہ ہے۔ نہ چچا عباس کی آغوش ہے۔ کاش بی بی ہم ہوتے تو کچھ اگر نہ کرتے، اپنی جان آپ پر قربان

کر دیتے۔ نظام قدرت جب سے چل رہا ہے جب دفنِ ہابیل کو ذو زاغ ہم کر بتا گئے تھے۔ شہید تو بہت ملتے ہیں۔ وارث والے بھی بے وارث والے بھی، مگر خدا کی قسم کوئی شہید ایسا نہیں دیکھا کہ بعدِ شہادت اس کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے ہوں۔ اس کے اعضائیوں جدا کئے گئے ہوں۔ اُسکے وارث ایسے مجبور و بیکس ہوں کہ ایک مشتِ خاک بھی میت پر نہ ڈال سکیں۔ آہ آہ گیارہ محرم کا واقعہ دلدوز کس زبان سے عرض کروں۔ ہائے شام غریباں وہ مصیبت کی تیرہ و تاریک شب گذر گئی، خونِ شہیداں کی سُرخی میں ڈوبا ہوا سورج نکلا۔ مگر اسطرح کہ اہلبیتِ رسولؐ کی آنکھوں میں اندھیرا ہے۔ عمر سعد لعین کے احکامات جاری ہوتے۔ افواج کوفہ شام کو حکم ملا کہ اپنے کشتہ ہائے نجس کو دفن کیا جائے، اور کوفہ روانگی کی تیاریاں ہوں۔ جب ملعونین اپنے کشتہ ہائے نجس کو دفن کر چکے تو آلِ رسولؐ پر ظلم و ستم کا خاتمہ کرنے کے لئے ان مخدراتِ عصمت کو۔ جن کو خداوند عالم نے صبر کی معراج عطا کی تھی، اور اس بیمار کو جس کا دادا فاتح بدر و حنین شیرِ کردگار تھا، نانا نوشیروانِ عادل جیسا بادشاہ تھا، اس کے گلے میں طوقِ خاردار، پیروں میں بیڑیاں پہنا کے مقتلِ سرور میں لائے آہ

تصور شرط ہے ' ہائے میرے بیمار امامؑ کی اس وقت کیا حالت ہوئی ہوگی۔ ہائے امامت کی پہلی منزل کتنی کٹھن ہے مولاؑ۔ ہائے ایک ایک بی بی کے سامنے اس کے پیاروں کے سر جدا کرنے کی تیاری ہے۔ ہائے نہ

رن میں جب بانو ئے بیکس کی سواری آئی
لاشِ اکبر پہ وہ کرتی ہوئی زاری آئی

بی بی لاشِ علی اکبرؑ سے لپٹ گئیں' اے میرے غیرت دار جوان۔ اے علی اکبرؑ خدا کی قسم میرے لالؑ ماں کے سر پر چادر ہوتی تو کفن دیتی وقتِ آخر حسینؑ شرمندہ ہوئے تیرے پانی مانگنے پر ایک قطرۂ آب نہ دے سکے۔ ہائے یہ ماں کیسے خاک اڑائے' ہاتھ پسِ پشت بندھے ہیں۔ بیٹا تیری لاش خاکِ گرم پہ افتادہ ہے۔ اکبرؑ دائی کی خطا معاف کرنا۔ مجبور ماں ہے قیدی و لاوارث ماں ہے۔ تیری لاش بے گور و کفن پڑی ہے۔ بھائی کی چاہنے والی نے لاشِ امامؑ پر کہا۔ ہائے زینبؑ مرگئی ہوتی' یہ دن نہ دیکھتی' نابینا ہوگئی ہوتی' ترا لاشہ عریاں خاک خون میں غلطاں نہ دیکھتی' ہائے سکینہ دوڑیں۔ قدموں سے لپٹ گئیں بابا میں جب سینے پہ سوتی تھی وہ سینہ تیروں سے غربال ہوا ہے۔

پھر کہتی ہیں، پھوپھی اماں مجھے بابا کی لاش پر چھوڑ دو، میں یہاں بیٹھی رہونگی، جو ادھر سے گذرے گا اس سے کہونگی میرا بابا پردیس گیا ہے۔ "ارے لوگو! اسے کفن دے دو" پھوپھی اماں' ابوذرِ غفاریؓ کی بیٹی سرِ راہ بیٹھ گئی تھی اور کہتی تھی مَاتَ الصَّلوٰتُ الغَرِیب ہائے بابا ترا لاشہ عریاں قیامت تک رُلاتا رہے گا۔

قاسمؑ کی ماں قاسمؑ کی لاش پر بَین کرنے لگی۔ "میرے لال فرزندِ حسنؑ، ہائے یتیم حسنؑ۔ تری لاش کے ٹکڑوں پر یہ بدقسمت ماں قربان ہوجاتی۔ آہ وہ محترم بیبیاں بَین کرتی رہیں۔ ظالم ہر بی بی کے سامنے اُن کے پیاروں کی لاش پر ظلم کرتے رہے جب لعین تمام لاشوں سے سر مُبارک جدا کر کے نیزوں کی نوکوں پر بلند کر چکے۔ اور ان کو شمار کیا تو ایک سر کم تھا عمر سعد نے کہا میں حاکم کو بہتر سر لکھ چکا ہوں، تم تلاش کرو حسینؑ نے ایک شہید کو کہاں چھپایا۔ آہ آہ اے فلکِ پیر کس غضب کا امتحان لے رہا ہے۔ ارے تو کیوں نہ پھٹ پڑا، ہائے کہیں زمانے میں ایسا ستم نہیں دیکھا۔ ہائے صابر امامؑ! "اے فخرِ ایوبؑ آپ پر ہمارا سلام۔ اے کنبے کی سردار، یتیموں کی نگہدار، ملکۂ صبر! اے

بنتِ زہراؑ ہمارا اسلام، اے مادرِ علی اصغرؑ اے فخرِ ہاجرہ آپ پر ہمارا اسلام

آہ کسی لعین نے کہا وقت آخر حسینؑ ایک ننھے سے

بچے کو۔ والی آپ کے لئے لائے تھے، اس کی ننھی سی میت کہیں نظر نہ آئی۔

ملعون نے حکم دیا۔ جاؤ پورے میدان میں دیکھو۔ کہاں حسینؑ نے اپنا

چاند چھپایا ہے۔ آہ ربابؑ دیکھ رہی ہیں۔۔۔ فضہؑ دیکھ رہی ہیں

سب کی نگاہیں ملاعینوں کے نیزوں پر جمی ہیں۔ ہائے اچانک فضہؑ نے

دیکھا۔ ایک مقام پر جب کسی ملعون نے نیزہ چبھویا اور جب کھینچا تو اصغرؑ کی

ننھی سی ٹوپی نیزے کی نوک میں لگی ہوئی نکلی ہائے حسینؑ امام کی گڑی ہوئی

دولت ہاتھ آگئی، اصغرؑ کی ننھی سی میت کو باہر نکالا۔ ہائے۔ ماں چلائی

صغیر گور کی منزل سے آگئے۔ ہائے مرے لال۔ آغوشِ مادر اُجڑ گئی۔

صغیر تیرا جھولا جل گیا، ہائے بیٹا تجھے آغوشِ مادر میں رہنے نہ دیا۔ نہ قبر

کنارے میں۔ ہائے علی اصغرؑ تیرا سر بھی جدا کر کے نوکِ نیزہ پر نصب کیا، علی اکبرؑ

کے سر کے برابر چھ مہینے والا بھی ہو گیا، ہائے ایک ایک بی بی اپنے بچوں کے

تنِ اطہر سے لپٹ کر بین کر رہی تھی، سید سجادؑ کو غش پہ غش آرہے تھے۔

جسمِ پاک بخار میں بھن رہا تھا، آہ ایسے میں ظالم نیزے لے کر آگئے

بیبیوں کو شترانِ بے کجاوہ پر بیٹھنے کا حکم دیا، بنتِ حیدرؑ ملکہؑ غم آگے بڑھیں۔ بیبیو آؤ۔ تمھیں زینبؑ سوار کرائے گی۔ اکبرؑ کی ماں اکبرؑ کو نہ بلاؤ، میرے لال کے سینے میں ظالم کی برچھی لگی ہے، امّ فروہ قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے بکھرے ہیں۔ آؤ یہ دکھیا ستم رسیدہ تمھیں سوار کرادے۔ ہائے بی بی نے ایک ایک کو پکڑ کر سوار کرا دیا۔ ہائے اب جگر پھٹ گیا، قلب تھرا گیا۔ ایک بار بھائی یاد آگیا، ہائے دوسری محرّم کو زینبؑ جب اس بن میں پہنچی تھی۔ اکبرؑ و عباسؑ نے پردہ کیا تھا، زینبؑ سکینہؑ کو گود میں لیکر چادر میں چھپا کر اُتری تھیں۔ بھائی حسینؑ نے بازو تھاما تھا۔ آواز دیتی ہیں "اے اکبرؑ و عباسؑ۔ اے میرے غیرت دارو میں کیسے سر کھلے شترانِ بے کجاوہ پر بیٹھوں۔ بھائی حسینؑ آج تو دل جگر سب کانپ رہے ہیں، جس بازو کو تھام کر تم سوار کراتے تھے آج اسی بازو میں رسنِ ظلم بندھی ہے۔ بھیا زینبؑ تجھے کفن نہ دے سکی ماں جائے۔ وطن ہوتا تو گدائی کر کے تجھے کفن پہناتی، تیرا لاشہ اٹھاتی، ہائے حسینؑ مرے ماں جائے حسینؑ۔

ہائے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ فضہ کنیز بنتِ رسولؐ نے شہزادی کو سوار کرایا

ہائے کربلا کے بن میں صدائے گریہ و شیون بلند ہے، تمام انبیاء و ملائکہ گریہ کناں ہیں ؎

زہرا سر ہانے لاشۂ تشنہ کے بچشم تر — کپڑے سیاہ پہنے ہوئے اور برہنہ سر
بیٹھی ہوئی تھی خاک پہ صد چاک تھا جگر — مَل مَل کے خون شاہ کا چہرے پہ نوحہ گر
کہتی تھی حشر میں جو میں ناشاد جاؤں گی — خالق کو جا کے خوں بھرا چہرہ دکھاؤں گی

ہائے مری بی بی شفیعۂ روز جزا۔ بی بی ہم پرسہ دینے آئے ہیں بی بی ہمیں یقین ہے کہ آپ اس فرشِ عزا پر موجود ہیں۔ شہزادی زینبؑ بہتر کا پرسہ لیجیے۔ یا امام زمانہؑ اپنے جدِ امجدؑ کا پرسہ قبول کیجیے۔ یہ بیانِ غم قبول ہو بجز غمِ حسینؑ کوئی اور غم نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰىؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

تمام حمد و ثنا اس رب کے لئے ہے جو پاک ہے۔ قدیم ہے رازق ہے، ور مالک ہے۔ ہر شئے کا خالق ہے جس نے رات کو دن سے الگ کر کے ماہ و سال کا حساب آسان بنا دیا۔ اپنے منتخب بندوں کو بھیج کر قانون شریعت کو عین فطرتِ انسانی کے سانچے میں ڈھال دیا۔ آئین و ضوابط کو مضبوط تر کر دیا۔

اس کے بعد ہمارا درود و سلام اُس کے اُن خاص بندوں پر جو باعث خلقتِ موجوداتِ عالم ہیں مقربِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔ صلوات

ارشادِ ربّ العزت ہے کہ بھلا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ بالکل سچ ہے۔ کیسے اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو مطلقاً اندھا ہے، اس سے تو صرف سمجھدار لوگ ہی نصیحت

حاصل کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو خدا سے عہد کرتے ہیں وہ پورا کرتے ہیں یہ اپنے وعدہ و پیمان نہیں توڑتے، اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں۔ کلام الٰہی کی صداقت کی گواہی اس آیۂ مبارکہ میں بیان کی گئی اور جو لوگ یا منکرِ خدا اس پر یقین نہیں رکھتے ان کو نابینا کہا گیا ہے، اور جو لوگ اس کو حق سمجھتے ہیں، ان کی چشم بصیرت کی تعریف کی گئی ہے۔

کچھ ایسے لوگ ہیں جو قرآن کو سُن کر لفظ بہ لفظ یقین کر لیتے ہیں مگر وہ کفار و مشرک جن کی سمجھ میں نہیں آتا گویا وہ اندھے ہیں، ذاتِ واحد کو پہچاننا یہ دل کی آنکھوں سے ہوتا ہے، بصیرت اور بصارت ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ بصارت ظاہری بینائی کو کہتے ہیں جو ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں، تمام دُنیوی اشیاء کچھ ہمیں نظر آتا ہے یہ بصارت ہے، اور یہ بھی یقیناً اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے یہ تو کوئی اُس سے ہی جا کر پوچھے جو محروم بصارت ہے دوسری چیز چشم بصیرت ہے یہ سب کے پاس نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو یکساں سب کے پاس ایک جیسی نہیں ہوگی۔ اس کا تعلق دل سے ہے، جس کے پاس جتنی معرفت الٰہی ہوگی، اتنی ہی بصیرت ہوگی۔ اس لئے کہ ارشادِ رب العزت ہے فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ ہم نے بعض کو بعض پر برتری

عطا کی ہے۔ بس ایسے ہی خدا ناشناس بے فہم کو خلاقِ عالم نے اعمیٰ یعنی نابینا کہا ہے۔ یہاں اس نے علیحدہ علیحدہ دو حصے کر دیئے، ایک وہ جو دل کی آنکھوں، یعنی چشمِ بصیرت سے دیکھنے والا ہے اور رسولؐ کی آواز پر لبیک کہنے والا ہے دوسرا اس پر یقین نہ رکھنے والا ـــ گویا وہ اندھا ہے، اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا، کچھ نظر نہیں آتا اس آیۂ مبارکہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک وہ ہے جو رسولؐ کی آواز پر لبیک کہنے والا بینا یعنی دل کی آنکھیں رکھنے والا ہے، دوسرا مخالفت سے رسولؐ کی باتوں کے خلاف چل کر نابینا ہو گیا، چشمِ بصیرت سے محروم ہے۔

• ایک آیت اور عرض کرتی ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ ۝ اے رسولؐ کہہ دیجیے کیا نجس اور پاک برابر ہو سکتے ہیں۔ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ نہیں برابر ہیں زندہ اور مردہ ـ گویا مقصد یہ ہے کہ جتنا فرق پاک و نجس میں ہے، مردہ اور زندہ میں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ کے چاہنے والے اور دشمن میں ہے اور ان دوستوں اور چاہنے والوں کی یوں مدح کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزِ حساب کی مصیبتوں سے ڈرتے ہیں، اور وہ اپنے وعدوں کو پورا

کرتے ہیں، عہد شکن نہیں ہوتے۔ اب اس میں صلۂ رحمی کا پہلو بھی نکلتا ہے یعنی وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ہمدردی کرنے والے، اور مواسات واخوت کے حامی ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے پر سلام میں تقدیم کرتے ہیں، وہ ایک دوسرے کی اعانت میں سرگرمی سے کوشاں ہیں سب کے سب جواد ہیں، سخی ہیں، دُرِ منثور میں ایک روایت قُتادہ سے تحریر ہے کہتا ہے" فرمایا حضورؐ نے اے قتادہ خدا سے ڈرو صلۂ رحمی کی عادت ڈالو۔ اس لئے کہ جب دنیا سے جائے گا تو کوئی شئے جو تیرے ساتھ ہوگی، وہ صلۂ رحمی ہے، کیونکہ یہ دُنیا میں توسیعِ رزق طول عمر کا باعث اور آخرت میں ضامن بہشت ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا روزِ محشر تین چیزیں دادرسی کے لئے آئیں گی۔ اوّل امانت جس کی صدا ہوگی خداوندا! لوگوں نے مجھ سے روگردانی کی۔ دوئم نعمت جسکی فریاد ہوگی" بارالٰہا لوگوں نے سخت کفرانِ نعمت کیا، سوئم صلہ رحم آواز دے گا اے میرے پیدا کرنے والے لوگوں نے میرا سلسلہ قطع کر دیا۔ خلّاقِ عالم نے ہادیانِ دین کے ذریعہ اتنی ہدایت فرمائی ہے کہ کسی بھی مذہب و ملت میں تمام باتیں جو مخرب اخلاق ہیں کسی بھی ذی جان کے لئے تکلیف کا باعث ہیں سختی سے ممانعت ہے

ہر مذہب نیک عمل کی ہدایت کرتا ہے۔ یہ بات اور ہے شیطان بھی انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے جو راہ ہدایت سے بھٹکاتا رہتا ہے۔ علاوہ ظالم جابر اور درندہ صفت انسان کے کون ایسا ہے جو کسی مریض کو حالت کرب و بے چینی میں دیکھے اور اس کا دل نہ دکھے، کسی یتیم کی یاس آلود صورت دیکھ کر کون خوش ہو سکتا ہے، بہرحال نیکی کا بدلہ نیکی سے دو' اور برائی کا بدلہ بھی نیکی سے دو۔ یہ ہے حکم خدا و رسولؐ اور یہی عمل اہلبیتِ رسولؐ کا بھی ہے، حالانکہ نیکی کرنے والوں کو یہ حکم ہے کہ نیکی کرکے بھول جاؤ' اور جس سے نیکی کی جائے اس کے لئے قرآن میں ہے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان o بھلا نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور بھی ہے' مگر اس کا عملی نمونہ درِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے علاوہ کہاں ملتا ہے۔ مطالب السئول میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ، امام حسینؑ، اور عبداللہ ابن جعفرؓ کہیں ایک ساتھ سفر کر رہے تھے، اتفاق وقت کہ راستے میں زادِ سفر ختم ہو گیا۔ سفر کچھ لمبا ہو گیا۔ اب آپ حضرات کو بھوک لگی پیاس کی شدت بھی ہوئی' ادھر ادھر دیکھا' کچھ دور پر ایک صحرا نظر آیا' غور کرنے پر دیکھا تو ایک جھونپڑی نظر آئی' آپ لوگوں نے اسی طرف رُخ کیا' یہ ایک ضعیفہ کی کٹیا تھی۔ آپ نے فرمایا "اگر تمہارے

اس کچھ کھانے پینے کو ہو تو دو ہم لوگ بہت بھوکے پیاسے ہیں۔ اس نے کہا
میری پوری جمع پونجی صرف یہی ایک بکری ہے' اس کا دودھ پی لو' پھر
سی کو ذبح کر کے گوشت بھون دونگی آپ تینوں کھا لیجئے گا۔ اس کے
علاوہ کچھ نہیں۔ ضعیفہ نے اپنی صرف ایک بکری کاٹ کر مہمانوں کی ضیافت
کردی' آپ بہت خوش ہوئے' جب چلنے لگے تو اس ضعیفہ سے کہا ہم
گ قریش کے قبیلے سے ہیں تجھے جب کوئی ضرورت ہو مدینہ منورہ آجانا
ب جب اُس کا شوہر آیا اس نے مہمانوں کی آمد اور ضیافت کو بتایا تو اسکا
ہر خفا ہو کر کہنے لگا نہ معلوم کون لوگ تھے' اب وہ پہچانیں گے بھی یا نہیں؟
کچھ عرصہ گذر گیا' ضعیفہ اس واقعے کو بھول گئی۔ کچھ دنوں کے بعد
عاق سے دونوں میاں بیوی کسی ضرورت سے مدینہ منورہ آئے۔
معیفہ ادھر سے راستہ گذر رہی تھی امام حسنؓ دروازے پر تشریف فرما تھے
اپ نے اس ضعیفہ کو پہچان لیا' غلام کو بھیجا۔ جا' اور اس زن پیر کو بلالا
م گیا اور اسے ساتھ لے کر آ گیا۔ آپ نے پوچھا ضعیفہ! تو نے ہمیں پہچانا۔
س نے کہا آپ یہاں کے رئیس معلوم ہوتے ہیں' اور میں صحرائی غریب عورت ہوں
پ نے اسے یاد دلایا کہ کئی سال پہلے ایام حج میں تین قریشی

تیرے گھر مہمان ہوئے تھے، تو نے اپنی بکری کے دودھ اور گوشت پکا کر ان کی مہمانداری کی تھی، اس نے کہا ہاں اب یاد آگیا۔ آپ نے فرمایا "ان تینوں مہمانوں میں ایک میں ہوں۔

پھر غلام کو حکم دیا کہ ایک ہزار بکری، اور ایک ہزار درہم اس کو دیدو غلام نے اسے لاکر دے دیا، اس کے بعد اس کو امام حسینؑ کے پاس بھیج دیا۔

جب وہ یہاں آئی تو آقا حسینؑ نے بھی ایک ہزار درہم عطا کئے اور اس کو عبداللہ ابن جعفرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ عبداللہ ابن جعفرؓ نے اسے دو ہزار بکریاں دیں اور کہا کاش تو پہلے میرے پاس آتی تو میں اد زیادہ دیتا، مگر اب میں فرزندِ رسولؐ پر سبقت نہیں کر سکتا، وہ زن ہر چار ہزار بکریاں دو ہزار دینار لے کر اپنے شوہر کے پاس آئی اور کہا لے یہ تیری ایک بکری کے بدلے میرے مہمانوں نے مجھے چار ہزار بکریاں اور د ہزار دینار عطا کئے، تو نے مجھے مارا تھا، مجھ پر ظلم کیا تھا، اب یہ رقم لے وہ گھبرایا، کہنے لگا " ارے وہ مہمان کہیں اولادِ رسولؐ تو نہیں تھے۔ اس نے کہا ہاں! دونوں نواسے حضورؐ کے تھے، ایک آپ کے عم زاد تھے۔

اس نے توبہ و استغفار کیا۔ بہر حال یہی ہمارے رہبر و رہنما یونہی ہمیں عرصۂ محشر میں آواز دے کر بلائیں گے، اپنا محسن کہہ کے ہمارے گناہوں کو بخشوائیں گے یہ کو قصرِ جنّات عطا کریں گے۔ صلواۃ

یہ بات تو سکون و خوشحالی کی ہے بلکہ یہ تو وہ ہستیاں ہیں کہ خود گرفتار ہوتے ہوئے بھی دُور سے دیکھ کر اپنے دوست کو پہچان لیتے ہیں۔
آہ عزادارو! روایت ہے کہ جس وقت نوکِ نیزہ پر شہیدوں کے ہائے مبارک اور شترانِ بے کجاوہ پر علیؑ و نبیؐ کی پیاریاں باسرِ عریاں کناں شہرِ کوفہ میں پہنچی ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے دربارِ کوفہ سجایا گیا تھا س سجائی گئی تھیں میوے طبق طبق گلِ ریحاں دُکان دُکان رکھے گئے کوفی و شامی خوشیاں منا رہے تھے، اسیروں کا قافلہ گذر رہا تھا۔ زار و حزیں اُشتروں کی مہار کھینچ رہا تھا، مگر کس طرح کہ بار بار غش ہے تھے۔

یسے میں حبیب ابنِ مظاہرؓ کے فرزند کا دل بے حد پریشان ہوا۔ ی کچھ خبر نہ ملی تھی۔ اچانک گھر سے باہر نکل آتے کہ شاید کوئی کربلا سے سو جس سے بابا کی خیریت دریافت کریں۔ ایک طرف دیکھا انبوہِ کثیر

نظر آیا۔ لوگ بہت خوش خوش نظر آرہے تھے۔ اتنے میں کچھ صدائے گریہ شیون ایسی آئی کہ دل پھٹ گیا' بے چین ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں ایک نحیف ولاغر وحزیں اشتر کی مہار تھامے چلا آرہا ہے' بے کجاوہ اونٹوں پر برہنہ بیبیاں کچھ بین جگر خراش کر رہی' ایک بی بی جس کی گود میں ایک سہ ماہہ بچی بچہ رہی ہے بابا آپ کہاں چلے گئے۔ بابا میرے کانوں میں بڑا درد ہے۔ یہ منظرِ دل فگار دیکھ کر یہ واپس ہونے لگے۔ حدیثِ رسولؐ یاد آگئی کہ کسی اسیر کا تماشہ نہ دیکھنا۔ چاہا کہ جلد وہاں سے گذر جائیں۔ ایسے میں ایک نحیف زار آواز آئی۔ "بھائی کہاں جا رہا ہے' ذرا ہمارے قریب آجا۔ بسیرِ حبیبؑ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا جگر تھاما' بیمار وحزیں کے قریب آئے۔ ہائے قربان قربان ہوں جائیں ہماری اس ذرہ نوازی کے۔ اس غلام پروری کے صدقے عالم آفت ومصیبت میں بھی دُور سے دیکھ کر دوست کو پہچان لیا جب بسیرِ حبیبؑ قریب آئے' مولاؑ نے سلام کیا اور کہا "بھائی کچھ پریشان معلوم ہوتا ہے تجھے کس کی تلاش ہے۔ بسیرِ حبیبؑ نے کہا اے گرفتارِ محن میرے بابا آقا حسینؑ کے بچپن کے دوستوں میں ہیں۔ میرے مولاد آقا حسینؑ ابنِ علیؑ کربلا میں آئے ہوئے ہیں' میرے بابا آقاؑ کی خدمت

گئے ہوتے ہیں۔ مجھے اپنے بابا کی کوئی خیریت نہیں ملی ہے۔ نہ معلوم وہ ہاں کس حال میں ہیں۔ کربلا کی تمام راہیں بند ہیں۔ نہ کوئی آ سکتا ہے نہ کوئی جا سکتا ہے۔

آہ! امام پاک کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو گیا۔ فرماتے ہیں" خدا تجھے تیرے باپ کے غم میں صبر دے۔ اے بھائی! کربلا میں ادی زہرا کا چمن اجڑ گیا۔ کنبہ لٹ گیا۔ بھائی تیرا باپ بھی شہید ہو گیا۔ بھائی دیکھ۔ وہ سب سے آگے نیزۂ طویل پر میرے بابا حسینؑ ابن علیؑ کا سر لمند ہے۔ آہ بابا کے سر کے برابر میرے کڑیل جوان شبیہ رسولؐ بھائی سر ہے۔ ہائے پھوپھی کے منتوں والے علی اکبرؑ، ابھی تو سبزہ آغاز سوا تھا، ہائے بابا کے سر کے دوسری جانب ایک چھوٹا سا ستارہ میرے بھائی علی اصغرؑ کا سر ہے۔ اے پسر حبیبؓ! وہ ایک شب کے دولہا سمؑ ابن حسنؑ کا سر ہے۔ ہائے وہ عونؑ و محمدؑ کے سر ہیں۔ ہائے میری پھوپھی نیبؑ کے گھر کے دونوں چراغ گل ہو گئے۔ اے پسر حبیبؓ اٹھارہ بنی فاطمہ کے سروں کے بعد بابا کے دوستوں، رفیقوں اور جانثاروں کے سر بریدہ میں، اے بھائی ادھر دیکھ، حبیب ابن مظاہر کا سر ہے۔ ہائے پسر حبیبؓ کا

کلیجہ پھٹ گیا، منہ جگر کو آگیا۔ ہائے پھر ایک طرف کو اشارہ کیا آواز فرطِ غم سے گلوگیر ہوگئی، فرماتے ہیں، بھائی ذرا ادھر آ کے

لے دیکھ۔ مرقع یہ غم دیاس کا ہے
گردنِ اسپ میں وہ سر عباسؑ کا ہے

ہائے پسرِ حبیب دھاڑیں مار کر رونے لگے، ہائے پوچھا مولا علمدارِ حسینؑ کا سر گھوڑے کی گردن میں کیوں ہے؟

بیمار امامؑ نے جواب دیا "اے بھائی! میرے چچا عباسؑ علمدار حسینؑ کے سرِ مبارک کو بھی اشقیا نیزوں پر نصب کر رہے تھے، مگر ہائے یہ سرِ مبارک نیزے پر بلند نہیں ہوا۔ وہ لوگ جب نصب کرتے، سرِ مبارک خود کو نیچے گرا دیتا۔ یہاں تک کہ شمرِ ملعون بیمار امامؑ کے پاس آیا، پشتِ مبارک پر دُرّے لگا کر کہنے لگا چلو تم اپنے چچا کے سر کو نیزے پر نصب کرو"

ہائے آپ قریب آئے اور کہا "چچا! میری پشت دُرّوں سے زخمی ہے، چچا آپ نیزے کی سواری کیوں پسند نہیں کرتے۔ اس مبارک سرِ پاک سے آواز آئی، میرے بیمار بچا تیری اسیری کے قربان۔ بیٹا سیدِ سجادؑ

میرے سر کو گھوڑے کی گردن میں ڈال دے۔ ہائے عباس کیسے دیکھے شہزادی زینبؑ کا سر کھلا ہے، ہائے حامل چادر تطہیر با سر عریاں ہیں، ایسی سواری پر ہیں جن پر نہ ہودج ہے نہ عماری، ہائے میری سکینہؑ مری جان سکینہؑ کے رخسار شمر لعین کے طمانچوں سے نیلے ہیں۔ کانوں سے خون جاری ہے، آہ عزادارو یہ کاروانِ مصیبت یوں رواں تھا کہ سرہائے شہدا یا اسیرانِ اعلیٰ مرتبت پر جس کی نگاہ پڑتی، دیکھنے والوں کے قلب تھرا جاتے۔

آہ اب دربارِ ابنِ زیادؒ آگیا۔ شمر ملعون آکر کہنے لگا تمام سرہائے شہدا و اسرا کو جانا ہے۔ ہائے دارالامارہ کوفہ پر نظر پڑتے ہی شہزادی زینبؑ کا جگر ٹکڑے ہوگیا۔ بابا کا زمانہ یاد آگیا کہا سید سجاد جب میرا بابا اس کا حاکم تھا، میں یہاں کی شہزادی تھی۔ بیٹا! میں اس دربار میں کیسے جاؤں گی۔ آپ ماتم کرنے لگیں۔ خدا کی قسم جلاء العیون میں لکھا ہے۔ شمر آیا۔ اب کس زبان سے کہوں بی بی کی پشت مبارک پر اس ملعون نے درہ لگایا، دست مبارک پس پشت باندھ دیئے۔ جو یہ حال دیکھ کر ننھی شہزادی سکینہؑ بے چین ہوگئیں کہنے لگیں پھوپھی اماں

جب صالح پیغمبر کی اونٹنی کے پیر ظالمین نے کاٹے تھے تو اُس کے بچے نے فریاد کی تھی، اللہ نے ظالمین پر عذاب نازل کیا تھا۔ پھوپھی میں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرتی ہوں، اللہ ان ظالمین کو غارت کر دے گا۔ آہ! ایسے میں سر مبارک مظلوم کربلا کے آنسو جاری ہوئے، فرمایا بہن صبر کرو سکینہ کو سمجھاؤ۔ بہن، علی اصغرؑ کا خون بھی اس قربانی میں شامل ہے، بہن نانا کی امت کی بخشش کے لئے ہر مصیبت جھیل لو۔ ہائے بی بی نے سر جھکا لیا، دربار میں داخل ہوئیں۔ ایک طرف سے آواز آئی۔

السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ، السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

ام المصائب نے نظر اٹھا کر دیکھا، حضرت مسلمؑ کا لاشہ بے سر ہے جو ملاعینوں نے دروازے پر لٹکا رکھا ہے۔ ملکہ غم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ چلائیں ہائے میرا مسافر، ہائے میرا غریب الغربا بھائی

دکھیا بہن کے استقبال کو یوں آئے ہو مسلمؑ

رقیہ بنت حضرت مسلمؑ نے کہا "بابا! غربت میں مارے گئے۔ بابا ہم مصیبت زدوں کا سلام لو۔ بابا کنبہ تباہ ہو گیا، علی اکبرؑ جوان نے سینے پر برچھی کھائی، قاسمؑ بنے کی لاش کے ٹکڑے ہو گئے۔ بابا چھ ماہ

اُس کے گلے پر تیر سہ شعبہ لگا۔

آہ بی بی! ہم بھی سلام کرتے ہیں۔ سفیرِ فرزندِ رسولؐ آپ پر ہمارا سلام ہائے ان تمام بیبیوں پر ہمارا سلام، جن کے ہاتھ پسِ پشت بندھے تھے ملکۂ عزم و ہمت و ملکۂ غم پر ہمارا سلام۔ بی بی ہم دُرِ اشک نذرانہ ئے ہیں۔ قبول کیجئے۔ بی بی یہ ذکر قبول کیجئے۔ بی بی، یہ ذکرِ غم قبول کیجئے۔

اللّٰھم لعن قتلت الحسینؑ و اصحابہ

maablib.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۚ

تمام تعریفیں اُس ربِ یکتا کے لئے ہیں جس نے بیشمار مخلوق کو لفظ "کُن" سے خلق کیا' جس کو کچھ سمجھنے' سوچنے کی ضرورت نہیں' ضدین سے پیدا کیا' ایک کو دوسرے پر غالب کیا۔ رات پر دن کو' ظلمت پر نور کو حاویٗ غالب کیا۔ اپنی بیشمار مخلوق میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ زمین آسمان' چاند سورج کو' بلکہ تمام کائنات کو ہمارے لئے مسخر کر دیا۔ بیشک اس وحدہٗ لاشریک کا ہم بیحد شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہمیں بطنِ مادر میں رزق دیا' ہمیں پروان چڑھایا۔ اس کے بعد ہمارا درود و سلام اُن بزرگ ہستیوں پر جو اُس کے پسندیدہ و برگزیدہ ہیں۔ جنھوں نے ہمیں طریقۂ بندگی سکھایا۔ اُن پر ہزاروں درود و سلام ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ یاد کرو! اے رسولؐ اس دن کو جب تم مردان

مومنین اور زنانِ مومنات کو دیکھو گے کہ اُن کا نُورِ ایمان ان کے سامنے اور ان کے دائیں جانب سے رواں ہوگا، فرشتے اُن سے کہیں گے تم کو بشارت ہو کہ آج کے دن تم ایسے بہشتوں میں جاؤ گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تم ہمیشہ اُن میں رہو گے اور یہ رستگاری عظیم ہے۔ یہ تو ترجمہ ہے۔ اب احوالِ قیامت کا تذکرہ یوں اس خوش خبری کے ساتھ ہو رہا ہے کہ روزِ قیامت جب مومن حساب کتاب کے لئے چلیگا تو اسکے ساتھ ساتھ اُسکے دائیں جانب اور سامنے یعنی آگے آگے ایک نُور بھی ہوگا۔ یہاں آیت یہ وضاحت کرتی ہے کہ داہنے اور سامنے سے روشنی بھی ہوتی ہوگی۔

احوالِ قیامت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب دفترِ حساب کھُلے گا تو نامۂ اعمال جو کراماً کاتبین لکھتے ہیں تو ہر شخص کو دیا جائے گا تو مومنین و مومنات کو اُن کے داہنی جانب اور سامنے سے ملیگا۔ اور ظالمین و کافرین کو بائیں جانب اور پسِ پُشت سے دیا جائے گا۔ بہر حال آیت میں جب وضاحت کی گئی تو معلوم ہوا کہ نُور داہنی جانب اور سامنے سے اس لئے ساطع ہوگا کہ وضو میں چہرے پر جو آبِ وضو پڑتا تھا، اس کے سبب سے نور اُن کے چہروں سے ظاہر ہوگا۔ وضو کے بعد نماز میں پیشانی سجدے میں جھکایا

کرتے تھے، لہٰذا پیشانی سے بھی نور ظاہر ہوگا، داہنی جانب سے جو نور چلے گا، وہ اس وجہ سے کہ بعدِ نماز تسبیح پڑھتے تھے، لہٰذا انگلیوں کے ہر جوڑ سے نور ساطع ہوگا۔

عبداللہ ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہر شخص کا نور بہ قدر اُسکے نیک عمل کے ہوگا، کسی کا نور صفا سے لیکر شہرِ عدن تک ہوگا، کسی کا پہاڑ کے برابر، کسی کا فقت درکے برابر ہوگا، کم سے کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ وہ مومن اپنے قدم کے پاس روشنی پائے گا۔ اور آسانی سے نور کے ساتھ چل سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ اتنا نور ہوگا کہ آتشِ دوزخ بجھنے لگے گی، اس لئے کہ مومن اور کافر دونوں ہی صراط پر سے گذارے جائیں گے، کیفیت یہ ہوگی کہ نیچے دوزخ کے شعلے بلند ہوتے ہونگے جو مشرک کافر گذرینگے تو وہ لپک کر بلند ہونگے اور دشمنانِ خدا کافرین کو کھینچ لینگے، لیکن مومن اپنے نور کی طاقت سے باآسانی گذرے گا لیکن بعض مومنین و مومنات کا نور ایسا ہوگا کہ دوزخ چیخ کر کہے گی " اے مومن یا مومنہ تو جلد گذر جا کیونکہ تیرے نور نے تو میری آگ کو بجھا دیا۔ صلوٰۃ

اب اگر ہم تفسیر اہلبیتؑ پاک میں دیکھتے ہیں تو میرے پانچویں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ اس نور سے مُراد مومنوں کے امام ہیں جو اُن سے آگے آگے ہونگے اور اُن کے شیعہ، ان کے محب، چاہنے والے پیچھے پیچھے داخلِ بہشت ہونگے صلوٰۃ

ہی معنی ہیں بَیْنَ اَیدِیہِمْ وَبِاَیمَانِہِمْ کے۔ مطلب یہ ہے کہ بروزِ حساب
ے ائمہ اطہارؑ ہمارے گرد و پیش یعنی داہنے اور سامنے ہونگے، ہماری
نگہبانی کرتے ہوئے اپنی حفاظت میں لیکر بہشت میں داخل ہونگے تاکہ ہم
صعوباتِ قیامت سے محفوظ، خرم و شاداں بہشتِ بریں میں پہنچیں۔ صلوات
حدیث ریاض القدس میں ہے کہ فرمایا حضور سرکارِ دو عالم
شفیع المذنبین نے اُمَّتِی الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ میری امت کے
گ ایسے ہونگے جن کے اعضائے وضو بہ سبب وضو ع کے چمکتے ہوئے ہونگے
مولائے کائنات شیرِ خدا قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلُوْن ہیں۔ تفسیر منہاج الصادقین میں
ج ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے جبرئیلؑ امین سے پوچھا "اے جبرئیلؑ میری
مت کے لوگ کس طرح پُلِ صراط پر سے گذرینگے، جبرئیلِ امین نے پرواز
ئی آسمان پر گئے اور پھر مسجد میں واپس آئے اور عرض کیا "یا نبی اللہ!
اوندِ عالم بعد تحفۂ درود و سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ "اے میرے
بیبؐ تم صراط پر سے ہمارے عطا کئے ہوئے نور سے گذرو گے، علیؑ تمہارے
درسے، اور تمہاری اُمت علیؑ کے نور سے مثلِ برق گذرے گی۔ صلوٰۃ
معلوم ہوا کہ جیسا کہ روایت میں ہے کہ فرمایا جناب محمدِ مصطفٰےؐ احمدِ مجتبیٰؐ

اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں، جو چودہ ہزار سال قبل خلقتِ آدمؑ تخلیق ہوئے اور تسبیح و تقدیس و تہلیلِ خدا میں مصروف رہے۔

اب ایک اور آیت عرض کرتی چلوں، ارشادِ ربّ العزت ہے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ۔ اے مومنو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے تو وہ نور کہاں ہے۔ آپ کہیں گی کتابِ خدا ہے۔ تو یقیناً کلام الٰہی بھی نور ہے۔ مگر صامت ہے۔ اس کے لئے خود کتاب کا نازل کرنے والا کہہ رہا ہے۔ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ پوچھ لو اہلِ ذکر سے جو کچھ تم نہیں جانتے۔ ورنہ وہ عالم و دانا یہ کہتا "پڑھ لو کتاب سے جو کچھ تم نہیں جانتے" یہ نہیں کہا کہ "پوچھ لو اہلِ ذکر سے"۔

یہاں ایک مثال عرض کرتی ہوں۔ ایک طالب علم ہے، اس کی معلومات بھی اچھی ہے، ذہین بھی ہے، اس کو آپ اُس کے نصاب کی نئی نئی کتابیں لا کر دیں کہ بیٹا پڑھ لو۔ اب اسکول جانے کی یا کسی استاد سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، کتاب تمہارے لئے کافی ہے، اب کتاب کو خود پڑھ کر اگر آپ کا بچہ کامیاب ہو سکتا ہے تو بیکار ہے یہ سارے اسکول کالج، استاد، سب کو چھوڑو بس کتاب لو، خود حفظ کر لو نہ مطلب نکالو، نہ معنی سمجھو، بہت ہے کافی ہے

اب دنیا والے کہیں گے کبھی آج تک کہیں سنا ہے کہ بغیر کسی کے پڑھائے ہم جیسے بندوں کو پڑھنا آجائے گا۔ جناب ادریسؑ کا لقب اسی لئے ادریس پڑا کہ آپ پڑھتے بھی تھے اور پڑھاتے بھی تھے۔ ادریسؑ یعنی درسؑ مدرس والا۔ اب جیسا کہ ارشادِ ربی ہے کہ پوچھ لو اہلِ ذکر سے جو کچھ تم نہیں جانتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرور کوئی نہ کوئی استاد ہے۔ بتانے والا ہے۔ دیکھئے حکمِ الٰہی میں کیوں اور کیسے کی گنجائش نہیں، یہی تو آسمان پر ہوا کہ جب جنابِ آدم کا پتلا بنا، حکم ہوا کہ اے میرے آسمان کے رہنے والو۔ جب میں اس میں روح پھونکوں تم سب اپنی عبادت چھوڑ کر اس کو سجدہ تعظیمی کرو۔ سب جھک گئے مگر ابلیس نہیں جھکا۔ کمبخت راندہ درگاہ ہو کر نکالا گیا۔ مردود ہو گیا۔ یہ تو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا قائل تھا۔ اس کی عبادت سے انکار نہیں کیا تھا مگر جو حکم قادرِ مطلق نے دیا سجدۂ تعظیمی کا، اس کو وہ پسند نہیں کرتا تھا لہٰذا انکار کر دیا۔ اور کہا میں تیری عبادت پہلے سے بھی زیادہ کروں گا، مگر تو مجھے اس کو سجدہ کرنے کو نہ کہہ۔ جواب ملا جا نکل جا، ہمیں تیری عبادت کی ضرورت نہیں۔ معلوم ہوا کہ اس کے حکم میں قیل و قال کی گنجائش نہیں ہے، وہ اپنے کاموں میں کسی کا محتاج نہیں، کُلِّ شئیٍ قدیر ہے۔ اپنی

زمین کا خلیفہ، اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے رہبر وہ خود منتخب کرتا ہے، ذرا سی لغزش انسان کو غارِ مزلت میں گرا دیتی ہے۔ بہر حال انوار محمدؐ و آلِ محمدؐ یہ وہ ہستیاں ہیں کہ جن سے تمسک رکھنے سے دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہوتی ہے غم و اندوہ کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ تمام انبیاء کرام نے ان کو وسیلہ بنایا ہے تو ہم کیا ہیں۔ جناب آدمؑ کی توبہ انھیں کے واسطے سے قبول ہوئی آدمؑ کو اور تمام انبیاء کرام کو عالم ارواح میں اور اس عالم رنگ و بو میں ان کا تعارف کرایا گیا، ان کے مراتب پہچنوائے گئے۔ روایت ہے کہ جب جناب ابراہیمؑ کو تمام ملکوت آسمان کی سیر کرائی گئی تو انھوں نے ساقِ عرش پر ایک جانب نظر کی تو دیکھا ایک عظیم نور ساطع ہو رہا ہے۔ پوچھا بارالٰہا یہ نور کیسا ہے۔ خطاب ہوا "اے میرے خلیلؑ یہ نور میرے حبیب محمد مصطفےٰؐ، احمد مجتبیٰ ختمی مرتبتؐ کا ہے عرض کی اس کے پہلو میں دوسرا نور کیسا ہے۔ ارشاد ہوا یہ ان کے بھائی و وصی علیؑ مرتضیٰ کا ہے، عرض کیا ایک نور اور بھی ان دونوں کے برابر میں ہے، ندا آئی یہ نور فاطمہ زہراؑ بنتِ سید الانبیاء زوجہ خیر الاوصیاء کا ہے، میں نے اس کا نام فاطمہؑ رکھا ہے یہ اپنے اور اپنے بابا اور اپنی اولاد کے دوستوں کو آتشِ دوزخ سے چھڑائے گی، پھر عرض کیا بارالٰہا دو نور اور قریب میں ہیں۔

ارشاد ہوا یہ دونوں ان کے فرزند، جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ کے نور ہیں۔ عرض کیا نو۹ نور میں اور دیکھتا ہوں، فرمایا وہ اُس کی اولاد طاہرین میں نو امام ہوں گے، اب جنابِ ابراہیمؑ عرض کرتے ہیں "پروردگار میں اور بھی بہت سے انوار ان انوارِ مقدسات کے ارد گرد مثلِ کہکشاں کے دیکھتا ہوں، ندائے قدرت آئی "اے میرے خلیل یہ علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ اور باقی نو۹ اماموں کے شیعہ کے انوار ہیں بہت خوش ہو کر سوال کرتے ہیں "اے میرے پالنے والے ان کے شیعوں کو کس علامت سے پہچانیں گے۔ جواب ملا "اے میرے خلیل اکاون رکعت نماز پڑھنا۔ انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہننا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نماز میں بلند آواز سے پڑھنا، دوسری رکعت میں قبلِ رکوع قنوت پڑھنا ان کا شعار ہوگا۔ جناب ابراہیمؑ بہت خوش ہوئے۔ درگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہو کر عرض کیا "یا قاضی الحاجات مجھے بھی علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ اور انکی اولادوں کے شیعوں میں شمار کر، ان کی دعا قبول ہوئی، خالقِ دوجہاں نے اپنے رسولؐ سے فرمایا "اِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ اِبْرَاهِیْمَ"

"اے رسولؐ علیؑ کے شیعوں میں ابراہیمؑ بھی ہیں۔ اب ذرا غور

کیجئے کیا ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کے شیعوں میں ہیں۔ بتائیے اکاون رکعت نمازیں ہم پڑھتے ہیں۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ اللہ بڑا مہربان ہے، محمدؐ و آلِ محمدؐ ہمارے دونوں جہان کے مددگار ہیں۔ مگر یہاں مرزا دبیر کے ایک مرثیے کا کچھ مفہوم یاد آ گیا۔ انھوں نے ایک مرثیے میں فضائلِ محمدؐ اور آلِ محمدؐ اور ان حضرات کی مہربانیاں عرصۂ محشر میں شفاعت کے بارے اتنی منظوم کر دیں کہ لوگوں کو یہ خوف ہو گیا کہ شیعہ کہیں اپنے امامؑ کی شفاعت پر نازاں ہو کر نماز، روزہ یا زکوٰۃ نہ چھوڑیں فرائضِ دینی سے لاپرواہ نہ ہو جائیں۔ آ کر شکایت کی کہ حضرت یوں تو قوم بہک جائے گی۔ خدارا کچھ تو روکئے۔ تو انھوں نے بیت بدل کر یوں کر دی ؎

فرماتے ہیں یہ بھی میں فدا انکے سخن پر

شیعہ ہے مراد جو چلے میرے چلن پر

مولائے کائنات دو ہزار رکعت نوافل رات و دن میں پڑھا کرتے تھے آپ فرض و مستحبات ہی ادا کر لیجئے، اس لئے کہ جس کی نماز قبول ہو گئی تو اسکے تمام اعمالِ حسنہ بھی قبول ہونگے۔ نماز مومن کی معراج ہے، جنت کی کنجی ہے۔ نماز مومن کا اسلحہ ہے، نماز خضوع و خشوع و صمیمِ قلب سے پڑھی جائے۔

کھاوا اور ریاکاری نہ ہو۔ نماز کی پابندی صبر و شکر جیسی دولت عطا
کرتی ہے، کم از کم نافلۂ فجر، مغرب و عشاء ترک نہ کریں، نمازِ شب کی بھی عادت
لیں، پھر دیکھیں صراط کا راستہ کتنا آسان ہو جائے گا۔ مولاً بھی آپ کو اپنا
شیعہ کہہ کر پکارینگے، آئمہ علیہم السلام مدد کو آئیں گے جب ہم چودہ
اور مقدسات کے سائے میں صراط عبور کرینگے تو دوزخ پکار اٹھے گی۔
اے مومن جلد گذر جا کہ تیرے نور نے تو میری آگ کو بجھا دیا۔ صلواۃ۔
اگر نماز میں درود نہ پڑھا جائے تو نماز مکمل نہیں ہوتی، جوہرِ نماز درود و
سلام ہے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ جناب ابراہیمؑ شیعانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ میں داخل
ہو چکے تھے۔ اسی سبب سے بہ طفیلِ محمدؐ و آلِ محمدؐ جناب اسمٰعیلؑ ذبح سے بچ گئے۔
دنبہ آگیا۔ آیت نازل ہوئی وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ عظیم کا مطلب
تعداد دنبے یا بکرے نہیں، ان کا شمار حکیم و دانا مالک کے علم میں ہے۔ اس
اس قربانی کے عوض بڑی قربانی میرے آقا سید الشہداؑ کی قربانی ہے۔
منیٰ میں نہیں۔ بلکہ کربلا کے تپتے بن میں دی گئی۔ ہمارے آٹھویں امام
امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب جناب ابراہیمؑ نے آنکھوں پر سے پٹی کھولی
دیکھا جناب اسمٰعیلؑ زندہ ہیں ایک دنبہ ذبح ہوا پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر بہت غمزدہ

ہوئے سمجھے کہ شاید اُن کی قربانی قبول نہیں ہوئی' ایسے میں وحیِ خدا ہوئی "اے میرے خلیلؑ! تم مخلوق میں سب سے زیادہ کس کو عزیز رکھتے ہو" عرض کیا "تیرے حبیب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ کو۔ ارشاد ہوا "تم اپنے نفس کو دوست رکھتے ہو یا ان کے نفس کو؟ عرض کیا بارِ الٰہا مجھے اپنے نفس سے زیادہ ان کا نفس عزیز ہے۔ کہا گیا" میرے خلیلؑ تمھیں اپنی اولاد زیادہ پیاری ہے' یا ان کی اولاد۔ فرمایا" میرے رب مجھے ان کی اولاد اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔ ارشاد ہوا" میرے خلیلؑ ان کی اولاد جو دشمنوں کے ہاتھوں بہ ظلم وجور شہید ہوگی' اس کا تمھیں صدمہ ہوگا یا جب تم اپنی اولاد کو خود ذبح کرتے تو صدمہ ہوتا۔ عرض کیا بلکہ سردارِ انبیا کی اولاد جو دشمنوں کے ہاتھوں ظلم وستم سے شہید ہوگی اس کا صدمہ زیادہ ہوگا۔ ارشادِ باری ہوا" اے ابراہیمؑ کچھ لوگ اُن کی اُمت کے ان کے جگر گوشہ حسینؑ کو تین دن کا بھوکا پیاسا مثلِ گوسفند قربانی ذبح کرینگے۔ آہ یہ سُن کر جنابِ ابراہیمؑ بہت روئے۔ وحی ہوئی تم حسینؑ کے غم میں روئے ہم نے اسکے بدلے تمھارے درجات بلند کر دیئے۔ اور تمھارا شمار صابرین میں کیا۔ آہ عزادارو یہ ہے وفدینٰہ بذبحٍ عظیم کی تفسیر۔ ایک جناب ابراہیمؑ ہی نہیں' بلکہ تمام انبیاؑ غمِ حسینؑ میں روئے۔

جنابِ آدمؑ، جنابِ نوحؑ، جنابِ سلیمانؑ، جنابِ موسیٰؑ، جنابِ عیسیٰؑ۔ خود جنابِ رسولِ خدا، علی مرتضیٰؑ، بی بی فاطمۃ الزہراؑ سب کے سب اس غم میں روئے ہیں۔ ملائکہ و جنات، وحش و طیور، آسمان و زمین، بحار و جبال، نباتات و جمادات سب روئے ہیں، صاحبِ مہیج الاحزان لکھتے ہیں کہ ہر قسم کے نے کی، غرض ہر مصیبت کی بنا مظلوم کربلا کے مصائب کے سبب ہے، یعنی پہاڑ سے جو پتھر ٹوٹ کر گرتا ہے اسی غم کے سبب، دریا میں موج و تلاطم صحرا میں گرد و غبار، درختوں پر خزاں، پتوں پر زردی، بجلی کی کڑک۔ بادل کی گرج اس صدمے سے ہے فی الواقع ابتدائے آدمؑ اب تک کسی پر یکبارگی اتنی تمام مصیبتیں نہیں گذریں۔ ہائے کسی کو سنا ہے کہ دریا کے کنارے تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا ہو تمام اولاد و انصار ایک دوپہر میں قتل کر دیئے گئے ہوں۔ ہائے اگر یہ عداوت نواسۂ رسولؐ سے تھی تو ان کے دوستوں و عزیزوں کو کیوں شہید کیا۔ ہائے بچوں نے کیا قصور کیا تھا کیوں تیرِ ستم کا نشانہ بنایا۔ تھا یہ خیال ہوا ہو کہ یہ جوان ہو کر باپ کا بدلہ لے گا، تو ان مخدراتِ عصمت نبی زادیوں کے سروں سے چادریں کیوں چھین کر لے گئے، ان کو شتر بے کجاوہ دیار بہ دیار کیوں پھرایا، ان کے شانوں میں رسنِ ظلم کیوں باندھی گئی

ہائے ظالم رسی میں باندھ کر بازاروں میں، درباروں میں لے گئے۔ یہ ایسی مستند روایت ہے کہ بحار الانوار، جلاء العیون وغیرہ کئی کتابوں میں لکھی ہے ہائے ایک صحابی رسولؐ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ میں بیت المقدس کی زیارت کے لئے جا رہا تھا، جب شام میں پہنچا شہر میں داخل ہوا میں نے دیکھا تمام شہر دلہن کی طرح سجا ہے، انواع و اقسام کی نعمتیں چنی ہوئی ہیں۔ لوگ زرق برق لباس پہنے گلیوں کوچوں میں پھر رہے ہیں، عوام کی بھیڑ لگی ہے، بہت خوش ہو ہو کر ایک دوسرے کو مبارک سلامت کر رہے ہیں، میں بہت تعجب میں تھا، بہرحال ایک شخص سے پوچھا "کیا آج کوئی عید ہے۔ یہ لوگ کیوں خوشیاں منا رہے ہیں، اس نے کہا آج عید کا دن تو نہیں ہے، مگر ایک شخص نے ہمارے خلیفہ پر خروج کیا تھا۔ خلیفہ نے اس پر فتح پائی ہے، یہ فتح کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ میں نے پوچھا "اس خروج کرنے والے کا نام کیا تھا اس نے کہا "حسینؑ ابنِ علیؑ۔ میں نے کہا وہی حسینؑ جو نبیؐ کا نواسہ، علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا ہے۔ کہا۔ " ہاں وہی حسینؑ۔ میں نے کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہائے تم لوگوں کو ان کا شہید کرنا کافی نہیں ہوا، ہائے نام بھی خارجی رکھ دیا۔ ہائے یہ ساری زیبائش یہ تزک و احتشام نواسۂ رسولؐ

کی شہادت کی خوشی میں منا رہے ہو۔ اس نے کہا اے شخص چپ رہ! ورنہ تو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

سہل کہتے ہیں ابھی میرے آنسو نہ تھمے تھے کہ دیکھا شہر کے بڑے دروازے سے طبل و نشان ظاہر ہوئے۔ لوگوں نے کہا اسی دروازے سے سر بھی داخل ہونگے، اب میری نظر ایک نیزۂ طویل پر پڑی، جس پر سر فرزند رسولؐ نصب تھا، یہ دیکھ کر میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ وہی نورانی چہرہ جو خدا کے رسولؐ کا تھا۔ خاک و خون میں غلطاں، ریش مبارک سب خون میں تر، میں بے ساختہ چلایا "یا رسول اللہ آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے پیارے حسینؑ پر کیسا ظلم و ستم ہوا ہے۔ ہائے اس کا لاشہ بے سر ریگ گرم کربلا پر پڑا ہے، ہائے سر پاک نوک نیزہ پر بلند کر کے دیار بہ دیار پھرا رہے ہیں، سہل کہتے ہیں، میرے قریب جتنے لوگ تھے سب رو رہے تھے، اب میں نے جو نگاہ اوپر اٹھائی دیکھا کہ شتران بے کجاوہ پر کچھ بیبیاں ہیں کے بازوؤں میں رسی بندھی ہے، بالوں سے منہ چھپائے وا محمداؐ وا علیاؑ کہہ کر گریہ و زاری کرتی چلی آرہی ہیں، ایک بی بی گود میں ایک بچی کو لئے بیٹھی کہہ رہی ہے نانا رسول اللہ خدارا دیکھئے، آپ کی نواسیوں کو

کس ذلت و خواری سے اسیر کیا ہے، ہمارے بازوؤں کو رسنِ ظلم سے باندھا ہے۔ ہائے ایک بی بی کہتی ہے، بھائی آپ کو ظالموں نے پسِ گردن سے ذبح کیا۔ بھیا آپ کی لاش بے گور و کفن چھوڑ آئی ہوں، خدا گواہ ہے میرے سر پر چادر نہ تھی جو ترے لاشۂ عریاں پر ڈال دیتی، ہائے مظلوم برادر تشنہ دہن برادر۔ ہائے سہل کہتے ہیں، میں نے پوچھا یہ بی بی کون ہے، معلوم ہوا علیؑ کی بڑی بیٹی ہے۔ میں قریب گیا، اور بلند آواز سے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَبَیْتِ نُبُوَّتْ وَ مَعْدَنِ رِسَالَتْ۔

بی بی نے جوابِ سلام دے کر کہا "تم کون ہو جو اس حالِ خراب میں ہم پر سلام کرتے ہو۔ ہائے جب سے بھائی مارے گئے کسی نے ہم کو سلام نہیں کیا۔ سہل نے کہا شہزادی میں آپ کے نانا کا صحابی سہل بن سعد ہوں۔ ہائے اُمِّ کلثوم نے گریہ کر کے فرمایا "اے سعد! تم دیکھتے ہو اس اُمت نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ ہائے بھائی کو شہید کیا، ہم لوگوں کو قیدی بنایا ہے، مثلِ کنیزانِ دیلم کے گلیوں میں بازاروں میں مجمعِ عام میں پھرا رہے ہیں، ہائے ہمارے سروں پر چادر بھی نہیں، جو نا محرم کی نظروں سے بچیں۔ اے سہل! اگر ہو سکے تو ان

گوں سے کہدو جو سروں کو لئے ہیں کہ یہ آگے چلے جائیں، تاکہ لوگ سروں کو دیکھنے میں لگ جائیں اور ہم نامحرم کی نظروں سے بچیں۔ ہائے میں اس وقت کی دل کی کیفیت کیا کہوں، دنیا تاریک نظر آرہی تھی۔ میں نیزہ برداروں کے قریب گیا اور ان سے بڑی منت سماجت سے کہا کہ سروں کو لے کر آگے جاؤ، مگر آہ اشقیا نہ مانے، بلکہ حکم دیا کہ ایک ایک بی بی کے وارث کا سر اُس کے ناقے کے قریب کردو، تاکہ زیادہ سے زیادہ تماشائی جمع ہوجائیں۔ آہ! انھوں نے جب ایسا کیا، لیلیٰ کی نظر ان کے کڑیل جوان علی اکبرؑ کے سر پر پڑی۔ لیلیٰ نے کہا میرے غیرت دار! ماں سر کھلے بلوۂ اعداء میں قید مصیبت میں ہے۔ ہائے میرے لال تیرا لاشہ بے گور و کفن پڑا ہے۔

رباب نے ایک چھوٹے سر کو دیکھ کر کہا "علی اصغرؑ، علی اکبرؑ کے برابر آگئے۔ ہائے! نہ ماں کی آغوش ہے۔ نہ قبر کا گوشہ۔

قاسمؑ کی ماں نے بین کئے۔ "ہائے یتیم حسنؑ، بیوہ ایک شب کی دلھن کو کس گوشے میں بٹھائے۔ ہائے میرے لال کنگنے کے بجائے کلائی میں رسن بندھی ہے۔ ہائے کنگنے کی سوگوار، اُمّ المصائب نے

سرِ پاک امام کو دیکھا، اشک چشمِ پاک سے رواں ہیں، کہا "بھتیا کیوں روتے ہو، اکبرؑ کی جوانی کے غم میں، یا علیؑ اصغر کی تشنہ دہانی نے رُلایا۔ ہائے آواز آئی " میری پردہ دار بہن تیری بے ردائی نے رُلایا ہے۔ اے میری صابرہ بی بی آپ کے عزم و ہمت پر ہمارا سلام، بی بی ربابؑ آپکی اجڑی ہوئی گود پر ہمارا سلام اے ساربانِ حرم، اے بیمار و حزیں رِالتوبؑ آپ پر ہمارا سلام، بی بی درِ اشکِ عزا قبول کیجئے۔ ذکرِ غم ل کیجئے، ہمارے پُرسے قبول کیجئے۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ اللَّعِینِ الرَّجِیمِ ۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ اِنَّمَا

یُؤَخِّرُھُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ ۵

ترجمہ : جو لوگ ظلم کرتے ہیں اُن کے ظلم سے خدا کو غافل نہ سمجھو بہ تحقیق کہ خداوندِ عالم ان کو عذاب کے دنیا میں مہلت دیتا ہے اور مؤخر کرتا ہے س روز کے لئے جس روز آنکھیں ہولِ قیامت سے کھلی ہونگی۔ تمام تعریفیں س خدائے بزرگ برتر کے لئے ہیں جو منصف و عادل ہے، روزِ جزا کا مالک ہے

شاہد ہے اور عادل ہے۔

ہمارا درود و سلام اُن شرافت کے بلند میناروں پر جن کے طفیل میں کائنات کی تخلیق ہوئی جو نیکوں کے سردار ہیں، ہر بُرائی سے پاک ہیں۔ طیب و طاہر ہیں، قانونِ قُدرت کے محافظ ہیں۔

ارشادِ ربِ اکبر ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں ان کے ظلم سے خدا کو غافل نہ سمجھو بہ تحقیق کہ خداوند عالم ان کو عذاب کے دنیا میں مہلت دیتا ہے اور مؤخر کرتا ہے اُس روز کے لئے جس روز آنکھیں ہولِ قیامت سے کھُلی

ہونگی۔ سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ ظلم ہے کیا۔ یوں تو ظلم کے معنی گناہ، جہل، اندھیرے کے ہیں۔ کتاب کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، فرمایا آپ نے کہ ظلم کے تین اقسام ہیں، اول وہ ہے کہ جسے غفور الرحیم بخش دیتا ہے دوئم وہ جسے معاف نہیں کرتا" یہ گناہِ کبیرا ہے۔ تیسرا گناہ عظیم وہ ظلم جسے وہ چھوڑتا نہیں۔۔ اور اس کا مواخذہ کرتا ہے۔ پہلی قسم ظلم کی جو مولاؐ نے بتائی کہ وہ معاف کردیگا یقیناً وہ رحمٰن ورحیم ہے، یہ وہ ظلم ہے جو انسان اپنے نفس پر کرتا ہے۔ جھوٹ بولنا۔ چغلی کھانا، چوری کرنا وغیرہ اسکا تعلق فاعل سے یعنی کام کرنے والے سے ہے، دوسری قسم ظلم وہ ہے جسے ذاتِ واحد میں کسی کو شریک کیا جائے، جیسا کہ جناب لقمان نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے وقت کہا تھا۔ اس کا ذکر قرآن میں سورۂ لقمان میں ہے

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۝ "اے بیٹا! شرک نہ کرنا، شرک عظیم یعنی بڑا گناہ ہے" شرک یہ ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک کے ساتھ دوسروں کو بھی خدا سمجھ لینا، بتوں کی پوجا کرنا یا علاوہ اس واحد یکتا کے کسی اور کو بھی اسکی اولاد اس کا بیٹا سمجھ لینا۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ ہر گناہ سے محفوظ رکھے۔ آمین شرک یہ بھی ہے جیسا کہ آجکل قربِ ظہورِ امامؑ کی

نشانیوں میں سے ہے، حضرت موسیٰ کے زمانے میں بھی زور تھا، جادو سحر، ٹونے ٹوٹکے وغیرہ، یہ سب شرک کے گناہ میں آتا ہے، روایت ہے جادو سحر کرنے والے، یا اس پر عقیدہ رکھنے والے کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے۔ اب تیسری قسم ظلم کی یہ ہے کہ جس کو بغیر بدلہ لئے نہ چھوڑے گا یعنی مواخذہ ہوگا یہ ظلم حقوق العباد میں آتا ہے، اگر میں پوری وضاحت کروں تو کلام کو طول ہوگا، مگر یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ کسی انسان کا دوسرے انسان کو تکلیف پہنچانا مثلاً قتل کرنا، مال لوٹ لینا، ایذا پہنچانا شامل ہے، یہی نہیں کہ اس میں بلکہ جانور کے بارے میں بھی مواخذہ ہوگا، احوالِ قیامت میں لکھا ہے کہ اگر کسی ظالم نے چھوٹی سی چڑیا کو غلیل سے اسطرح مارا کہ وہ حرام موت مر گئی۔ تو بدلے کے دن وہ چھوٹی چڑیا اپنے قاتل کا ہاتھ پکڑ کر درگاہِ ایزدی میں فریاد کرتی ہوئی آئے گی۔ چونکہ وہ ذات عادل ہے، لہٰذا وہ چھوٹی چڑیا کو وہی قوت دے گا، جیسی کہ دنیا میں اُسکے قاتل کے پاس تھی اور وہ چڑیا اسے بھی ویسے ہی مارے گی جیسے اُس نے اسے دنیا میں مارا تھا۔

سورۃ لقمان کی آیت اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ تو ہمیں دنیا میں بڑے بڑے ظالم اور مشرک نظر آتے ہیں۔ مثلاً فرعون، ہامان، نمرود، سامری وغیرہ

اور انکے ماننے والے انہیں مشرکین ظالمین میں ابوجہلؔ، ابولہبؔ، ابوسفیانؔ اور قیس وغیرہ، یہ قبیلۂ قریش کے نظر آتے ہیں۔ جن کے ظلم سے یقیناً آسمان زمین ہل گئے ہونگے۔ مکہ معظمہ کا برکتوں والا شہر ہے، حضورؐ کی عمر چالیسؔ سال کی ہو رہی ہے، نورِ الہیٰ جلوہ گر ہونے والا ہے، غارِ حرا کا عبادت گذار غارِ حرا میں مشغولِ عبادت ہے۔ دوسری طرف ظلم دم توڑ رہا ہے۔ اب ظالمین سے بدلے کا دن قریب ہو رہا ہے، اہلِ عرب اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے کہ داماد کی صورت دیکھنا ان کے لئے عذاب تھا۔ قریش میں قیس بہت بڑا تاجر تھا۔ مالِ تجارت لیکر دُور دراز کے سفر پر گیا تھا۔ اسکے جانے کے بعد اسکے یہاں نہایت حسین و جمیل بیٹی پیدا ہوئی، بد نصیب ماں پہلے تو بہت روئی کیونکہ اس کی آٹھ بیٹیاں زندہ دفن کی جاچکی تھیں، اب پھر نویں بیٹی پیدا ہو گئی بہرحال کوکھ اجڑی ماں تو بیٹی کے غم میں بے قرار تھی، دل کہتا تھا کہ دیکھو اگر سفر سے قیس آگیا تو کیا ہوگا۔ یہ بچی بھی اگلی آٹھ بچیوں کی طرح دفن کر دی جائے گی، وہ معصوم و مظلوم بچی پانچ سال کی عمر لے کر دنیا میں آئی تھی، مگر کیا خوش قسمت تھی کہ دخترانِ عرب کو اس عذاب سے چھڑا گئی بہرحال جو ماں کو غم تھا، رُونما ہوا، قیس پانچ سال بعد لوٹا۔ بچی جو باپ کو برابر یاد کرتی

تھی۔ کنبے کے بچوں کو اُن کے باپ کے ساتھ دیکھ کر اس کا دل بھی چاہتا تھا کہ اس کا باپ بھی ہوتا، انھیں بچوں کی طرح اس کا بھی پیار ہوتا۔ غرضکہ ایک دن اُس نے سُنا کہ اس کا باپ سفر سے واپس آرہا ہے، یہ ماں کے پاس گئی اور مچل گئی کہ میرے بابا آرہے ہیں میرے بابا کے آنے کی خوشی مناؤ، تم بھی اچھے کپڑے پہنو، مجھے بھی خوب اچھے کپڑے پہناؤ، جو راز ماں کے سینے میں دبا ہوا الاؤ سلگا رہا تھا اسکے سبب ماں کو بچی کی موت نظر آرہی تھی۔ مگر دنیا امید پر قائم ہے، کبھی دل کہتا کہ شاید یہ خوبصورت بھولی بھالی بچی باپ کا ظلم مٹادے، شاید ظالم اُسے زندہ نہ دفن کرے، بچی کا نام سلمہ تھا، ماں کا نام زینب تھا۔ باپ آیا، بچی دوڑ کر باپ کے قدموں سے لپٹ گئی۔ میرے اچھے بابا میں آپکو دن ورات یاد کرتی تھی۔ ایک بار قیس کا دل بھی الفت پدری سے بھر آیا۔ بے تحاشہ کہا، میری بچی۔ ایسے میں ایک کڑک دار آواز آئی قیس! میں یہ کیا سُن رہا ہوں۔ قیس نے نظر اٹھا کر دیکھا اس سے ملاقات کے لئے آنے والے بھائی ابوجہلؔ کی آواز تھی۔ ابوجہل کا اصلی نام عمر بن ہشام تھا مگر اس ملعون نے اتنے ظلم کئے کہ بدنصیب

کا نام ہی ابوجہل ہوگیا۔ ظلم، جہل، کفر، یہ سب مترادف الفاظ ہیں یہی ابوجہل اگر کنبے میں کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ دفن کرنے میں سب سے آگے ہوتا تھا۔ اور اگر لڑکا پیدا ہو تو یہ مشرک بڑی خوشی مناتا، بتوں کا غلام بنانے کے لئے بتوں کی راکھ کا سرمہ لے کر آتا آنکھ میں لگاتا، شہد کو بتوں کے چہرے پر ملتا۔ اور اُسے دھو کر وہ شہد کا پانی پلاتا لڑکوں کی خاطر داری میں ملعون نے بڑی طرح ذلت اٹھائی۔ مولا علیؑ شیرِ خدا جب ولادت کے تین دن بعد گھر پر آغوشِ مادر میں آئے ابوجہل کو خبر ہوئی کہ ابوطالب کے گھر خانہ کعبہ میں پیدا ہونے والا بیٹا آیا ہے۔ بتوں کے سامنے کی راکھ کا سُرمہ لے کر خانہ جناب ابوطالبؑ میں مبارک سلامت کرتا ہوا داخل ہوا۔ چاہتا تھا کہ نجس سُرمہ عین اللہ میں لگائے کہ خدا کے شیر نے دستِ خدا کی طاقت دکھائی، ایک ایسا تھپڑ لعین کے منہ پہ پڑا کہ کچھ دیر منہ پھیرا رہا۔ اور وہاں سے بھاگا۔ اصل میں وہ منحوس یہ بھول گیا تھا کہ یہی بچہ جب بطنِ مادر میں تھا تو اسے اور اسکے ساتھی ابولہبؑ کو چاروں خانے چت گرا چکا تھا، ہوا یہ کہ شیرِ خدا شکمِ مبارک میں ہی، لیکن تعظیمِ نبوتؐ کا یہ عالم ہے کہ خدا کا رسولؐ جیسے ہی سامنے آتا

دھر فاطمہ بنتِ اسد اٹھ کر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ جب ان ظالمین نے دیکھا
کہا اے فاطمہ بنتِ اسد تم بھتیجے کی تعظیم کرتی۔ محمد جب گھر میں آتے ہیں
تو تم فوراً اٹھ کر کھڑی ہوتی ہو۔ بی بی نے جواب دیا، ایسا نہیں ہے۔ بلکہ
میرے بطن میں جو فرزند ہے وہ کچھ اسطرح پہلو بدلتا ہے کہ میں فطرتاً کھڑی
ہو جاتی ہوں، ایسا بے اختیاری میں ہوتا ہے، میں خود نہیں کرتی۔
ونوں ملعونوں نے یقین نہیں کیا۔ اور کہا " اچھا اب ہم دیکھیں گے کہ
تم کیسے اٹھتی ہو۔ اب دونوں ملعون ایک دائیں، ایک بائیں بازو کس کر
تھام کر بیٹھ گئے۔ پوری طاقت کے ساتھ۔ ادھر سامنے نورِ مجسم حضورؐ
تشریف لائے۔ اک ایسا جھٹکا لگا کہ ابوجہل ادھر، ابولہب اُدھر گرا۔
ونوں کچھ دیر حرکت تک نہ کر سکے۔ جنابِ فاطمہ بنتِ اسدؑ اٹھ کر بھتیجے
کی تعظیم کو کھڑی ہو گئیں، سبحان اللہ جس بھتیجے نے شکمِ مادر میں ہوتے ہوئے
ت پرستوں کو منہ کے بل گرایا تو کل یہی بچہ بُت شکن ہو گا۔ ابھی سے تیور بتا
ہے ہیں۔ اے ابوجہل و ابولہب نہ تمھاری خیر نہ تمھارے بتوں کی۔ تمھارے
ھوٹے خداؤں کی خدائی کا زور ختم ہو گیا۔ غرضکہ ایک وہ بھی دن آتا ہے
جب ظلم اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔ سلمٰی پانچ سال کی بچی کو اس کا ظالم باپ اور

اس کے ساتھی جو کہ تعداد میں دس تھے' اور ان کا کام ہی ظلم کرنا تھا' اُسے زندہ دفن کرنے کو لے گئے، ماں روتی رہی ___ منتیں مانتی رہی۔ یہ ایسا ظلم تھا کہ دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اور قیامت تک کے لئے عرب کیا پوری دنیا میں بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت بن گئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جس دن قیس نے سلمٰی کو ظلم شدید کے ساتھ دفن کیا ہے' اسی دن اسی وقت غارِ حرا میں پہلی وحی کا نزول ہوا۔ رحمت اللعالمینؐ نے اسی عرب اسی شہر اسی کنبے میں بیٹی کو یہ عزت دی کہ جب آپکی جگر گوشہ سیدۃ النساء العالمین سامنے آتیں تو سردارِ انبیاء آپ کی تعظیم کو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ افضل الانبیاء خدا کے برگزیدہ رسولؐ ہر صبح و شام بیٹی کے دروازے پر آ کر سلام کرتے تھے' فرمایا کرتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَھْلُ بَیْتِ نُبُوَّتِ وَمَعْدَنِ رِسالتْ

ادھر قرآنِ پاک کی پہلی سورہ بقرہ میں کہا گیا ہے' بالکل واضح و صاف آیت ہے کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو وہ لڑکیاں جو زندہ درگور کی گئی ہیں یہ فریاد کرتی ہوئی اپنی قبروں سے باہر آئیں گی کہ ہمیں کس خطا پر زندہ دفن کیا گیا۔ یقین جانئے یہی الفاظ سلمٰی کو زندہ دفن کر رہے تھے تو اس کے لب پر تھے' کہتی تھی ارے تم لوگ مجھے کس خطا پر زندہ دفن

کر رہے ہو۔ یہ ملاعین معصوم بچی کو جب دفن کر کے آرہے تھے تو غار حرا سے پہلی وحی کی کیفیت میں حضورؐ سر جھکائے اپنے گھر کی طرف آرہے تھے۔ ملاعینوں نے حضورؐ کو یوں آتے دیکھ کر خوب قہقہہ لگایا۔ آپ نے ملعونوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، بہرحال ظہورِ اسلام کا ہونا عورتوں اور غلاموں کے حق میں یقیناً بڑی رحمت بن گیا، ظلم و جور کی زنجیریں ٹوٹ گئیں، اب کوئی غلام رہا نہ آقا۔ نہ کوئی زندہ دفن ہونے کے لائق بیٹی رہی۔ بلکہ بیٹی کو جو عزت اسلام میں ملی، کسی قوم و ملت میں نہیں ملی۔ اب بیٹی ماں باپ کے لئے راحت کا سبب بن گئی، اب تو بیٹی کی ولادت کے لئے دعائیں مانگی جانے لگیں۔ روایت میں ہے کہ میرے مولا و آقا مظلوم کربلا نے دو بیٹیوں کی موجودگی میں تیسری بیٹی کی ولادت کے لئے نمازِ شب میں دعائیں مانگیں۔ ہائے قبلِ ولادت جنابِ سکینہؑ مولاؑ نے درگاہِ ایزدی میں عرض کیا بارِ الٰہ مجھے ایک ایسی بیٹی دے جو مجھ سے بہت محبت کرتی ہو، جو ہر وقت میرے سینے سے لپٹی رہے، اور مجھے بھی اس بچی سے ایسی ہی محبت دے کہ میں بغیر اس کے زندہ نہ رہ سکوں بلکہ مرنے کے بعد بھی میرا دل اس کے لئے

بے چین رہے۔ آہ دعائے امام بن کر تیسری بیٹی آغوشِ رباب میں آگئیں، ہر دل کی کلی کھل گئی۔ نام رکھنے کی باری آئی۔ کچھ نانا کی باتیں یاد آئیں۔ جو رُوح الامین کی موجودگی قول وقرار ہوا تھا، یاد آیا جگر غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، سکینہؑ کی بے چین آواز کانوں کو محسوس ہونے لگی، جیسے پکار رہی ہو بابا میرے کانوں میں بڑا درد ہے۔ بابا شمرؑ کے دُرّوں سے پشت زخمی ہے۔ بابا اک بار سینے پہ سُلا جاؤ، نہیں تو بیٹی مر جائے گی۔ آہ! پیاری بیٹی کا نام سکینہ رکھا، جس کا مطلب ہے تسکین پائی ہوئی، تاکہ سکینہ قیدِ مصیبت میں کچھ تسکین پائے۔ آہ! امامِ مظلوم سکینہؑ کو وہ پیار دے رہے ہیں، جو عرب میں کسی بیٹی کو نہ ملا تھا، مگر آہ آہ ایک دن ایسا بھی آگیا کہ صبح سے سکینہ نے بابا کو نہیں دیکھا، ہاں یہ دیکھتی رہی کہ جو آتا ہے مرنے کی اجازت لیتا ہے چلا جاتا ہے، چچا عباسؑ آئے سوکھی مشک دریا پر لے گئے، پھر نہ لوٹے، سکینہ پیاسی ہے، اب کون خبر لے۔ ہائے سکینہ کا بابا صُبح سے لاشوں پر لاشے اٹھا رہا ہے، وقتِ عصر آگیا، بابا نے اک بار بھی سینے سے نہ لگایا۔ ہائے آج بابا تن تنہا لاشوں کے درمیان کھڑے ہیں، زخموں سے چُور چُور ہیں۔ سکینہؑ کو غش آگیا، کہتے کہتے بے ہوش ہوگئی

بابا نہیں آئے، ہائے بابا نہیں آئے۔ آہ عزادارو ادھر قلبِ حسینؑ تڑپنے لگا، سکینہؑ کی یاد نے بے چین کیا۔ درِ خیمہ پر آ کر آواز دی "اے رقیہ، اے سکینہؑ، اے زینبؑ و امِ کلثوم تم سب پر حسینؑ کا آخری سلام ہو۔

ہائے سیدانیاں بحالِ پریشاں دوڑیں، زینبؑ بھائی کو سہارا دیکر خیمے میں لائیں، سکینہ دوڑیں "اچھے میرے بابا، ہائے بابا، صبح سے کہاں تھے۔ بابا تم بن میرے گلے تک آنسو جاری ہیں۔ بابا نے سکینہؑ کو گلے لگا کر پیار کیا۔ اور کہا "سکینہؑ آج شب کو ہم نہیں آئیں گے بی بی! پھوپھی کے پاس سو رہنا، ہم قتل گاہ کو جاتے ہیں، علی اصغرؑ بن میں اکیلا ہے۔

حسینؑ رخصت ہو کر چلے، خیمے سے باہر آئے، ذوالجناح پر سوار ہوئے ابھی دو قدم بھی نہ چلے تھے کہ سواری رک گئی، ہائے مولاؑ نے فرمایا "اے ذوالجناح تو زخمی بھی ہے پیاسا بھی ہے، مگر مجھے جلد قتل گاہ تک جانا ہے اب یہ میری آخری سواری ہے۔ ہائے گھوڑے نے ہنہنا کر اشارہ کیا مولاؑ نے دیکھا سکینہؑ ذوالجناح کے قدموں سے لپٹی کہہ رہی ہے گھوڑے مجھے اک بار پھر مرے بابا سے ملا دے، تن کی خوشبو سنگھا دے ہائے مولاؑ گھوڑے سے اتر پڑے اور زمینِ گرم پر لیٹ گئے، سکینہ کو

سینے پر لٹایا پھر کہنے لگے بیٹی جب ہم نہ ہونگے تو تم ایسے ہی خاک پر لیٹ جایا کرنا، بی بی یتیم بچے ضد نہیں کرتے۔ سکینہ ماں پھوپھی کو ضد کر کے نہ رُلانا۔ ہائے یتیمہ ہائے سکینہ۔ سکینہ نے کہا بابا یتیم کسے کہتے ہیں۔ فرمایا ؎

بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے
مرجائے جس کا باپ وہ بچی یتیم ہے

یہ کہہ کر خاکِ یتیمی سکینہؑ کے چہرے پر ملی سکینہؑ کو آغوشِ زینبؑ میں دیا۔ بہن میرے یتیم سب تیرے حوالے تجھے خدا کو سونپا میدان میں آئے، وعدۂ طفلی ادا کیا۔ شامِ غریباں گذر گئی، اہلبیتِ رسولؐ اندھیرے زندان میں مقید ہیں، سکینہؑ چپکے چپکے آنسو بہاتی ہے۔ باپ کی یاد آئی، نام حسینؑ انگلی سے لکھا، بوسے لئے، سینے سے لگایا،

بابا کی باتیں یاد آتی ہیں بابا نے کہا تھا سکینہؑ یتیم بچے ضد نہیں کرتے۔ تم رو رو کر ماں کو پھوپھی کو نہ رُلانا سکینہؑ کچھ ضد نہیں کرتی، کانوں میں درد ہوتا زمین پر چپ لیٹ جاتی، ہائے باپ کا سینہ نہیں، چچا کی گود نہیں، زنداں کی ناہموار زمین ہے۔ نہ تکیہ ہے نہ بستر، ہاں وہ زخم جھل جاتے

ہیں جو شمر کے دُرّوں کے سبب ہیں، زخموں سے خون جاری ہوتا ہے بچی درد سے تڑپتی ہے چچا کو پکارتی ہے۔ چچا نہیں آتے، بھیا علی اکبرؑ کو بلاتی ہے اکبرؑ نہیں آتے۔ آج سکینہؑ کے زخموں میں بہت درد ہے کسی کروٹ لیٹ نہیں سکتی، پشت زخمی ہے، باپ کا سینہ نہیں، پھوپھی کے ہاتھ بندھے ہیں، ایک بھائی جس کے گلے میں طوقِ خاردار، پیروں میں بیڑیاں ہیں۔ ہائے بچی مچل گئی، اب سکینہؑ سوئے گی، ہائے بابا کا سینہ نہیں تو سکینہ نہیں۔ سکینہؑ کے رونے پر آج تمام کنبہ رونے لگا۔ صدائے گریہ ایسی بلند ہوئی کہ یزیدؑ کے محل تک پہونچی، اس نے سرِ مظلوم کربلا زندان میں بھیج دیا کہ بچی دیکھ لے۔ آہ! ہائے ظالم اظلم بچی باپ کو مانگتی ہے تو اُسکے باپ کا سرِ بُریدہ بھیج رہا ہے۔ یہ نہ سوچا کہ بن باپ کی بچی باپ کا سرِ بُریدہ دیکھ کر دم نہ توڑ دے۔ ہائے سرِ مبارک اندھیرے زندان میں آیا تو زندان روشن ہو گیا، اہلِ حرم اٹھ کھڑے ہو گئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہ کی صدا بلند ہوئی۔

سکینہؑ نے باپ کے سر کو دیکھ کر کہا ہائے بابا اتنے دنوں کہاں تھے اے بابا جس کے لئے دعائیں مانگی تھیں، اس کی خبر نہ لی، باپ بیٹی سے

باہم نگاہ کی۔ سر نے بھی آہ کی۔ سکینہؑ نے آہ کی پھر کہا" بابا میرے کان زخمی ہوئے، بابا میرے دُرّے لگے، بابا اب میں جانے نہ دونگی۔ بابا اب بیٹی آپکے بغیر نہیں رہ سکتی، یہ کہا اور سر کے بوسے لئے ؎

سر کی جبیں پہ اپنی جبیں دھر کے رہ گئی
کلمہ پڑھا بلائیں لیں اور مر کے رہ گئی

ہائے کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا، ربابؑ کی نظر پڑی دیکھا بچی خاموش ہے۔ سید سجادؑ سے کہا" بیٹا دیکھو بہن کو کیا ہو گیا۔ بیمار امامؑ نے نبض دیکھی اور کہا" اماں قید خانے میں لُٹ گئیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

پھر شورِ گریہ بلند ہوا، یزیدؑ نے خبرداروں سے پوچھا اب کیوں شورِ گریہ بلند ہے، خبرداروں نے کہا" ہائے وہ بچی باپ کے سر کو دیکھ کر مر گئی، ہائے ظالم تیرے دور میں بڑے ظلم ہوئے سادات کے بچے قید میں مر رہے ہیں، ظالم خجل ہوا، غلاموں کو حکم دیا جاکر سید سجادؑ سے کہو، غم نہ کریں، غسل و کفن ہم دینگے، مگر جنازہ زندان سے باہر نہ جائے۔ ہائے مولاؑ نے کہا ظالم تیرا دیا ہوا کفن میری بہن نہ لے گی، ہمارا لوٹا ہوا سامان ہمیں دیدے۔ سکینہؑ دادی کی

ردا کا کفن پہنے گی۔ آہ قید خانے میں پانی بھی آ گیا، شمع بھی آ گئی، لوٹا ہوا سامان بھی آ گیا۔ آگے آگے عبّاس کا علم تھا۔ ہائے ماں کا جگر ٹکڑے ہو گیا، پھوپھی کا کلیجہ پھٹ گیا، علم میں سوکھی مشک اب بھی لگی ہے، ہائے زوجہ عبّاس دوڑیں پرچم آنکھوں سے لگایا، ہائے والی کرتم ہوتے تو سکینہ پر ستم نہ ہوتے، ہائے سکینہؑ کے چچا سکینہ کی نشانی یہ سوکھی مشک رہ گئی۔ ہائے جناب ربابؑ غش کھا کر گر پڑیں، سب نے معصومہ کی ننّھی سی میّت کو دفن کیا۔ ربابؑ کو ہوش آیا تو کیا دیکھتی ہیں کہ پانی سے تر بتر ایک ننّھا سا مزار بن گیا ہے

روتی لپٹ لپٹ کے لحد سے دُہائی ہے
لوگو یہ میری چار برس کی کمائی ہے
کس بے وطن کو منزلِ یہ راس آئی ہے
ننّھی سی قبر لوگو یہ کسکی بنائی ہے
مجھ سے نہ پوچھا قبر پہ تختے لگا دیئے
کس نے یہ خاک میں مرے ارماں ملا دیئے

ہائے بی بی کربلا میں علی اصغرؑ جُدا ہو گئے۔ کوکھ اجڑی

تخت الٹا۔ شام کے قید خانے میں سکینہ چھٹ گئی۔ ہائے تمام زنانِ شام آتی ہیں، پرسہ دے رہی ہیں، بی بی ہمارے پرسے بھی قبول ہوں۔ ہائے بی بی زندانِ شام کی فضاؤں میں اب بھی صدائے گریہ بلند ہے۔ آواز آتی ہے" ہائے سکینہؑ ہائے پیاس، ہائے یتیمہ ہائے پیاس۔ ہائے بی بی یہ عزادار جام اشک لے کر آتے ہیں۔ قبول ہوں یا فاطمہ زہراؑ بی بی اس فرش عزا پر ہمارے پرسے قبول ہوں۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ

ترجمہ: اے اولادِ آدم ہر نماز کے وقت بن سنور کے نکھر کر مسجد جایا کرو۔ اور کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ۵ کیونکہ خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو امان دیتا ہے۔ خوف زدہ لوگوں کو۔ نجات دیتا ہے۔ اچھے اعمال والوں کو۔ اور بلند کرتا ہے۔ اس کے سامنے کمزوری ظاہر کرنے والوں کو اور پست کرتا ہے گھمنڈ کرنے والوں کو۔ بیشک وہی خالقِ دو جہاں ہے۔ تمام تعریفیں اس کی ذاتِ پاک کو زیب دیتی ہیں۔

اسکے بعد ہمارا درود و سلام ان ذواتِ مقدسہ پر جو بنائے تخلیق کائنات ہیں جن پر خود خالق اکبر درود و سلام بھیجتا ہے اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اور مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی درود بھیجو اس نبیؐ برحق پر اور اس طرح جیسا کہ حق ہے درود بھیجنے کا۔ یَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے ارشاد رب العزت ہو رہا ہے کہ اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت بن سنور کر

بکھر کر جایا کرو۔ اور کھاؤ پیو مگر دیکھو فضول خرچی نہ کرو کیونکہ خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اس آیہ مبارکہ میں اصلاح معاشرہ کے لئے انمول خزانہ ہے۔ اگر وضاحت کی جائے تو طول کلام ہوگا۔ بہرحال پالنے والے نے دو باتیں افراط اور تفریط کے درمیان کی سمجھا دیں کہ نہ تم ایسے پھٹے پرانے لباس میں بدحال و پریشان ہو کر لوگوں کی نگاہوں میں بُرے لگو اور نہ اتنی زیادتی کرو کہ اترا‌ؤ اور اسراف میں شمار ہو۔ تمہارے لئے دونوں جہاں میں پریشانی کا سبب بنے اُس رب یکتا نے ہر چھوٹی بڑی بات دلقیناً اس طرح سمجھائی ہے کہ ہمارے ماں باپ بھی نہیں سمجھا سکتے۔ خدا کرے کہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو کلام ربانی پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی عادت ہو جائے۔ مولانا فرمان علی صاحب پارہ ۸ صفحہ ۲۴۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ آقا مولا حسینؑ ابن علی نماز کے لئے عمدہ لباس زیب تن فرماتے۔ اور اگر کوئی پوچھتا تو فرماتے اللّٰہُ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ۔ اللہ جمیل ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے۔ اس لئے میں اپنے پروردگار کے لئے زینت کرتا ہوں۔ آیت نمبر ۱۳۱ اسی سورہ مبارکہ میں ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اے رسول ان سے کہدو کہ جو زینت کے سامان وغیرہ ہیں۔ خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کئے ہیں۔ سورۃ الملک آیت نمبر ۴

رشادربی ہوتا ہے۔ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ○ اورہم نے
سمانِ دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال
کو پسند کرتا ہے۔ اس نے اتنی بڑی کائنات کی تخلیق میں کوئی شئے ایسی
نہیں خلق کی جس میں حسن نہ ہو۔ کاش ہمیں توفیق ہوتی کہ ہم مناظرِ قدرت
کو دیکھتے صانع قدرت کی صناعی کو دیکھ کراس کے وجود کے قائل ہوتے
کاش کبھی پھیلی ہوئی کالی چادر پرستاراہائے درخشاں کو دیکھ کر اسکی شناد
صفت بیان کرتے۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ جب آخر بادشاہ ہندوستان دشمن
کے خوف سے وقت فجر چھپ کے نکل رہا تھا تو صبح کا منظر بنی سنوری سحر کو دیکھ
کر حیران ہو کر کہنے لگا کتنی قدرت کی صناعی ہے۔ ایک شئے دوسری شئے کی
زینت بنی ہوئی ہے۔ ایک مصاحب نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا کاش آج
سے پہلے اس حسنِ جاں فزا کو دیکھتے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر پہلے اسوقت
کو دیکھا ہوتا تو آج یہ بُرا وقت نہ دیکھنا ہوتا۔ یوں تو ہر شے کی زینت کے واسطے
سباب ہیں۔ آسمان کی زینت، آفتاب و ماہتاب، ستاراہائے ثوابت اور
سیارے ہیں۔ زمین کی زینت اشجار و انہار اور جبال و بحار ہیں۔ مکان کی
زینت مکین سے ہوتی ہے۔ ثعلبی نے اپنی تصنیف عرائس میں لکھا ہے

کہ خلاقِ عالم نے اس زمین کو انبیاء علیہم السلام سے زینت دی۔ اور ان انبیا کو چار اولوالعزم نبیوں سے یعنی حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ۔ موسیٰ کلیم اللہ عیسیٰ روح اللہ اور محمدؐ حبیب اللہ سے زینت بخشی۔ کیونکہ یہی صاحبان کتب الٰہی، صاحبان شریعت تازہ اولوالعزم ہیں۔ پھر اس زمین کو آل محمدؐ سے زینت عطا کی آلِ محمد کو ان کے چار بزرگوں علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسینؑ سے زینت بخشی۔ اللّٰھُمَّ صلِّ عَلٰی محمدٍ وَّ آلِ محمد۔ اب مسجد کی زینت کس سے ہے نماز پڑھنے والوں سے لیکن بتایئے نماز کی زینت کون ہے تو شاید آپ کو یاد ہو کر جو نماز کی زینت ہے وہ نماز با خضوع خشوع ادا کر رہا ہے۔ اور وہ دیر تک دشمن آتا ہے آکر پائے مبارک کا انگوٹھا چبانے لگتا ہے۔ مگر نمازی بھی بڑا پکا ہے۔ کندہ در خیبر کا پوتا ہے ہارنے والا کمزور و بودا نہیں۔ ثابت قدم ہے شیطان مردود تھک گیا۔ ذلیل ہو کر یہ کہتا ہوا بھاگا اَنْتَ زَیْنُ العابدین صلوات۔ آج آپ جس مجلس میں تشریف لائی ہیں یہ بھی اسی کی مجلس ہے جو نماز کی زینت ہے جس کے عزم مُصمّم استقلال محکم نے نماز کو قائم رکھا۔ اب اس مجلس کی اس فرش عزا کی زینت آپ مومنین و مومنات ہیں۔ آپ کی زینت آپ کے وہ دُر اشک عزا ہیں جن کے لینے کے لئے خاتونِ جنت

جنت الفردوس سے تشریف لاتی ہیں۔ آنکھ کی زینت خالص آنسو۔ لب کی زینت ہائے حسینؑ۔ مسجد کی زینت نمازی ہیں اور نماز کی زینت سید الساجدین علی ابن الحسین، زین العابدین، ابن الخیرتین ہیں۔ زین بمعنی زینت۔ عابدین جمع عابد کی۔ عبادت کرنے والے لوگ۔ عابد اس عبادت گذار کو کہتے ہیں جو تمام شب عبادت الٰہی میں جاگ کر گذار دے۔ خوف الٰہی میں گریا کرتا ہے مرزا دبیر اپنے مرثیے کے ایک بند میں عابد سورج کو کہہ رہے ہیں کیونکہ عابد کا چہرہ زرد ہوتا ہے اور وقت طلوع آفتاب کا رنگ بھی زرد ہوتا ہے۔ بند عرض ہے

> نکلا افق سے عابدِ روشن ضمیر صبح۔ محراب آسماں ہوئی جلوہ پذیر صبح
> کھولا سپیدی نے جو مصلائے پیر صبح۔ اور سجدہ گاہ بن گئی مہر منیر صبح
> کرتی تھی شب غروب کا سجدہ ودود کو۔ پیارے ہفت مغربے تھے سجود کو

آپ کا رنگ مبارک زردی مائل تھا اور وقت وضو مثل آفتاب زرد ہو جاتا تھا خوف خدا غالب ہوتا۔ امام زین العابدینؑ مثلِ مولائے کائنات شب و روز میں ایک ہزار نوافل نمازیں پڑھتے تھے۔ اور آپ کے سجدوں کا کوئی شمار نہیں کثرتِ سجود سے آپ کا نام مبارک سید الساجدین ہوگیا۔ اعضائے سجدہ پر گھٹے پڑ جاتے تھے جو سال میں کئی بار کاٹے جاتے تھے اس وجہ سے آپ کو ذوالثفنات

کہا جاتا ہے۔ یوں تو آپ کے القاب ۲۰ سے بھی زیادہ ہیں مگر ایک لقب اور عرض کرتی چلوں اور وہ لقب ہے ابن الخیرتین۔ روایت ہے کہ حضور ختمی مرتبت نے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں میں سے دو قبیلوں کو پسند فرماتا ہے۔ عرب کے قبائل میں قریش کو اور غیر عرب میں اہل فارس کو۔ یہی وجہ ہے کہ خود میرے چوتھے امام فرماتے تھے اَنَا ابنُ الخیرتین۔ آپ دو۲ بزرگ و اعلیٰ کنبے سے تھے آپ کے جد سردار عرب و عجم اور والدہ کی طرف سے بادشاہ عجم نوشیروانِ عادل کے نواسے آپ فخر عرب و عجم ہیں۔ آپ کے رُخ انور پر نور محمدی ساطع ہے ایک طرف سطوت شاہانہ دبدبۂ کسریٰ ہے تو دوسری طرف ہیبت جلالِ حیدری شجاعت حیدری شجاعت غضنفری ہے۔ حسن و جمال ہاشمی ہے۔ نورالابصار صفحہ نمبر ۱۲۶ اخبارالاول صفحہ نمبر ۹۰ پر تحریر ہے کہ آپ کے حسن و جمال، صورت و کمال میں خاص امتیاز تھا۔ جب کسی کی نظر آپ کے رُخِ انور پر پڑتی تھی تو وہ آپ کا احترام کرنے اور آپ کی تعظیم و تکریم کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ بڑا مشہور واقعہ ہے آپ کے ایک دشمن نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا۔ جب تک آپ نہیں آئے تھے آپ کو آپ کے باپ دادا کو وہ شخص اول فول بکتا رہا۔ مگر جیسے ہی آپ تشریف لائے اٹھ کر تعظیم کے لئے جھکا بہت ادب سے گفتگو کرنے لگا اور رخصت کیا۔ آپ کے واپس جانے کے بعد اسکے مصاحبین نے کہا اعلیٰ حضرت آپ کو کیا ہو گیا تھا۔ کہاں اتنی برائی کر رہے تھے یا اتنا ادب و احترام سے بات کر کے رخصت

کیا۔ وہ کہنے لگا میں نے قصداً و ارادتاً ایسا نہیں کیا بلکہ انکے رعب و جلال کی وجہ سے مجبور ہو گیا۔ آپ کا لقب ابو الائمہ بھی ہے آپ کی نسل میں آٹھ امام ہیں۔ آپ آلِ رسولؐ ہیں آپ کے بھی بے انتہا معجزات ہیں علم۔ حلم۔ شجاعت۔ سخاوت۔ صداقت۔ صبر۔ شہادت سب کچھ عطیۂ پروردگار ہے۔ بیشک یہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کی رضا چاہتا ہے۔ کلام پاک میں جابجا ارشاد ہوتا ہے۔ اے حبیب ہمارے ہم نے آپ کی مدد کی۔ ہم نے آپ کی حفاظت کی۔ زین العابدینؑ کی حفاظت کا انتظام بھی یونہی ہوتا ہے۔ سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ جب دورِ یزید میں واقعہ حرہ رونما ہوا۔ مدینۂ رسولؐ برباد کیا گیا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں مسلمانوں اور اصحاب رسولؐ کے خون سے بھر گئیں بہت سے مہاجر و انصار اصحاب رسولؐ شہید ہوئے۔

سعیدؓ کہتے ہیں۔ میں نے دیکھا فوج یزید نے مسجد نبویؐ کے ستونوں سے گھوڑے باندھے تھے۔ قبر رسولؐ کے گرد گھوڑے دوڑتے تھے سعید سے روایت ہے کہ ہم اپنے چوتھے امام سید الساجدینؑ کے ساتھ نماز پڑھنے جاتے تھے۔ ہم ان لوگوں کو دیکھتے تھے۔ وہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایسے میں میری نظر پڑی تو دیکھا ایک شخص سبز لباس زیب تن کئے ابلقی گھوڑے پر سوار

ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے امام زین العابدینؑ کے ساتھ ہے جب کوئی شخص فوج یزید کا حرم رسولؐ کے لوٹنے یا بے ادبی کرنے کا قصد کرتا ہے تو وہ شخص نیزے سے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے اگرچہ نیزہ اس کے بدن پر نہیں لگتا مگر وہ گر کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ وہ پُرآشوب دور گزر گیا محلۂ بنی ہاشم میں امان رہی جب یہ ہنگامہ ختم ہوا تو مولا اپنے حرم سرا میں تشریف لائے بچوں اور عورتوں کے پاس جو زیورات تھے لئے اور کچھ لباس یہ سب سامان لے کر مہمان جو عازم رخصت تھا اس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے عرض کیا یا مولا میں انسان نہیں ہوں میں تو ایک فرشتہ ہوں آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے شیعوں میں ہوں جب ان اشقیاء نے مدینہ منورہ کو غارت کرنے کا قصد کیا تو میں نے آپ کی حفاظت کے لئے اللہ بزرگ و برتر سے اجازت لی تاکہ روزِ قیامت بپیشِ خدا و رسولؐ و آلِ رسولؐ میری قربت بڑھے۔ مجھے برتری نصیب ہو۔ اور حاضر ہو کر حفاظت کرتا رہا۔ ابو مخنف سے روایت ہے کہ روزِ عاشورہ بعد شہادت امام مظلوم۔ آپ عالم غشی میں تھے۔ اس وقت بھی ایک شخص دیکھا گیا جو آپ کے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتا رہا۔ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام زین العابدینؑ مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایسے

میں ایک بے دین ڈاکو آگیا۔ قریب آکر کہنے لگا سواری سے نیچے اترو آپ نے پوچھا کیوں تیرا ارادہ کیا ہے۔ اس نے کہا تم کو قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا کس لیے قتل کریگا۔ اس نے کہا تمہارا سب مال واسباب لے لوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا میرے پاس جتنا مال ہے تجھے دے دیتا ہوں۔ مال سب لے مگر قتل نہ کر کہنے لگا نہیں یہ نہیں میں قتل کر کے مال سب لونگا۔ آپ نے فرمایا اے شخص تیرا رب کہاں ہے۔ اس نے کہا وہ اس وقت سو رہا ہے ادھر اس لعین کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے ادھر دو شیر ہمہمہ کرتے ہوئے نمودار ہوئے۔ ایک نے اس کا سر دبوچا دوسرے نے پیر مولا نے فرمایا اب بتا کہ تیرا یہ گمان صحیح تھا کہ تیرا رب سو رہا ہے۔ دیکھا رب کی طاقت: میرے چوتھے امام کے بھی بہت معجزات ہیں۔ ان میں کھلا معجزہ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ صحیفۂ کاملہ ہے۔ جس کو زبور اہلبیت کہا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ صحیفۂ کاملہ کی فصاحت و بلاغت کا تذکرہ۔ بصرہ کے ایک فصیح و بلیغ شخص کے سامنے ہوا وہ کہنے لگا یہ کوئی مشکل کام نہیں میں بھی ایسی بلیغ عبارت لکھ سکتا ہوں۔ ابھی لکھ کر تمہیں دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر قلم و کاغذ ہاتھ میں لیا اور سر جھکایا تو پھر سر نہیں اٹھا سکا اور ختم ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کلام الٰہی کے بعد نہج البلاغہ ہے یا پھر صحیفۂ کاملہ

ربور محمد و آل محمد انجیل اہل بیت رسولؐ ہے۔ حماد بن حبیب کوفی سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ حج کو جارہے تھے۔ قافلے سے جدا ہو گئے۔ راہ سے بھی بھٹک گئے۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکی چھا گئی۔ ایسے میں ایک درخت کے نیچے تھک کر لیٹ گئے۔ کچھ دیر گذرنے کے بعد ان کی نظر ایک جوان سفید پوش پر پڑی انہوں نے خوف کی وجہ سے خود کو پوشیدہ کیا۔ وہ جوان آتے ہی نماز میں مشغول ہو گیا اس کے جسم مبارک سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ ان کے دل و دماغ تازہ ہو گئے اب انہوں نے اس نمازی کی طرف غور کیا تو دیکھا کہ وہ با خضوع وخشوع نماز پڑھ رہا ہے اور تمام اعضا خوف الٰہی سے کانپ رہے ہیں۔ آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں جاری ہیں۔ یہ بھی جا کر پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے یہ کہتے ہیں کہ جب وہ نمازی ایسی آیات کی تلاوت کرتا جہاں وعید ہوتی یعنی گنہگاروں کو خوف دلایا گیا ہے تو گریہ اسکے گلوگیر ہوتا۔ بعد نماز مناجات شروع کی فرمایا" اے وہ ذات جس کی طرف گمراہ رجوع کرے تو ہدایت پاتا ہے خوف زدہ پناہ حاصل کرتا ہے۔ امان طلب کرنے والے امان پاتے ہیں جس نے تیرے غیر کی طرف رجوع کیا اس کے لیے راحت کہاں۔ یا اللہ رات کی تاریکی ختم ہو رہی ہے اور میں تیری مناجات سے سیر نہیں ہوا۔ محمد و آل محمد پر

اپنی رحمت نازل فرما اور جو امر میرے لئے زیادہ بہتر ہو وہ فرما تو ارحم الراحمین ہے"
حماد ابن حبیب کہتے ہیں کہ میں نے ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا میں گمراہ ہوں مجھے راہ پر لگائیے یعنی میں راستہ بھول گیا ہوں۔

انہوں نے فرمایا اگر تمہارا بھروسہ خدا پر ہے تو منزل مقصود پا جاؤ گے اس جوان نمازی نے میرا ہاتھ تھاما۔ اور آگے بڑھا۔ مجھے ایسا لگا کہ پیروں کے نیچے سے زمین سمٹ رہی ہے ایسے میں صبح کا اُجالا پھیل گیا۔ اب اس نمازی نے مجھ سے فرمایا کہ تو مکہ معظمہ پہونچ گیا یہاں تک کہ حاجیوں کے شور غل کی آوازیں قریب ہو گئیں۔ میں قدموں پر جُھکا کہ مجھے بتائیے آپ کون خدا رسیدہ بزرگ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں علیؑ ابن الحسینؑ ہوں۔ میرے چوتھے امام نے ۲۵ حج پا پیادہ کئے۔ اور بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے خود علی ابن الحسینؑ کو خانہ کعبہ کے پردہ کو پکڑ کر گریہ وزاری سے مناجات پڑھتے سُنا ہے۔ اب بھی دعائے صحیفۂ کاملہ کو اگر توجہ قلب سے پڑھو تو واقعتاً ایسی رقت طاری ہوتی ہے جو بیان سے قاصر ہے۔ آہ چار ہستیاں بہت رونے والی گذری ہیں۔ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت یعقوبؑ اور میرے چوتھے امام سید الساجدینؑ مگر میرے امام کے مصائب کے مقابلے میں کسی پر ایسی مصیبتیں ایک ساتھ نہیں

بڑیں۔ حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور مرتبہ نبوت پر فائز ہوئے۔ حضرت نوحؑ تمام دشمنانِ خدا کو غرق کرنے میں کامیاب ہوئے اور آدمؑ ثانی کا لقب ملا۔ حضرت یعقوبؑ بچھڑے پسر سے ملے۔ کھوئی ہوئی بینائی دوبارہ پائی۔ مگر آہ! عزادارو ہماری جانیں اس صابر امام پر قربان جو فخرِ آدمؑ، فخرِ نوحؑ و یعقوبؑ ہے آہ تمام مصیبت ایک طرف اور صرف ایک ہی مصیبت کا تصور دل ہلا دینے کو کم نہیں کہ جب مقتلِ امام میں مولا میرا بیمار و ناتواں امام ہاتھوں میں ہتھکڑی پیروں میں بیڑی پہنے گلے میں طوقِ خاردار تھا۔ ساتھ میں ماں بہنیں پھوپیاں سر برہنہ رسی میں باندھے لائے گئے ہائے تو اس وقت شہیدوں کے بے کفن لاشے ریگِ گرمِ کربلا پر پڑے تھے۔ سید سجادؑ نے نظریں جھکا کر کہا بابا اس فرزند کے لئے کیا حکم ہے جو باپ کو کفن نہ دے سکے۔ اس کے بعد کڑیل جوان بھائی کے لاشے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ بھیا علی اکبر سینے پر برچھی کھا کر سو رہے ہو۔ اے میرے غیرت دار بھائی تم بہت خوش قسمت ہو بھیا ہم تو بابا کو کفن بھی نہ دے سکے۔ بھیا ہاتھ زنجیر میں جکڑے ہیں۔ بابا کا ماتم بھی نہیں کر سکتے۔ بھیا ماں پھوپھی، بہنوں کے سروں پر ردائیں نہیں ہیں۔ بلوۂ اعدا میں ہیں۔ بھیا ہمیں ایسے قید کیا ہے جیسے غلامانِ ترک و دیلم کو غلام بناتے ہیں اور کون غلام جس کا آقا مر گیا ہو۔ تمام

غم مولا کے رونے کو بھی غم کم نہ تھا۔ آہ وہ بچوں کی پیاس وہ بیبیوں کی گریہ زاری۔ وہ راہ کوفہ شام کے مصائب۔ آہ کسی نے وطن میں واپس آنے کے بعد پوچھا۔ مولا سب سے زیادہ مصیبت کہاں پڑی تھی۔ تین بار فرمایا۔ الشام۔ الشام۔ الشام کون سی مصیبت شام کی زیادہ کہوں۔ شہر شام کا داخلہ، دربار یزید یا زندان تنگ و تاریں معصومہ کی میت کا اٹھانا۔ ۳ دن کے بھوکے پیاسے ستم رسیدہ قیدی بتا عات پر کھڑے رہے۔ اور شہر سجایا جا رہا تھا۔ آہ دربار یزید لعین میں جہاں سات سو کرسی نشین تھے وہاں آلِ رسول رسن بستہ لائی گئی۔ آہ تخت طلا میں بابا کا سر مبارک تھا لعین کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جو مظلوم کربلا کے سر مبارک پر رکھتا کبھی چھڑی دندان مبارک پر لگا کر کہتا اے ابو عبداللہ تمہارے دانت کتنے خوبصورت ہیں۔ آہ ایک صحابی رسول دیکھ رہے تھے۔ برداشت نہ ہوا چلا کے کہا اے یزید ان لبوں دندان پر چھڑی لگاتا ہے ارے ظالم میں نے خود دیکھا ہے کہ رسول اللہ ان لبوں دندان کے بوسے لیتے تھے۔ آہ پینتیس یا چالیس سال آپ زندہ رہے کبھی پیاس میں جی بھر کے پانی نہ پیا۔ جب پانی سامنے آتا مولا ناروتے کہ وہ پانی پینے کے لائق نہ رہتا۔ جب کسی میت کو کفن پہناتے دیکھتے مولا گریہ فرما کے کہتے ہائے میرے بابا ہائے میں کفن نہ دے سکا ماتم نہ کر سکا۔ جب اہل مدینہ آتے امام فرماتے میرے بابا کے دوستو بابا نے تمہیں

سلام کہاہے اور کہاہے کہ جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کر لینا۔ آہ
عزادارو یہی پیغام میرے پیارے امام نے ہمیں بھی دیا ہے۔ جب پانی پیو
تو آقا کی پیاس کو یاد کر لیا کرو۔ آہ میرا ایسا رحم دل آقا جس نے اپنے ناقے کو بھی
کوڑا نہ مارا ایسے امام کی پشت دروں سے فگار تھی۔ آپ کے ناقے کا نام عصام
تھا آپ نے وقت آخر امام محمد باقرؑ سے وصیت فرمائی تھی کہ بیٹا میرے بعد میرے
ناقے کے کھانے پانی کا خیال رکھنا ادھر ناقے کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ
بعد شہادت صرف تین دن زندہ رہا اس حالت میں کہ نہ کچھ کھایا نہ پانی پیا
قبر پہ جا کر سر پٹک پٹک کر روتا تھا۔ امام محمد باقرؑ آتے مگر وہ پہنچتا چیختا قبر
پر پہنچ جاتا۔ آخر تیسرے دن دنیا سے گذر گیا۔ آہ عزادارو ایسے سخی۔ رحم دل
عبادت گذار، صابر و شاکر امام کو ولید بن عبدالملک نے زہر سے شہید کیا۔
مدت عمر آپ کی ایک روایت سے ۵۹ سال اور ایک روایت سے ۷۰ سال
بتائی گئی۔ تاریخ شہادت ۱۸ یا ۱۹ محرم ہے۔ آہ امام محمد باقر نے غسل دیا
وقت غسل آپ کی نظر جب پشت مبارک پر پڑی دروں کے نشان دیکھ کر
بے چین ہو گئے فرمایا بابا میرے مظلوم بابا ظالم کے دروں سے تمام پشت فگار
تھی طوق خاردار سے گلوئے مبارک پر خط پڑا تھا۔ امام نے گریہ فرمایا میرا

بیمار و لاغر بابا میرا قیدی بابا میرا صابر وشاکر بابا۔ جنازہ لیکر جنت البقیع میں گئے۔ پہلوئے امام حسنؑ میں دفن کیا

جہاں سے اٹھ گیا والی غریبوں کا پیشوا
اٹھائیں سختیاں کیا شام میں ذرا سوچو
اسیر ہونا شہہ پاک کا ذرا سوچو
حرم تھے سامنے بے پردہ کچھ خیال کرو
عزیزو سینہ و سر پیٹو اٹھ گئے سجاد
یتیم ہو گئے باقر ہوئی نئی بیداد

آہ آج بھی جنت البقیع ویران ہے۔ آہ ایک چھوٹا ٹکڑا پتھر کا نصب ہے جس پر کچھ لکھا نہیں۔ چار قبریں چار اماموں کی بتائی جاتی ہیں ہائے بی بی بنتِ رسولؐ کی بھی قبر مبارک وہیں کہتے ہیں۔ آہ امام زمانہ جلد ظہور فرمائیے دیر نہ کیجئے آپکے اجداد کی قبر کے نشان مٹا دیئے گئے ہیں۔ ہائے مظلوم آقا تشنہ لب شہید جفا آقا حسینؑ۔ آپکے فرزندوں سے کتنی عداوت تھی کس کے جگر پر برچھی لگائی۔ کسی کو تیر سہ پہلو سے پیاسا شہید کیا۔ کسی کا مزار مسمار کر دیا گیا۔ ہائے زمانے والے نام سنتا بھی نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اے سالکِ راہ رضا بیمار و لاچار امام ہمارا سلام قبول ہو۔ عزادارو سید سجاد کے غم میں دل کھول کر اشکِ عزا بہاؤ۔ بابا کی پیاس پر رونے والے کی خدمت میں نذرانہ اشکِ عزا پیش کرو۔ بی بی کون کے فرزند اسیر بلا، ساربانِ حرم کا پرسہ دو بی بی یہ ذکر غم قبول کیجئے بی بی سخی کا دربار ہے یہ نذرانہ قبول ہو۔

سبع ستارے

اعوذ باللہ من الشیطٰن اللعین الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ
شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ؏

تمام تعریفیں زیبا ہیں اُس ذاتِ واحد کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، جس نے ہماری ہدایت کے لئے ہادیانِ دین بھیج کر کفر و ضلالت کی راہیں الگ کر دیں ہمارے نفع و نقصان کو واضح کر دیا۔ اے ہمارے پروردگار اپنی بے انتہا نعمتوں کا شکر ہم سے قبول فرما، اس کے بعد ہمارا درود و سلام ان پاک بزرگ ہستیوں پر جو تیرے سچے پاک صاف تیری راہ پر مٹنے والے اور تیرے ہی لئے اپنی سعی و کوشش جاری رکھنے والے تیرے بندے ہیں۔

جیسا کہ ابھی آپ نے سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق کو سنا ہے، اب میں اُس کا ترجمہ عرض کرتی ہوں "اے رسول تم کہدو کہ میں صبح کے مالک کی ہر چیز کی برائی سے جو اُس نے پیدا کی ہے پناہ مانگتا ہوں

اور اندھیری رات کی بُرائی سے جب اُس کا اندھیرا چھا جائے اور گنڈوں پر پھونکنے والیوں کی بُرائی سے جب وہ پھونکیں اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے۔ اب جہاں تک اس سورہ مبارکہ کے اسناد و فضائل وہ بہت ہیں مگر مجھے اس وقت صرف وہ پہلو دیکھنا ہیں جن سے بُرائی پیدا ہوتی ہے۔ تو سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گی کہ انسان کسی حال میں ہو، اپنے رب کے عاجزی کرتا ہے۔ گڑگڑاتا ہے کہیں توبہ کی صورت میں عاجزی ہے۔ کہیں تمام دنیا کی برائیوں کے مقابلے میں ان سے پناہ کی صورت میں عاجزی ہے۔ حدیث میں ستعاذہ کرنے کی کتنی تاکید ہے۔ بغیر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے کوئی آیات قرآنی نہ پڑھو۔ بیشک اللہ بڑی طاقت والا ہے۔ بغیر س کی مدد کے ہمارا ایک سانس لینا بھی دشوار ہے۔ دوسرا پہلو جو نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم ہر امر میں اُس کی مدد نہیں لیتے تو س میں ایک پہلو غرور اور "تکبر" کا بھی نکلتا ہے، گویا ہم بڑی طاقت کے مالک ہیں۔ ہم سے بڑا کوئی نہیں، بس اسی خیال کے آنے سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ شیطان نے کیا، اور جب تکبر

ہوا تو پھر ہم اپنی ذات کے سوا کسی کی اچھائی قبول نہیں کرتے۔ اگر کسی کی فضیلت ظاہر ہو جائے تو پھر حسد کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور انہی دو چیزوں نے ملکہ شیطان کو شیطانِ رجیم بنا دیا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوا۔ اللہ کی مدد اور عطا کو بھول کر مایوس ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے مایوس ہونا بھی گناہ ہے کیونکہ مایوسی کے معنی ہیں ابلیس۔ یعنی ایسا مایوس کہ کبھی بھی اس کا کرم نہیں ہو سکتا۔ غرضیکہ ابلیس نام پڑ گیا، راندۂ درگاہ ہو گیا۔

پہلے میں حسد کے بارے میں عرض کرنا چاہتی ہوں۔ تو سُنئے علماءِ و فضلاء نے حسد کے تین درجے مقرر کر دیئے ہیں۔ پہلا غبطہ ہے۔ دوسرا رشک ہے۔ تیسرا حسد ہے، حاسد اپنے گناہوں کے سبب دوزخِ اسفل میں جائے گا۔ دوزخِ اسفل ساتویں درجے کی سب سے زیادہ عذاب کی جگہ ہے۔ استغفراللہ، اے اللہ ہم سب کو بچانا عذابِ دوزخ سے۔ آمین ہم ایسے گناہ کے کاموں سے تیری پناہ مانگتے ہیں، جس کے سبب دوزخِ اسفل یا دوزخ کا عذاب ہو۔ اب غبطہ اس کا مرتبہ بلند ہے۔ بروزِ قیامت نبیوں، پیغمبروں کے لئے لکھا ہے کہ یا اپنے سے اعلیٰ عملِ صالح

کرنے والے کے اعمالِ نیک پر کرینگے۔

رشک کرنا یہ جائز ہے کسی کو کوئی اچھا کام کرتے دیکھا اور خود بھی شوق ہوا کہ ہم بھی ایسا ہی کام کریں۔ کوئی طالبِ علم امتیازی نمبر اپنے امتحان میں لے گیا' اب دوسرے نے بھی محنت کی کہ ہم بھی ایسے ہی امتیازی نمبر حاصل کریں تو یہ اچھا ہے کیونکہ یہ اچھائی کو پھیلاتا ہے لیکن لیکن حسد' یہ دوسرے کے اچھے کام کو کسی کی اچھائی کو قبول نہیں کرتا۔ نہ خود اُس جیسا کام کرنے پر تیار ہوتا ہے' بلکہ اس کام کرنے والے کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے' اس کو ختم کر دینا اور مٹا دینا چاہتا ہے' یہی اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے حامل کو نیست و نابود کر دے۔ یہ برائی اس دن سے چلی جب حضرت آدمؑ اور فرشتوں کا امتحان ہوا' حضرت آدمؑ کی فضیلت دیکھ کر شیطان حسد کی آگ میں بھن اٹھا۔ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ جب نکالا گیا تو کہتا ہوا چلا تو مجھے نکال تو رہا ہے' مگر میں بھی دُنیا میں جا کر تیرے بندوں کو خوب بہکاؤں گا' جواب ملا جا تو بہکا لے' جو میرے بندے ہیں وہ تیرے بہکانے میں نہ آئیں گے۔ چونکہ فرشتوں اور جناب آدمؑ کا مقابلہ علم سے ہوا تھا' لہٰذا اس دنیا میں آنے کے بعد بھی شیطان کی یہی کوشش

رہی کہ حاملانِ علم کو بھی تکلیف پہنچائے، انھیں اُن کے حق سے محروم کرے، علم زیادہ سے زیادہ پھیلنے نہ پائے۔ بلکہ شیطان ایک عالم کی موت کو ستر (۷۰) عبادت گذاروں کی موت سے بہتر سمجھتا ہے۔ علم بھی حضرت آدم سے سینہ بہ سینہ تمام انبیاء کے پاس حاضر ہوتا رہا، کم یا زیادہ ہر نبی کی وراثت علم ہے۔ ہمارے نبی حضور صلوات والسلام سردار انبیاء آپ کی اولاد طاہرین۔ یہ علم کا منبع و مخزن رہے۔ اور ان کے پاس کوئی مالِ دنیا نہیں تھا خدا کے رسولؐ سے حسد کرنے والے یہودی کہتے تھے کہ اگر یہ رسول ہمارے یہودیوں میں مبعوث ہوتے تو ہم مانتے، مگر یہ تو قریش میں مبعوث ہوئے ہیں، اسی جذبۂ حسد کے سبب انہوں نے توریت کی پیشین گوئی کو بھی نہیں مانا۔ حضورؐ کی بعثت سے پہلے کہتے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے اور وہ بڑی فضلیت والا ہے۔ مگر جب آپ مبعوث بہ رسالت ہوگئے تو بوجہ حسد سب پھر گئے، کتاب رسالت بند ہوگئی، بیاضِ امامت کھل گئی۔ علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہے، مگر ہائے بُرا ہو حسد کرنے والوں کا، جنھوں نے ان کو جن کے علم کی تعریف خدا کر رہا ہے، قرآن قصیدہ خوانی کر رہا ہے کہیں رَاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کہہ رہا ہے، ذُو العلم کہہ رہا ہے، کہیں بتا رہا ہے

كُلِّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ہائے زمانے والوں نے ان کی قدر نہ کی۔ بلکہ انھیں تنگ و تاریک قید خانوں میں رکھا گیا، زہر دیا گیا۔ بہرحال وہ تمام حربے استعمال کئے جو ایذا رسانی کے تھے، شہرِ علم طرح طرح کی ایذا کافرین، مشرکین و منافقین سے اٹھاتا رہا، بابِ علم کو اس کے حق سے محروم کیا گیا، گلے میں رسّی ڈالی گئی، غرضیکہ حدِ کمال پہ علم ہے تو ظلم بھی اپنی حد توڑ کر نکل گیا، امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا گیا۔ کیا آپ کسی کی سلطنت چھین رہے تھے۔ ہمارے تیسرے امام مظلوم کربلا سوائے شعاعِ علم پھیلاتے کے کیا کسی کو نقصان پہنچا رہے تھے، جو تمام ظلم و جور کا خاتمہ کیا گیا۔

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ہر امامؑ قیدِ اعداء میں رہا۔ امام زین العابدینؑ، امام محمد باقر علیہ السلام، امام جعفر صادق علیہ السلام جن کے علم کی شعاعیں سارے عالم میں پھیل رہی تھیں، ان کو بھی سات بار حاکم وقت نے قید کیا۔ آخر سب ہی کی شہادت زہرِ جفا سے ہوئی۔ امام موسیٰ کاظمؑ کو چودہ سال قید میں رکھا، ہائے میرے آقا کو زہر سے شہید کرنے کے بعد لاشِ مطہر جسرِ بغداد پر رکھی گئی، ہائے میرے باب الحوائج، میرے معجز نما امام۔ میں قربان بہرحال ہر دور یزیدی دور رہا، طریقہ کار بدلا چہرے بدلے حکومتیں

تبدیل ہوئیں، مگر ظلم رنگ بدل بدل کر آتا رہا۔ اور جب کوئی مسئلہ آتا، حکومتیں مصیبتوں میں مبتلا ہوتیں تو یہی رہبرانِ حق قیدِ بلا سے بلائے جاتے، سال دو سال کو ظلم و جور کم ہو جاتا۔ پھر وہی قید وہی ظُلم و تعدیٰ امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد ان کے فرزند امام ثامنؑ جن کے واقعات بھی عیاں ہیں، ان کے فرزند امام محمد تقیؑ ۹ یا ۷ سال کی عمر میں نظر بند کر دیا گیا۔ اب امام علی نقیؑ کا زمانہ آیا، لوگ اس منبعِ علم سے سیراب ہونے لگے تو آپ کو بھی حاکمِ وقت نے سامرہ بُلا لیا آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے چار سالہ فرزند ہمارے گیارہویں امام کو بھی صغیر سنی میں ہجرت کرنا نصیب ہوئی۔ بلانے کا مقصد کیا تھا، وہی قید کرنا، علم نہ پھیلے۔ لوگ اس شمعِ علم سے روشنی نہ پائیں۔

یہاں پر ایک واقعہ دسویں امامؑ کے زمانۂ قید کا یاد آگیا، عرض کرتی چلوں۔ میرا مولاؑ قیدِ تنہائی میں ہے ایسے میں حاکمِ وقت کے پاس بادشاہِ روم کا ایک خط آتا ہے، اس واقعے کو علامہ نجفی دمعۃ الساکبۃ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۰۸ میں شرح شافیہ ابو فراس سے لکھتے ہیں کہ بادشاہِ روم نے انجیلِ مبارک میں پڑھا کہ جو شخص اس سورہ مبارکہ کی تلاوت کرے جس میں یہ سات حروف کبھی نہ آئے ہوں تو وہ جنت میں جائے گا۔

سبع ستارے

۱۔(ث) ۲۔(ج) ۳۔(خ) ۴۔(ز) ۵(ش) ۶۔(ظ) ۷۔(ف)

بادشاہِ روم کو ایسی سورۂ مبارک کی تلاش ہوئی، اس نے توریت زبور میں دیکھا، مگر کوئی ایسا سورہ اسے نہیں ملا۔ اب اس کو مسلمانوں سے رجوع کرنا پڑا۔ اُس نے خلیفۂ وقت کے پاس خط لکھ کر بھیجا کہ اگر تمہارے یہاں کلام الٰہی میں کوئی ایسا سورۂ مبارک ہو تو مجھے مطلع کرو۔ یہ زمانہ خلافتِ بنو عباس کا تھا متوکلؔ خلیفۂ وقت تھا، جب یہ خط پہنچا تو اس نے علماء کو طلب کیا، شاہِ روم کا خط پیش ہوا۔ سب نے بڑی کد و کاوش کی، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا، خلیفۂ وقت بہت پریشان ہوا، معاملہ بھی کس سے تھا۔ نصاریٰ سے۔ اسلام کی نیا ڈگ مگ ہو رہی تھی مگر ایسے میں کون ہمیشہ اسلام کے کام آیا، وہی دینِ الٰہی کے لنگر، ڈوبتی نیا پار لگانے والے رہبرانِ کامل۔ وارثِ علومِ انبیاءؑ یہی کام آتے تھے مشکل کشا کا فرزند ہی مشکل آسان کر سکتا ہے۔ ہائے ہمارا دسواں ہادی جس کو قید خانہ تنگ و تاریک میں ڈال رکھا تھا وہی کام آیا، قربان ہوں جائیں ہماری سی چشم و چراغ ہدایت پر جس کی ضیائے علم کنج عزلت سے چار دانگ عالم میں پھیل رہی ہے۔ مولاؑ سے رجوع کیا گیا، دربار میں بلایا گیا۔

تمام علماء، روساء وامراء بیٹھے ہیں بادشاہِ روم کا خط پیش ہوا آپ نے فوراً برجستہ فرمایا یہ سورۃ الحمد ہے تمام لوگوں پر سکتہ طاری ہوگیا۔ متوکل نے کہا کہ "یا فرزندِ رسولؐ آپ ہی اسکی وضاحت کر دیجئے اور علماء و روساء نے بھی کہا" فرزندِ رسولؐ ذرا سمجھا دیجئے آپ نے فرمایا کہ سنو! یہ سورۂ رحمت ہے سورۂ برکت ہے اس سورۂ مبارکہ میں وہ حروف بھی نہیں لائے گئے ہیں جن تباہی وبربادی وعذاب ہوتا ہے 'ث' سے ثبور ہے اس سے ہلاکت ہوتی ہے۔ دوسرا 'ج' سے جحیم یعنی جہنم ہے' تیسرا 'خ' سے خبت خسارا، نقصان، گھاٹا ہے۔ چوتھا 'ز' سے زقوم (اہلِ دوزخ کی غلیظ بدبودار غذا پیپ مقصود ہے) پانچواں 'ش' سے شقاوت ہے۔ چھٹا 'ظ' سے ظلمت۔ اندھیرا۔ کفر۔ گناہ۔ جہالت ہے۔ ساتواں 'ف' سے فرقت' جو انسان کے لئے پاگل کر دینے والا درد ہے۔

متوکل کی طرف سے یہ جواب لکھ کر شاہِ روم کے پاس بھیجا گیا' وہ دیکھ کر بہت خوش ہوا' کلمہ پڑھ کر بمعہ اپنے اہلِ خانہ مسلمان ہوگیا ایسے امام کو سرمن رآ کے قید خانے میں قید کیا گیا۔ سرمن رآ کا ترجمہ سامرہ ہے اس کے معنی ہیں جو اسے دیکھے خوش ہو جائے۔ یہ شہر دنیا کے قدیم ترین شہروں میں ہے' یہاں فوجی چھاؤنی تھی' اچھی آب وہوا کی وجہ سے معتصم نے یہاں

فوجی کیمپ بنایا تھا' آہ میرے دونوں اماموں کو فوجی کیمپ کے قریب ہی قید میں رکھا تھا۔ اسی لئے اس محلے کو عسکریتین کہتے ہیں' عسکر عربی میں فوج کو کہتے ہیں۔ ہائے میرے دسویں امامؑ کے لئے روایت ہے کہ آپ کے قید خانے میں ایک قبر کھدی تیار رہتی' مصلے کے سامنے قبر ہوتی' آپ ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ گویا کہ حاکم وقت کو یہ بتاتا تھا کہ دیکھو جو شخص موت کے لئے اتنا تیار ہو کہ اپنے سامنے کھدی ہوئی قبر رکھے' وہ ظالم حکومت سے ڈر کر سر تسلیم کیسے خم کر سکتا ہے۔ ہائے میرے دسویں امامؑ کو بھی زہرِ دغا سے شہید کیا گیا۔ آہ عزادارو میں ۳ سال پہلے زیارت کو سامرہ گئی تھی' وہاں کی حالتِ زار پہ دل خون کے آنسو رو رہا ہے' جہاں ایک ضریح کے اندر چار قبریں ہیں۔ امام علی نقیؑ۔ امام حسن عسکریؑ کی' اور ایک قبر امام علی نقیؑ کی بہن جناب حکیمہ خاتون (گیارہویں امام کی پھوپھی) کی ہے۔ جناب نرجس خاتونؑ ہمارے امام زمانہؑ کی مادر گرامی کی قبر ہے۔ افسوس اتنا قدیم شہر ایسا اجڑا ہے کہ ہمارے یہاں کا معمولی سا گاؤں بھی ایسا نہیں۔ حکومت کی کوئی توجہ نہیں' بس یا امام زمانؑ جلد ظہور فرما کر اس اجڑی بستی کو گلزار بنا دیجئے۔ مولا! ہم سب کو سامرہ جانا نصیب ہو۔ آمین۔ ہائے دسویں امامؑ کی شہادت کے بعد ظالموں کا

دستِ ظلم امام حسن عسکریؑ پر بڑھا آپؑ کے حلم ۔حلم ۔علم لدنی معجزات کے چرچے ہوئے ۔ ظالم حکمران حسد کی آگ میں جلنے لگے ۔ حاسد تو صفِ مٹانا چاہتا ہے ۔ آپ کو بھی قیدِ تنہائی میں رکھا گیا' کھانا پانی بھی ایسا نہیں دیتے تھے کہ آپ سیراب ہوتے یا وضو و غسل کی آسانی ہوتی' اکثر آپ تیمم کر کے نماز پڑھتے تھے' کسی کو پاس آنے کی اجازت نہیں تھی' ظالم سے ظالم نگہبان مقرر کیے گئے تھے ۔ درندوں کے سامنے ڈالا گیا کہ جنگلی جانور معاذاللہ پھاڑ کر کھا جائیں گے ۔ دشمن کو منہ کی کھانی پڑی' درندے آپ کے قدموں کو چاٹنے لگے ۔ایسے درندوں کی تعریف قرآن میں کی گئی ہے اور ظالم انسانوں کو ان درندوں سے بد تر کہا گیا ہے' آہ یکم ربیع الاوّل کو آپ کو زہر دیا گیا ۔ ہائے سات دن تک میرا مولاؑ اثرِ زہر سے تڑپتا رہا ۔ آہ آٹھ ربیع الاوّل قیامت کا دن ہے' ایک طرف سامرہ میں آہ و زاری ہے تمام شہر سیاہ پوش ہے' آہ و زاری ہو رہی ہے ۔ دوسری طرف مدینے میں قبرِ رسولؐ پر ماتم ہو رہا ہے ۔ آج اس فرشِ عزاء پر ہم اپنے امامِ زمانہ کو اُن کے جدِ امجد کا اور ان کے بابا کا' کربلا کے بہتر (۷۲) شہیدوں کا پرسہ دینے آئے ہیں' مولا ہمارے پُرسے قبول ہوں' ہائے میری بی بی خاتونِ جنت

اس فرشِ عزا پر اپنے فرزند حسن عسکریؑ کا بھی پرسہ لینے آئی ہیں۔ بی بی کی صدائے گریہ آرہی ہے، ہائے حسن عسکریؑ تیرا جسم بھی سبز ہو گیا، ہائے لال تجھے بھی حسنؑ کی طرح زہر سے شہید کیا گیا۔

بیچارا کفن نبیؐ نے علیؑ ننگے سر ہوئے
بچپن میں مہدیؑ دیںؑ بے پدر ہوئے

ہائے کربلا نہیں چاہنے والوں کا مجمع ہے، امامؑ کا جنازہ دھوم سے اٹھا پانچ سال کے فرزند نے آکے نمازِ جنازہ پڑھائیؑ، دوستوں نے باری باری کندھا دیا۔ ہائے آج صدائے گریہ آسمان و زمینؑ سے آرہی ہے۔ آہ! آہ یک طرف مدینے میں قیامت ہے، کربلا کے مسافر آرہے ہیں بی بی ہم بھی پُرسہ دینے آئے ہیں، بی بی کہاں نوحہ کناں ہو، سامرہ میں کہ قبرِ رسولؐ پہ دکھیا بیٹی کے ساتھ بین کر رہی ہو، یا جگر تھام کر بقیع میں آئی ہو۔ بی بی ہمارا یقین ہے کہ اس فرشِ غم پہ آکر اپنی کنیزوں سے پُرسے لے رہی ہو۔ ہائے بی بی کربلا کے مسافر روضۂ رسولؐ پہ پہنچ رہے ہیں۔ ایک بیکس ماں اپنے اٹھارہ سال کے کڑیل جوان کا شملہ خون سے تر لیٹے ہوئے فریاد کر رہی ہے۔ کہہ رہی ہے یثرب کے جوانو تم میں مرا اکبرؑ تو نہیں ہے۔ اے اکبرؑ

کے دوستوں تمہیں مرے لال نے سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ میرے دوستوں جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کر لینا۔ ہائے گلی کوچوں سے صدائے وامحمدؐ و واعلیاؑ بلند ہے۔ بشیر کہہ رہا ہے اے اہلِ مدینہ کیا اپنے گھروں میں بیٹھے ہو، مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔ ہائے مدینہ اجڑ گیا۔ شمعِ قبرِ رسولؐ گل ہو گئی۔ علی قتل الحسینؑ بکربلا۔ علی ذبح الحسینؑ بکربلا۔ اس آواز کا سننا تھا کہ کہرام مچ گیا، لوگ آہ وزاری کرتے ہوئے گھروں سے نکل پڑے ادھر صغراؑ بے چین ہو ئیں دادی سے کہا دادی مجھے قبرِ رسولؐ پر لے چلو جنابِ امّ البنینؑ نے عصا لیا صغراؑ کا بازو تھاما گھر سے نکلیں، روضۂ رسولؐ پر چلیں۔ ہائے کیا دیکھتی ہیں سیاہ شالِ عزا ڈالے کوئی قاصد آ رہا ہے۔ بی بی آگے بڑھیں، پوچھا، اے سوار تو کہاں سے آ رہا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا، میں بیمارِ کربلا کا قاصد ہوں تعزیت لے کر آیا ہوں قبرِ پیمبرؐ پر سناتا ہے۔ بی بی بے چین ہو گئیں۔ ارے قاصد کس کی تعزیت ہے جو قبرِ پیمبرؐ پر سنائے گا۔ کون ہے جسے تو بیمار کہہ رہا ہے۔ قاصد نے کہا بی بی بتاؤ تم کون ہو۔ یہ زار و نزار دخترِ مریضہ کون ہے۔ بی بی نے کہا میں علیؑ کی بیوہ حسینؑ و حسنؑ کی خدمت گذار ہوں۔ یہ حسینؑ کی بیٹی صغراؑ ہے۔ ہائے

قاصد کانپنے لگا۔ کہتا ہے۔ بی بی میں کس زبان سے عرض کروں۔ بی بی صغرا کو سنبھالو۔ بچی کہیں دم نہ توڑ دے، بی بی تم بھی بیٹھ جاؤ غش کھا کر گر پڑو گی۔ ہائے صغرا یتیم ہو گئی، ہائے بی بی تیرا کنبہ سب مارا گیا۔ ہائے ایک بیمار و ناتواں سید سجادؑ بچا ہے، صغرا غش کھا کر گر پڑی، ام البنینؑ بے ہوش ہو گئیں۔ تمام زنانِ ہاشمیہ نے دونوں کو سنبھالا، ہوش آیا تو صغراؑ چلائی لوگو! للہ مجھے مرے بھیا عابد سے ملا دو۔ ہائے میرے بیمار بھائی کی شکل دکھا دو۔ ہائے میری پھوپھیاں کہاں ہیں۔ ارے جلدی مجھے میرے پردیسیوں کے پاس لے چلو۔

تمام بیبیاں صغرا کو سنبھال کر لائیں، ہائے سب کی شکلیں ایسی بدل گئیں تھیں کہ صغرا نے کسی کو نہ پہچانا، تمام عورتوں میں تلاش کر کے چلائیں ہائے میری پھوپھی زینب کہاں ہیں خدا کا واسطہ مجھے میری پھوپھی کے پاس لے چلو ادھر جناب زینب نے دیکھا صغرا آ رہی ہے۔ ایکبار کربلا کی طرف رُخ کیا کہتی ہیں بھیا حسینؑ صغرا آ رہی ہے ہائے کیسے کہوں گی صغرا تیرا بابا تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا گیا، ہائے صغراؑ تو یتیم ہو گئی، ہائے زمین شق ہوتی زینب سما جاتی ہائے دکھیا کو کیا منہ دکھاؤں گی، کاش موت آتی اس دن کو نہ دیکھتی، ہائے

بھیا میں خاک پیوند کیوں نہ ہوئی' بھیا زینبؑ کی شرم رکھ لو اپنے پاس بلالو۔

ناگہاں شور ہوا باپ کی شیدا آئی
محوِ ماتم وہ مریضِ شہِؑ والا آئی
لو وہ روتی ہوئی ہمصورتِ زہرا آئی
بیبیو حشر ہوا فاطمہ صغراؑ آئی
پاس آ کرنہ وہ ماں سے نہ چچی سے لپٹی!
دوڑ کر قبرِ پیمبرؐ پہ پھوپھی سے لپٹی
رو کے زینبؑ نے کہا ہائے لٹا گھر بی بی
ذبح مقتل میں ہوئے سبطِ پیمبرؐ بی بی
مرگئے اکبرؑ و عباسِؑ دلاور بی بی
تیر کھا کر ہوئے بسمل علی اصغرؑ بی بی
قید خانے میں فلک نے یہ جفا کی صغراؑ
سیلیاں کھا کے سکینہؑ نے قضا کی صغراؑ

آہ عزادارو! اس وقت روضۂ رسولؐ پر کہرام بپا ہے' ضریحِ مقدس کانپ رہی ہے' تمام زنانِ ہاشمیہ صغراؑ ہجراں رسیدہ کو پرسہ دے رہی ہیں

ہائے صغرا تیرے پردیسی ایسے بچھڑے کہ قیامت میں ملینگے۔ آہ اب
ایامِ عزا ختم ہوگئے، اگر سال بھر زندہ رہے تو پھر شریکِ غم ہونگے۔

اے ہمارے دو مہینے آٹھ دن کے مہمانوں الوداع ؎

آہ آدابِ تعزیت نہ ادا ہم سے ہو سکے
حسرت یہ رہ گئی کہ نہ جی بھر کے رو سکے

بی بی ہمارے آنسوؤں کو قبول کیجیے، بی بی ہمارے پُرسے قبول ہوں۔
بی بی ہم خطا کار ہیں، آپ خطا پوش ہیں، ہماری کوتاہیوں و غلطیوں کو معاف کیجیے۔ بی بی اگر زندہ رہے تو پھر فرشِ عزا بچھا کر تیرے لال کا ماتم کرینگے۔

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

ترجمہ: بلکہ قرآن آیت واضح ہے انکے سینوں میں ہے جن کو

علم دیا گیا ہے۔

تمام حمد و ثناء کے لائق وہی خدائے لم یزل عالم و دانا ہے، جو دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے جو کُل مخلوقات کا خالق، مالک اور رازق ہے، خبر رکھنے والا ہے، طوفان مچاتے سمندر میں چھوٹی بڑی کشتیوں کو پار لگانے والا ہے۔ تمام تعریفیں اس کے لئے ہیں جس نے چھوٹی سی مخلوق چیونٹی کے مقابلے میں اپنے نبی جناب سلیمانؑ کے لشکر کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسکے بعد ہمارا دُرود و سلام اُن انوارِ کرامت جن پر وہ دُرود بھیجتا ہے، اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں، ہم کو بھی حکم ہے کہ ان پر دُرود بھیجیں، ایسا دُرود جیسا کہ حق ہے درود بھیجنے کا۔ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ۔

ارشادِ ربّ العزت ہے قرآنِ آیت واضح ہے انکے سینوں میں جن کو علم دیا

گیا ہے۔ قرآن جس کو تم پڑھ رہے ہو۔ قرآن کے معنی ہیں قراءت کے۔ آیات کے معنی ہیں نشانی۔ واضح کا مطلب ہے صاف صاف۔ پھر آیت کہتی ہے ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے۔ لفظ ان کو یا جن کو جمع کا لفظ ہے۔ جمع کا صیغہ ہے۔ قرآن رسولؐ پر نازل ہوا، جو بظاہر دنیا والوں کی نگاہوں میں تنہا ہے، تو پھر کلام الٰہی ان کو اور جن کو کیوں کہہ رہا ہے۔ اور کلام پاک ایسی واحد و یکتا۔ فصیح و بلیغ کتاب ہے جس کی مثال کہیں ایک آیت بھی نہیں کوئی پیش کر سکا، اب ذرا دعائے جنابِ موسیٰؑ کی تلاوت کرتے ہیں، خدا کا کلیم دعا مانگ رہا ہے ربّ اشرح لی صدری۔

اے میرے اللہ میرے سینے کو کشادہ کر دے۔

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا صاحب کتاب۔ شریعت تازہ لئے ہوئے بذاتِ خود درگاہِ الٰہی میں کلام کرنے والا پیغمبر اور سینے کو کشادہ کرنے کی دعا کر رہا ہے۔

یہاں کلام پاک خود اشارہ کر رہا ہے کہ کلام الٰہی کا حقیقی علم۔ کلام الٰہی کو صحیح سمجھنا، یہ سب کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کی صاف صاف نشانیاں انکے سینوں میں ہیں جن کو علم دیا گیا ہے یہاں ایک

نقطہ غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے جو بالکل صحیح ہو۔ تو
کوئی اور ہی علم ہے، اور بغیر اس علم کی مدد کے صحیح ترجمانی نہیں ہو سکتی
اب آیئے جنابِ موسیٰؑ کے ایک واقعے سے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں
یہ واقعہ سورۂ کہف میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے جب جنابِ موسیٰؑ
کو توریت ملی تو ایک خیال انکے دل میں گذرا کہ خداوندِ عالم نے بڑی عطا
کی۔ اس کا کرم ہے مجھے کتاب ملی، علم ملا، اس خیال کا آنا تھا کہ حکم ملا۔ اے
موسیٰؑ جاؤ ہمارے اس بندے کے پاس جس کو ہم نے اپنے خاص علم میں سے
کچھ تھوڑا سا علم دیا ہے جا کر ان سے سیکھ لو۔ مجھے تفصیل میں نہیں جانا ہے
جنابِ موسیٰؑ نے بہت پریشانی اٹھائی اور جب اس اللہ کے بندے کے
پاس پہنچے، وہ علم جسکے سیکھنے کے لئے گئے تھے نہ حاصل کر سکے۔ اور اس کا تمام
عمر آپ کو غم رہا۔ معلوم یہ ہوا کہ آیٰتٌ، بَیِّنٰتٌ فِی صُدُورِ الَّذِیْنَ سے
مراد عام علم نہیں ہے بلکہ یہ علم، علمِ لدنی ہے یعنی غیب کی باتوں کو جاننا ہے
اور یہ بوقتِ ضرورت اللہ ربّ العالمین جسے چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے،
دیتا ہے۔ اس پر بہت بحث کی گنجائش ہے، مگر طوالت سے بچتے ہوئے مختصر
تعریف یہ ہے کہ علمِ لدنی وہ علم ہے جو کتابوں سے نہیں حاصل ہوتا نہ کسی

استاد سے حاصل ہوتا ہے بلکہ خداوندِ عالم اپنی قدرتِ کاملہ سے جسے چاہے جب چاہے، جتنا چاہے عطا کر دیتا ہے تمام نبیّوں کو بھی یہ علم نہیں ملا۔

چونکہ علمِ لدُنّی کے حاصل کرنے اور عمل کرنے کے لئے بہت زیادہ صبر و استقلال کی ضرورت ہوتی ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ فلاں شخص ہمارا قاتل ہے، مگر اس کے ساتھ بھلائی کر رہے ہیں، احسان کر رہے ہیں اسلئے کہ جب تک خطا نہ ہو سزا نہیں دی جا سکتی، سپہرِ عالی مرتبت کی شان بھی یہی ہے کہ دشمن کو دشمن جانتے ہوئے بھی نیکی کرو، احسان کرو۔ جس علم کو جناب موسیٰؑ حاصل نہ کر سکے، وہ علم خدائے بزرگ و برتر نے حضور سرورِ انبیاؐ اور آپ کی اولاد طاہرینؑ کو عطا فرمایا، ہمارے تمام آئمہ کے واقعاتِ زندگی ایسے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں، اور ان واقعات سے اُن کے حاملِ علمِ لدُنّی ہونے کا یقین ہو جاتا ہے، چونکہ قرآنِ پاک کی آیت تو اشارہ کرتی ہے مگر امام علمِ غیب کی مدد سے آئندہ اور گذشتہ کی باتوں کو جانتا ہے اور بتاتا ہے، ایسا ہی ایک واقعہ امام علی نقیؑ کا عرض کرتی ہوں۔ یہ تو معلوم ہے کہ ہمارے ہر امامؑ کی عمر کا زیادہ حصہ قید و مصیبت میں گذرا، بہرحال جب امام علی نقیؑ کو مدینہ منورہ سے بہ جبر سامرہ بلایا گیا تو تین سو کا لشکر یحییٰ بن ہرثمہ کی سرداری میں آپ کے لانے کے لئے بھیجا گیا

جاتے ہوئے یہ لوگ ایک لق و دق چٹیل میدان میں پہنچے، لشکر کے ایک افسر نے اپنے ساتھیوں میں سے جو ایک کاتب تھا اور مولا علیؑ کے عقیدتمندوں میں تھا، اس سے ازرہِ تمسخر کہا کہ ہم نے سنا ہے تمہارے مولا علیؑ کا قول ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی وادی نہیں ہوگی، جہاں کوئی قبر نہ ہو یا کوئی قبر نہ بن جائے شیعہ کاتب نے جواب دیا بیشک میرے مولا غالب کل غالب کا یہی ارشاد ہے۔ اس افسر نے کہا، اچھا بتاؤ اس وادی میں کوئی قبر ہے۔ یا کسی کی قبر بن سکتی ہے۔ (معاذ اللہ) تمہارے امام یونہی کہہ دیا کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ دونوں کی ان باتوں پر قہقہہ پڑا۔ سب لوگ خوب ہنسے، بہرحال جب سب لوگ مدینہ منورہ پہنچے۔ امام علی نقیؑ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دی، خلیفہ کا حکم نامہ دیا گیا، آپ نے پڑھ کر یحییٰ بن ہرثمہ سے کہا کہ میں چلنے کو تیار ہوں مگر مجھے دو دن کی مہلت دے دو۔ یحیٰی نے دو دن کی مہلت دی، یحییٰ بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ امام نے ہمارے سامنے ہی درزی کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ ہمیں سامرہ جانا ہے، حکم حاکم ہے، لہٰذا دو دن کے اندر گرم کپڑے لحاف گرم ٹوپیاں وغیرہ تیار کر دے۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں جب لوٹ کر قیام گاہ پر آیا تو یہی سوچتا رہا کہ ان کے ماننے والے کیسے بے وقوف ہیں کہ معاذ اللہ ایسے امام کو مانتے

ہیں جسے اتنا بھی نہیں معلوم کہ اتنی سخت گرمی میں گرم لباس تیار کرا رہے ہیں۔ میں دوسرے دن آیا تو دیکھا امام سامانِ سفر درست فرما رہے ہیں، غلاموں سے تاکید ہو رہی ہے کہ بارانی ٹوپی اور برساتی وغیرہ سب بہت اہتمام سے رکھی جائے۔

ہرثمہ کہتے ہیں دوسرے دن کے جانے نے مجھے اور چکر میں ڈال دیا۔ اور سب دیکھ کر بہت متحیر ہوا، غرضیکہ واپسی کے سفر پہ چلے اور پھر اس وادی میں پہنچے جہاں اس افسر نے مولا علیؑ کے قول کو بیان کیا تھا وادی میں پہنچنا تھا کہ ایک آفت آگئی، بادل گھر کر ایسے آئے کہ دن رات میں بدل گیا۔ تاریکی چھاگئی رعد کی کڑک، بجلی کی چمک، طوفانی بارش ہونے لگی، ٹھنڈی ہوا ایسی چلی کہ لوگوں کی جان پہ بن گئی، امامؑ نے غلاموں کو حکم دیا۔ برساتی اور برساتی ٹوپیاں، گرم کپڑے آپ نے ایک ایک کو دینا شروع کئے۔ ایک برساتی اور بارانی ٹوپی یحییٰ بن ہرثمہ کو بھی دی، جس کو پہن کر اس کی جان بچی۔ اس طوفانِ باد و باراں کے ختم ہونے کے بعد یحییٰ نے دیکھا کہ اُس فوج کے ۸۰ آدمی ہلاک ہو گئے تھے اسی جگہ پر جہاں مولا علیؑ کے قول کو بیان کیا تھا، اب امام علی نقیؑ نے فرمایا اے یحییٰ بن ہرثمہ اپنے مُردوں کو دفن کر دے اور دیکھ خدائے بزرگ و برتر اس طرح

ہر بقعۂ ارض کو قبروں سے بھرتا ہے۔ اسی لئے میرے جدّ نامدار کا قول ہے کہ زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا نہ ہوگا جہاں قبر نہ ہو' یحییٰ بن ہرثمہ گھوڑے سے اتر کر امامؑ کے قدموں پر گر پڑے اور کلمہ پڑھ کر سچے مسلمان ہو گئے۔ تو یہی علم لدنی ہے' جو وقت ضرورت قدرت عطا کرتی ہے۔ آپ نے سُنا ایک ساتھ دو اماموں کے علم کی تصدیق ہو گئی' اسی لئے ہم کہتے ہیں' ہمارا اوّل بھی محمدؐ ہمارا اوسط بھی محمدؐ ہمارا آخر بھی محمدؐ' ہمارے کُل کے کُل محمدؐ ہیں علم' حلم' شجاعت' سخاوت' مصیبت' شہادت سب میں یکساں ہیں' مصیبت میں' بلا میں صبر میں سب یکساں ہیں۔ ہمارے آئمہ سب کا علم ایک دوسرے سے مناسبت رکھتا ہے' مشہور واقعہ ہماری بی بی سیدۃ النساء العالمین کا ہے جب آپ چکی پیستے پیستے حالت صوم میں سو جاتی تھیں تو آپ کی چکی چلتی رہتی' بچوں کا گہوارہ جُنباں رہتا تھا' لہٰذا ہمارے گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکریؑ کے لئے روایت بحار الانوار وغیرہ کئی کتابوں میں تحریر ہے کہ آپ لکھتے لکھتے اگر نماز کو اٹھ جاتے تھے تو آپ کا قلم چلتا رہتا تھا' جو آپ کو لکھنا ہوتا وہ خود بخود صفحۂ قرطاس پر نمایاں ہو جاتا تھا۔ آپ کے علم غیب کے بارے میں بہت سے واقعات موجود ہیں' ابو ہاشم داؤد بن قاسم کا بیان ہے کہ میں اور میرے کچھ ساتھی بجرم مودّت اہلبیتؑ میں قید خانے میں تھے۔

یا علیؑ مدد

التماس

سورۂ فاتحہ

برائے ایصال ثواب

سید علی احمد ولد زاہد حسین رضوی مرحوم

سیدہ راضیہ بی بی بنت سید محمد رضوی مرحوم

سید ابوالحسن ولد علی اکبر رضوی مرحوم

سیدہ ام لیلیٰ بی بی بنت سید علی احمد زیدی مرحوم

سید مقبول حسین ولد علی احمد رضوی مرحوم

اعجاز امام ولد مقبول حسین رضوی مرحوم

مجتبیٰ امام ولد مقبول حسین رضوی مرحوم

سیدہ معراج فاطمہ بنت مقبول حسین رضوی مرحوم

منظرہ خاتون بنت سید محمد رضا رضوی مرحوم

سیدہ کنیز زھرا بنت سید آل حسن رضوی مرحوم

سید غلام پنجتن ولد سید قربان علی رضوی مرحوم

طالب جوہری

۱۶۰، بی بلاک ۲۰ فیڈرل بی ایریا کراچی۔ فون: ۶۸۱۵۰۰ - ۶۳۳۱۴۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمہ خیر النساء نازک اعظمی ایک علمی اور ادبی خانوادے کی صاحبِ مطالعہ اور صاحبِ بصیرت خاتون ہیں۔ زیرِ نظر کتاب سے قبل آپ کا شعری مجموعہ صاحبانِ ذوق سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے اور میں بھی اس کے مطالعے سے مشرف یاب ہوا ہوں۔

زیرِ نظر کتاب مجالس کا مجموعہ ہے جو یقیناً اُن خواتین کے لیے انتہائی کارآمد اور مفید ثابت ہوگا جو میدانِ سخنوری میں قدم رکھ چکی ہیں یا رکھنے والی ہیں۔

محترمہ خیر النساء نے اسبابِ تخلیق کے عنوان سے جو مقدمہ سپردِ قلم فرمایا ہے اس میں اس کتاب کی غرضِ تالیف بھی ذکر فرمائی ہے اور ان کتابوں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے جو ماخذ و مصادر کے طور پر استعمال ہوئی ہیں۔ مزید براں یہ کہ اس کتاب پر ایک ذی علم عالم نے [illegible] نظرِ اصلاح بھی ڈالی ہے۔

میں نے جستہ جستہ بعض مقامات سے مطالعہ کیا۔ عبارت رواں اور شستہ ہے۔ اسلوب آسان اور عام فہم ہے کوئی ابہام یا اغلاق نہیں ہے۔ موضوعات مربوط ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنفہ تحریر اور تقریر دونوں پر عمدہ گرفت رکھتی ہیں۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب قبولیتِ عام (و خاص) حاصل کرے گی اور ذاکرات اس سے بھرپور استفادہ فرمائیں گی۔

میں دعا گو ہوں کہ خداوندِ عالم بطفیل سید الشہداء علیہ السلام مصنفہ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

طالب جوہری

شب ۹ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ